ٹھنڈی آگ

ٹھنڈی آگ

شرت چندر

اشاعت - - ۱۹۸۸ء

قیمت - - - ۲۸ اٹھائیس روپئے

طباعت - عاصی پرنٹرس دہلی

پبلشرز

پرنس بک ڈپو

۳/۴ سی یورو ہتک روڈ نزد لبرٹی سینما۔ قرول باغ

نئی دہلی 110005

پہلا باب

ہگلی ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب تین طالب علموں کو سرمایہ ناز کہتے
تھے وہ الگ الگ راستہ سے روزانہ ایک ایک میل کی مسافت طے کر کے
اسکول پیدل آیا کرتے تھے تینوں میں گہری دوستی تھی تینوں نے ایک معمول
بنا رکھا تھا کہ وہ راستہ میں ایک برگد کے پیڑ کے نیچے اکٹھے ہوتے تھے اور
وہاں سے اسکول جایا کرتے تھے۔ ان تینوں کے گھر ہگلی کے مغربی گوشے میں
واقع تھے۔ جگدیش سرسوتی کا پل پار کر کے ڈیرا گاؤں سے آتا تھا اور
سمالی اور راس بہاری آس پاس کے دو دیہات کرشن پور اور [illegible]
سے آیا کرتے تھے جگدیش جس طرح ان تینوں میں زیادہ انکسار پسند تھا
اسی طرح اس کی مالی حالت بھی سب سے بری تھی اس کے پتا برہمن
تھے اور پنڈت تھے۔ ججمانوں سے خیرات لیکر اور بیاہ شادی کرا کر وہ
اپنی زندگی بسر کر رہے تھے۔ سمالی ایک خوش حال گھرانے سے
تعلق رکھتا تھا۔ اس کے پتا کو لوگ کرشن پور کا زمیندار کہتے تھے۔
راس بہاری کی حالت بھی اچھی تھی۔ زمیں جائداد، کھیتی باڑی

تالاب، باغ باغیچہ ـــــ ان باتوں کے ہوتے اچھی گذر بسر ہو جاتی تھی
ان تمام ذرائع کے موجود ہونے پر بھی یہ لوگ کے شہر میں مکان کرایہ پر نہیں
لے سکتے تھے وہ گرمی، بارش اور آندھی میں اتنی دور سے پیدل چل کر
آیا کرتے تھے اور اس کی ایک وجہ تھی۔ اس زمانہ کے والدین اتنی تکلیف
کو تکلیف نہیں سمجھا کرتے تھے ان کا یہ خیال تھا کہ ذرا سا دکھ نہ اٹھایا جائے
تو ماں سرسوتی مہربان نہیں ہوتی برگد کے پیڑ کے نیچے بیٹھے ہوئے تینوں
دوست بیروز پہ بھی حلف اٹھاتے کہ وہ زندگی بھر ایک دوسرے سے الگ
نہیں ہوں گے کبھی شادی نہیں کریں گے ـــــ وکیل بن کر تینوں ایک ہی
مکان میں رہا کریں گے اس کے علاوہ وطن کی خدمت کریں گے۔
یہ تو بچپن کی بات تھی ـــــ سچائی آخر کس روپ میں سامنے آئی؟
وہی قصہ آپ کو سنانا چاہ رہا ہے ـــــ بستی میں ٹھہراؤ بی اے کی
کلاس میں پیدا ہوا ـــــ ان دنوں کلکتہ میں ـــــ کا بہت اثر و رسوخ
تھا پرانے سماج سے بغاوت کا بہت زور تھا جس کے سامنے کوئی ٹک نہ
پائے لوگ کے ٹھہر سکے ـــــ اس زبردست دھارے کی رو میں بہہ
گئے ـــــ راس بہاری اور بن مالی جس انداز سے برہم سماج میں داخل
ہوتے اس انداز سے ہلکے پھلکے اس میں شامل نہ ہو سکا ـــــ لیت و لعل
کرنے لگا۔ وہ سب سے ہوشیار اور باشعور تو تھا لیکن کمزور تھا اس کے
علاوہ اس کے پتا جی تک زندہ تھے۔ بن مالی اور راس بہاری اس
خیال سے آزاد ہو چکے تھے ـــــ کچھ عرصہ ہوا پتا کی وفات پر بن مالی
کرشن پور کا زمیندار بن چکا تھا۔ اور راس بہاری بھی ادھار میں ہی ساری
جائیداد کا واحد مالک ہو چکا تھا تھوڑی ہی مدت کے بعد دونوں دوستوں

نے بیاہ کیا اور اپنی بیوی کے ساتھ اپنے گھر واپس آ گئے
جگدیش کو ایسی آسانی حاصل نہ ہو سکی اس نے وکالت پاس کی اور ایک
غریب برہمن کی گیارہ سال کی بیٹی سے شادی کر کے وہ وکالت کرنے
کے لئے الہ آباد چلا آیا ـــ باقی رہ گئے دو دوست ـــ انہیں جو کام
کلکتہ میں بہت آسان معلوم ہوا تھا وہ گاؤں میں بہت دشوار معلوم ہو رہا
تھا ۔ ـــ بیوی سسرال میں گھونگھٹ نہیں نکالتی تھی جوتے اور موزے
پہن کر گھر سے باہر نکلتی تھی لوگ یہ تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہو جاتے تھے ۔
سارے گاؤں میں کانا پھوسی ہونے لگی تھی کوئی مجبوری کی حالت ہی
میں ایسی بیوی ہمراہ گاؤں میں رہ سکتا تھا ـــ بن مالی
کے پاس ذرائع موجود تھے ـــ اس لئے اس نے گاؤں چھوڑ کر کلکتہ
میں رہنا شروع کر دیا ـــ صرف زمینداری پر ہی دارومدار نہ رکھا
بلکہ بیوپار کا بھی آغاز کر دیا ۔

راس بہاری کی آمدنی قلیل تھی وہ ہر ایک ذلت برداشت
کرتا ہوا اپنے گاؤں کے گھر ہی میں رہا ۔ اس طرح تینوں دوستوں میں
ایک الہ آباد ، ایک کلکتہ اور ایک رادھاپور میں رہنے لگے ان
کے وہ پرانے خواب خاک میں مل گئے کہ وہ عمر بھر اکٹھے رہیں گے ، شادی
نہیں کریں گے ، ایک ہی صندوق میں پیسے جمع کریں گے اور ملک و قوم
کی خدمت کریں گے ـــ کافی دن گذر گئے ـــ اس مدت کے
دوران تینوں دوست آپس میں کبھی ملتے تو ان کے درمیان بچپن کی محبت
کچھ زیادہ نمایاں نہیں ہوتی ـــ جگدیش کے یہاں بیٹا پیدا ہوا ۔ اس
نے الہ آباد سے بن مالی کو اس خبر سے مطلع کرتے ہوئے لکھا :

"— اگر تمہارے یہاں بیٹی پیدا ہوئی تو اسے اپنے
بیٹے کی بہو بناؤں گا — تمہیں کے احسانات کا بدلہ
اسی طرح چکا سکوں گا — تمہارے ہی کرم ہی سے
میں وکیل بن کر الہ آباد میں پرمسرت زندگی بسر کر رہا ہوں۔
میں اس بات کو ہرگز بھول نہیں سکتا —!"
سی مالی بابو نے اس کے جواب میں لکھا۔
"— میں تمہارے بیٹے کی درازیٔ عمر کا خواہاں ہوں —
— میرے یہاں کسی بیٹی کے پیدا ہونے کا کوئی امکان
نہیں — اگر کسی درویش کی دعا سے میں اولاد کا منہ
دیکھ سکا تو تمہیں ضرور اطلاع دوں گا —!"
یہ خط لکھ کر سی مالی بابو دل ہی دل میں ہنس پڑے کیونکہ دو برس پہلے
ان کے دوسرے دوست رام بہاری کے یہاں بیٹا پیدا ہوا تھا تو اس نے بھی
یہی بات ان کو لکھی تھی — ان کا کاروبار چمک اٹھا تھا اور سی مالی
بابو کا شمار کروڑپتیوں میں ہوتا تھا — ہر کوئی ان کی بیٹی اپنے
گھر لانے کی فکر میں تھا۔

میں دو چار مہینے پہلے کی نہیں پچیس برس پہلے کی کہانی لکھ رہا ہوں
— سی مالی بابو اب بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔ کئی برسوں سے
بیمار چلے آ رہے ہیں اور چارپائی پر پڑے ہیں انہیں ایسا محسوس ہوتا
ہے کہ اب وہ چارپائی سے اٹھ نہیں سکیں گے۔
وہ ابتدا ہی سے [illegible] اس سال میں انہیں صرف اس

بات کا دکھ ہے کہ۔۔ اپنی اکلوتی بیٹی وجے کی شادی کرنے کا موقع حاصل
نہیں کر سکے ایک بار زمیندار کروده اچانک وجے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر بولے۔
"میرے ہاں کوئی بیٹا نہیں ـــــ مجھے اس بات کا ذرا بھی دکھ نہیں تو ہی
سب کچھ ہے ـــــ تیری عمر ابھی اٹھارہ برس کی نہیں ہوئی ـــــ تیرے
سر پر اپنی ساری جائیداد کا بوجھ ڈال کر جاتے ہوئے میں قطعاً خوفزدہ
نہیں ہوں ـــ تیری ماں نہیں ـــــ تیرا کوئی بھائی نہیں ـــ چچا تاؤ
اور دادا نہیں ـــــ اس کے باوجود میں جانتا ہوں کہ میری ہر ایک چیز
محفوظ رہے گی ـــــ میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں بیٹی ـــــ
جگدیش چاہے کچھ بھی کیوں نہ کرے ۔ وہ چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ میرا
بچپن کا ساتھی ہے ـــــ اس کا ایک بیٹا ہے ۔ میں نے اسے اپنی
آنکھوں سے تو نہیں دیکھا ـــ لیکن سنا ہے کہ بہت ہی اچھا ہے۔ اس
کے باپ نے اگر کوئی قصور کیا ہے تو اس کے عوض اسے مایوس نہ کرنا۔
میری یہی آخری التجا ہے ـــ!"

وجے نے روتے ہوئے گلے سے کہا:۔

"بابو جی ـــــ میں تمہارا حکم ہرگز نہ ٹالوں گی جگدیش بابو جتنے دن
زندہ رہیں گے انہیں آپ کے برابر سمجھوں گی لیکن ان کے نہ رہنے پر ساری
جائیداد ان کے بیٹے کے لئے کیسے وقف کر دوں ـــــ؟ وہ اگر پڑھا لکھا
ہے تو پھر اپنے باپ کا قرضہ ضرور چکا سکے گا۔"

س بال لال نے اپنی بیٹی کی طرف غور سے دیکھا اور بولے
"قرضہ تھوڑا تو نہیں ہے بیٹی ـــــ وہ آخر لڑکا ٹھہرا۔ نہ چکا سکا تو؟"

بیٹی نے جواب دیا۔

"جو بیٹا اپنے باپ کا قرضہ نہیں چکا سکتا وہ سپوت نہیں کپوت ہوتا ہے باوجی ــــ ایسے شخص کو سہارا دینا اچھا نہیں ــــ!"

من مالی لال اپنی تعلیم یافتہ اور رعب وجمال رکھنے والی بیٹی سے آگاہ تھے ــــ اس لئے انہوں نے زیادہ سختی نہ کی ــــ انہوں نے ایک لمبا سانس لیکر کہا۔

"ہر ایک بات میں جھگڑوں کو اپنے سامنے رکھ کر جو سمجھا سکتا ہوں کہ بیٹی میں تمہیں کوئی خاص ہدایت دیکر اسکا پابند نہیں بنانا چاہتا۔!"

یہ کہہ کر وہ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گئے ــــ انہوں نے پھر ایک لمبا سانس لیا اور بولے۔

"جانتی ہو بیٹی ــــ جب یہ جگدیش واقعی انسان کہلائے جانے کا مستحق تھا تو اس نے تمہارے پیدا ہونے سے پہلے ہی تمہیں اپنے بیٹے کیلئے مانگ لیا تھا۔ میں نے بھی وعدہ کر لیا تھا ــــ" من مالی لال نے کن انکھیوں سے اپنی بیٹی کی طرف دیکھا۔

من مالی کی بیٹی بچپن ہی میں اپنی ماں سے بچھڑ گئی تھی ــــ وہی اس کے پتا بھی تھے اور وہی اس کی ماں تھے۔ اس لئے وجنتی نے ان کو اپنی ماں سمجھ کر ہمیشہ ان سے لاڈ پیار کیا تھا۔ اس نے کہا۔

"باوجی ــــ تم نے وہاں سے وہ وعدہ کیا تھا دل سے نہیں۔!"

"کیوں بیٹی ــــ؟"

"اگر تم نے دل سے وعدہ کیا ہوتا تو کیا ایک بار بھی اسے اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لئے نہ جاتے ــــ؟"

بس ماں نے کہا۔

جب میں نے راس بہاری سے پہلا کہ لڑکا اپنی ماں کی طرح کمزور ہے اور ڈاکٹر اس کے زیادہ دیر تک جینے کی امید نہیں رکھتے تو میں نے قریب ہوتے ہوئے بھی اسے دیکھنے کی خواہش نہ کی ــــ وہ یہیں کلکتہ ہی میں بی اے میں پڑھ رہا تھا۔ اس کے بعد میں اپنی بیماری کی پریشانی کے باعث اس سے ملنے کی بات سوچ ہی نہ سکا ــــ لیکن اب سوچتا ہوں کہ مجھ سے شدید غلطی ہوئی ــــ میں تجھ سے سچ کہتا ہوں وجے اسی وقت میں نے تمہارے متعلق منگلیس سے اپنے دل کے ساتھ وعدہ کیا تھا ــــ ""

ذرا سے توقف کے بعد انہوں نے کہا۔

"آج سے ساری دنیا یہ کہتی ہے کہ منگلیس سیاہ کار، جواری اور شرابی ہے ــــ لیکن ایک وقت تھا جب یہ منگلیس ہی ہم سب سے زیادہ نیک ہوا کرتا تھا ــــ تعلیم اور دیانت کے اعتبار سے نہیں بیٹا ــــ یہ دونوں خوبیاں تو سینکڑوں لوگوں میں ہوتی ہیں ــــ اس نے مجھ سے جتنی محبت کی ہے اتنی کسی اور نے آج تک نہیں کی ــــ یہ محبت ہی اس کی موت بن گئی۔ مجھے اس کی بہت سی خرابیوں کا حال معلوم ہے ــــ مجھے وہ بات ابھی تک نہیں بھولتی ــــ بیوی کی موت پر وہ پاگل ہو گیا ــــ تیری ماں کی بات کو دل میں جگہ دیکر میں دل ہی دل میں اس کو خراج تحسین ادا کئے بغیر نہ رہ سکا تھا ــــ اس کی بیوی پاک دامن اور عصمت مآب تھی۔ اس نے مرنے سے پہلے شہید کو پاس بلا کر کہا تھا ــــ بیٹا میں دعا دیتی ہوں کہ بھگوان پر تیرا اعتقاد ہمیشہ قائم رہے۔ یہ سنا ہے کہ ماں کی

[illegible] نہیں جاتی ـــــ سریندر نے اس عمر ہی میں بھگوان کے
[illegible] کرنا سیکھ لیا ہے ـــــ آدمی اگر اس طرح کر سکے تو پھر
اس کے لیے کوئی بھی خاص بات نہیں رہتی بیٹی ـــ"

وجے نے پوچھا۔

"تو کیا اس دنیا میں بھی سب سے بڑا مقصد ہے ـــ؟"

مالی بابا بوڑھے کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ـــــ اچانک انہوں نے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر اپنی بیٹی کو چھاتی سے لگا لیا اور بولے۔

ہاں یہی سب سے بڑا مقصد ہے دنیا کے اندر اور دنیا کے باہر ساری کائنات میں اس سے بڑا مقصد اور کوئی نہیں ہے۔ وجے ـــــ تم شاید یہ مقصد حاصل کر سکو یا نہ کر سکو ـــــ میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ جس نے یہ مقصد پا لیا ہے تم اسی کے قدموں میں رہو۔

اس دن وجے اپنے پتا کے سینے پر اور مٹی پڑی ہوئی تھی۔ اسے یوں محسوس ہوا کہ کوئی بہت ہی نرم اور پاکیزہ نگاہوں سے اس کے پتا کے دل کے اندر سے اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا ہے ـــــ اس پر حیرت و استعجاب کا عالم چھا گیا۔

مالی نے کہا۔

"لڑکے کا نام سریندر ہے ـــــ باپ کے مرنے سے سنا ہے کہ وہ ڈاکٹر ہو گیا ہے مگر ڈاکٹری نہیں کرتا ـــــ اگر وہ اس ملک میں ہوتا تو تمہیں [illegible] ملا کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ـــ"

وجے نے پوچھا۔

"اس وقت وہ کہاں ہیں ـــ؟"

س مالی نے کہا۔

اپنے ماتوں کے پاس رہا ہیں ــــ اس وقت میں حلگذ نیدے سی ہوئی ساری باتیں بتانے کی قوت نہیں رکھتا ــــ لیکن دو چار باتیں بتا سکتا ہوں زمیدریں ابھی ماں کی ساری صفات ہیں ۔ بھگوان کرے ــــ وہ جہاں کہیں بھی ہو بندہ رہے اور خوش رہے"

اتنے میں نوکر نے آکر تی ملائی ولاس بابو کے آنے کی خبر دی اور چلا گیا۔

"اچھا اب تم بیچے جاؤ بیٹی ــــ میں ذرا آرام کر لوں" س مالی بابو نے کہا۔

دیچے جب تپا کا تکیہ ٹھیک کرکے اس کے پیروں پر شال دیکر اور اس کی آنکھوں پر روشنی کی اوٹ کرکے پیچھے پلٹ گئی تو اس کے تپا کے سینے سے ایک لمبی سانس نکل گئی ــــ ولاس کی آمد کی خبر سن کر بیٹی کے چہرے پر جو سرخی دوڑ گئی تھی وہ بہت ہی معنی خیز تھی ــ!

ولاس بہاری ـ اس بہاری کا بیٹا ہے ــــ وہ کلکتہ میں پہلے ایف اے لیں پڑھتا تھا ۔اب بی اے میں پڑھ رہا ہے ۔س مالی برہم سماج کو ترک کرنے کے بعد کبھی گاؤں نہیں گئے تھے ــــ کاروبار کو پھیلانے کے بعد انھوں نے گاؤں میں اپنی زمینداری بھی بڑھالی تھی جس کی دیکھ بھال کا کام راس بہاری کے سپرد کر دیا تھا ۔ ولاس بہاری اس سلسلے میں گھر میں آیا جایا کرتا تھا وہ گھر میں کیوں زیادہ آنے جانے لگا اس بات کا پتہ بعد میں چلا۔

دوسرا باب

بن مالی بابو کے انتقال کو دو مہینے گزر چکے ہیں۔ اپنے کلکتے کے اتنے وسیع و عریض مکان میں وجے اب اکیلی ہے۔ اس کی گاؤں کی زمینداری کی دیکھ بھال راس بہاری ہی کر رہے ہیں اور وجے کے نگراں بن گئے ہیں۔ وہ چونکہ گاؤں میں رہتے تھے اس لئے وجے کی خبرگیری کا بوجھ ولاس بابو پر آن پڑا ہے ـــــ درحقیقت ولاس بابو ہی اس کے نگراں بن بیٹھے ہیں۔

ان دنوں جو ہم کہتے ہیں "حق و صداقت" کے الفاظ خوب استعمال ہوتے تھے۔ غیر ممالک سے پڑھ کر آتے ہوئے ہندو نوجوان جب ماں، باپ دیوی دیوتاؤں اور سماج کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے، برہمو سماج میں اپنا نام درج کرواتے تو یہی الفاظ انہیں سہارا دیتے تاکہ وہ اپنا سر بلند رکھ سکیں وہ کہا کرتے۔

"ہم جس بات کو سچا سمجھیں گے وہی کریں گے۔ ماں کے آنسوؤں اور پتا کی سرد آہوں کی پرواہ نہیں کریں گے۔ ہم ان کمزوریوں پر ہر ممکن طریقے سے قابو پائیں گے ورنہ ہمیں تجلی حاصل نہیں ہو گی،"

دجے رے بھی ایسی ہی تعلیم پائی تھی۔
آج دلاس مالوگاؤں سے بوڑھے شرابی ھگدلیس مالو کی موت کی خبر لائے تھے۔ ھگدلیس مالو اس کے پتا کے دوست تھے۔ دلاس مالو نے جب یہ بتایا کہ ھگدلیس شرابی کر مستی کے عالم میں گر کر مر گئے تو اس وقت بر ہم دھرم "کے حق و صداقت" والے اصول کو یاد کر کے دجے رے اپنے پتا کے بدنصیب دوست کے ملاف ہوتے صحیح کر نفرت کا اظہار کرنے میں ذرا سی ہچکچاہٹ نہ دکھائی۔ دلاس نے کہا۔
ھگدلیس۔ میرے پتا کے بھی لنگوٹیے دوست تھے۔ لیکن وہ اسے مدت تک نہیں لگاتے تھے۔ دو بار روپیہ ادھار مانگنے آئے تھے لیکن پتاجی نوکر سے کہہ کر اسے دھکا دے کر نکال باہر کیا تھا۔ وہ ہمیشہ کہا کرتے ہیں ان سیاہ کاروں کے ساتھ کسی قسم کی رعایت کرنا بھگوان کے سامنے گناہ کرنے کے مترادف ہے۔"
"بالکل ٹھیک۔" دجے رے ہاں میں ہاں ملائی۔
اس حوصلہ افزائی پر دلاس بولا۔
"چاہے کوئی دوست ہی کیوں نہ ہو۔ کمزوری کا اظہار کر کے برہم سماج کے آدرشوں کو گزند پہنچانا ٹھیک نہیں ہے۔ ھگدلیس کی ساری جائیداد اب قانون کی رو سے ہم لوگوں کی ہے۔ اس کا بیٹا اگر اپنے پتا کا قرضہ چکا دے تو اچھی بات ہے۔ ورنہ قانونی طور سے اس کی ساری جائیداد پر ہمیں قبضہ کر لینا چاہیئے۔ صورت میں یہ جائیداد کیوں چھوڑ دی جائے۔ ہم اس روپے کو صرف نیک کاموں میں لگا سکتے ہیں یہ ہم سماج کے کسی لڑکے کو ولایت پڑھنے کیلئے بھیج سکتے ہیں۔

دھرم کے پرچار کا مددوبت کر سکتے ہیں۔ غرضیکہ بہت سے کام کر سکتے ہیں پھر کیوں نہ ایسا کیا جائے۔؟ ایک بات اور بھی تو ہے کہ جگدیش بابو اور ان کا بیٹا ہمارے برہم سماج سے تعلق نہیں رکھتے۔ ان پر رحم کیا جائے تو کیوں کیا جائے ــــــ ؟ آپ ہی اجازت حاصل کرتے ہی پتاجی سارا معاملہ ٹھیک کر دیں گے۔ انھوں نے مجھے اسی لئے آج آپ کے پاس بھیجا ہے "

اپنے پتا کے آخری الفاظ یاد کر کے وجے سوچ میں پڑ گئی ــــــ وہ فوراً جواب نہ دے سکی ــــــ وجے کو کشمکش میں دیکھ ولاس بابو نے ملدآوارانہ میں کہا۔

نہیں نہیں میں آپ کو ہرگز ٹال مٹول نہیں کرنے دوں گا کشمکش پر یہ کمزوری کی نشانی ہے۔ گناہ ہے۔ گناہِ عظیم ہے ــــــ میں نے دل ہی دل میں یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اس کے مکان آپ کے نام کرا دوں گا۔ گاؤں میں برہم مندر کا سنگِ بنیاد رکھوں گا اور اس طرح اس بدنصیب گاؤں کے احمق لوگوں کو سچے دھرم سے ہمکنار کروں گا۔ آپ ذرا سوچئے تو سہی ان گاؤں والوں کی بیوقوفی کی آگ ہی سے بچنے کے لئے تو آپ کے مرحوم والد گاؤں چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے۔ ان کی بیٹی ہو کر کیا آپ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ان احمقوں کو بیدار کیا جائے؟ آپ میری اس بات کا جواب دیجئے ــــــ "

وجے بیقرار ہو اٹھی ــــــ ولاس نے کہا ملدآوارانہ میں کہا۔

سارے ملک میں آپ کا نام ہو گا چاروں دھرم پھیل جائے گی ــــــ ذرا سوچئے تو سہی ــــــ یہ میری ذمہ داری۔ ہندوؤں کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ برہم سماج میں بھی انسان ہوتے ہیں ایسے انسان جھکے ہیں

دل ہوتا ہے اور جو بے غرض ہوتے ہیں۔ جس مہاتما کو انھوں نے گاؤں سے
نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کی بیٹی ابھی لوگوں کے لئے اتنا بڑا ایثار کر رہی ہے۔
ہمارے ملک پر کتنا اثر ہوگا — ذرا سوچ لیجئے —" یہ کہہ کر ڈلاس ہماری
بے سامنے پڑی ہوئی میز پر زور سے ہاتھ مارا — اس کی باتیں سنتے ہوئے
وہ خیالوں میں کھو گئی تھی — اٹھارہ برس کی لڑکی کے لئے اس قدر شہرت
حاصل کرنا غیر ممکن تھا — اس نے پوچھا۔

"سنا ہے لڑکے کا نام سریدر ہے؟ اس وقت وہ کہاں ہے؟
کیا آپ کو معلوم ہے —؟"

"جانتا ہوں — اپنے بدنصیب باپ کی موت کے بعد گھر آیا ہوا
ہے —!"

"شاید آپ کا ان سے تعارف ہے۔؟"

"تعارف — آپ مجھے کیا سمجھتی ہیں —؟ ذرا رہنے تو مس جی۔
ڈلاس نے وجے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا — میری تو سمجھ میں نہیں آیا کہ
جگدیش مکرجی کے بیٹے کے ساتھ کیونکر متعارف ہو سکتا ہوں — ہے۔
اس دن راستے میں ایک پاگل جیسے آدمی کو دیکھ کر مجھے حیرانی ہوئی تھی۔
لوگوں نے بتایا کہ وہی سریدر مکرجی ہے —!"

وجے نے حیرت زدہ لہجہ میں پوچھا۔

"پاگل —! سنتے ہیں کہ وہ ڈاکٹر ہے —!"

ڈلاس نفرت سے سارے منہ کو سکیڑتے ہوئے بولا۔

"بالکل پاگل — ڈاکٹر ہے —؟ مجھے تو یقین نہیں آتا۔

بڑی بڑی دوربینوں سے کھینچی جا سکتی ہے — یہ ہے اس کی صورت اس کا حلیہ —!"

ولاس سمجھتا تھا کہ شکل و صورت پر مارگریٹ کا مرحب اس کو اختیار تھا وہ موٹا اور ٹھگنا تھا — اس کا بدن گٹھیلا تھا — وہ کچھ اور کہنا ہی چاہتا تھا کہ دیجے نے اسے روکتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا ولاس بابو — اگر ہم جگدیش بابو کے مکان پر قبضہ کرلیں تو گاؤں میں کیا کوئی ہنگامہ تو پیدا نہیں ہو جائے گا —؟"

ولاس نے بے تپاک لہجہ میں کہا۔

"بالکل نہیں — ان چھ سات دیہات میں آپ کو ایک بھی ایسا آدمی نہیں ملے گا جسے سرا پا جگدیش بابو سے ذرا بھی ہمدردی ہو — اس کے گاؤں میں تو کوئی اس کے لئے "ہائے" کرنے والا بھی نہیں" اور پھر اس نے ہنس کر کہا "اگر ایسا نہ بھی ہو تب بھی میرے جیتے جی آپ کو کوئی فکر نہیں کرنا چاہئیے — آپ کو ایک بار اپنے گاؤں میں ضرور جانا چاہئیے —!"

دیجے نے حیرت سے پوچھا — "کیوں —؟ میں تو کبھی وہاں گئی نہیں —!"

ولاس نے مدھم آواز میں کہا۔

"اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ آپ کو وہاں جانا چاہئیے — رعایا کو ایک بار موقع دیجئے کہ وہ اپنی مہارانی کے درشن کر سکے — میں تو سمجھتا ہوں کہ رعایا کو اس کے اس حق سے محروم کرنا گناہ ہے —!"

دیجے کے چہرے پر شرم کی سرخی دوڑ گئی — وہ سر جھکائے ہوئے

کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ ولاس بیچ ہی میں بول اٹھا: اس میں آنا کانی کرنے
کی ضرورت نہیں ۔۔۔ ایک بار سوچ کر دیکھئے آپ کے وہاں کتنے کام کرنے
ہوں گے ۔۔۔ میں یہ کہنے میں ذرا سی جھجک محسوس نہیں کر رہا ہوں کہ آپ
کے پتا ان دیہات کے مالک تھے لیکن وہ کچھ پاگل کتوں کے ڈر سے وہاں
عمر بھر واپس نہ گئے ۔۔۔ کیا انہوں نے یہ ٹھیک کیا۔ کیا یہی ہمارے پریم سماج
کا آدرش ہے ۔۔۔ نہیں ۔۔۔ یہ سماج کا آدرش نہیں ہے"

ویجے چند لمحوں کے لئے خاموش رہنے کے بعد بولی۔
"میں نے پتا جی کے منہ سے سنا تھا کہ ہمارا گاؤں کا گھر تو رہنے کے
قابل ہی نہیں ہے ۔"

ولاس نے کہا۔
"آپ ایک بار صرف ہاں کر دیں کہ آپ وہاں جائیں گی تو میں دس
دن کے اندر ہی اسے رہنے کے قابل بنا دوں گا ۔۔۔ مجھ پر یقین کیجئے ۔
میں جی جان سے ایسی کوشش کروں گا کہ وہ مکان آپ کی شان کے شایاں
ہو جائے گا۔ دیکھئے ایک بات میرے دل میں کئی روز سے اکھڑ رہی ہے آپ
سامنے ہوں تو میں دنیا پلٹ سکتا ہوں ۔۔۔"

ویجے کو رضامند کر لینے کے بعد ولاس وہاں سے چلا گیا ۔۔۔ اس کے
جانے کے بعد ویجے وہیں خاموش بیٹھی رہی ۔۔۔ وہ اپنے گاؤں میں
آج تک کبھی نہیں گئی تھی ۔۔۔ اس نے گاؤں کے بارے میں اپنے پتا
سے کئی کہانیاں سنی تھیں۔ لیکن ان پر کبھی کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ لیکن
آج وہ ساری کہانیاں اچانک اسے یاد آ گئیں ۔۔۔ اس کے گاؤں کے
مکان اس کے کلکتہ کے مکان سے زیادہ وسیع اور خوبصورت نہیں تھے۔ لیکن

سات پشتوں سے دہی مکاں اس کے باپ دادا کا مسکن رہے ہیں۔
انہوں نے اگر وہاں اپنے سکھ اور دکھ کے دن کاٹ دیئے تھے تو اس کے
دن کیوں نہیں کٹ سکیں گے

گلی کے سامنے تین مرلے والے مکان کی آڑ میں سورج غائب ہوگیا۔
اسے اپنے پتا کی بہت سی باتیں یاد آگئیں —— ایک روز آرام کرسی
پر بیٹھے بیٹھے انہوں نے سرد آہ بھر کر کہا تھا۔

"اپنے گاؤں کے گھر میں یہ دکھ میں نے پایا تھا وجے۔ وہاں
کسی سہ مرلہ مکان کی چھت نے سورج کو میری آنکھوں سے کبھی اوجھل
نہیں کیا تھا —— جبرا بھی میں اپنی ان دونوں آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں
کہ ہمارے گھر کے عقب میں ندی کا پانی ڈوبتے سورج کی سنہری کرنوں
سے جھلملا رہا ہے —— ندی کے دوسری طرف جہاں تک نظر جاتی ہے۔
میدان ہی میدان ہے —— سورج غروب ہو رہا ہے اور لوگ اپنا دن
کا کام کر کے گھر جا رہے ہیں۔ گھر میں ان لوگوں کو پہچانتا نہیں ہوں۔
گاؤں میں کبھی سورج یوں ہی ڈوبتا تھا۔ وہاں بھی لوگ دن بھر کا کام کر کے
گھروں کو لوٹتے تھے۔ گھر میں ان کو کیا ان ڈھور ڈنگروں تک کو جانتا
تھا ... اس قدر عیش و آرام موجود ہونے پر بھی ان کا دل اس گاؤں
کے لئے رو پڑتا تھا جسے وہ چھوڑ آئے تھے —— آج وِلاس گاؤں
کی طرف رخ کی توجہ مرکوز کر کے چلا گیا تھا۔

وِلاس بابو کی نگرانی میں اس گھر کی مرمت کی جانے لگی جسے مالی
بابو بہت عرصہ ہوا چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ کلکتہ سے ریل گاڑیوں میں لد کر

وہ خبریں آنے لگیں جنہیں لوگوں نے پہلے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا ــــ
زمیندار کی اکلوتی بیٹی اپنے گھر میں رہنے کے لئے آئے گی ۔ یہ خبر صرف کرشنا پور
ہی میں نہیں رادھاپور، برج پور اور ڈیٹا وغیرہ دیہات میں آگ کی طرح
پھیل گئی ــــ ایک ہلچل سی مچ گئی ــــ زمیندار کا گھر کے پاس رہا لوگوں
کو ہمیشہ برا لگتا تھا اور وہ زمیندار کی عدم موجودگی سے مانوس ہو سکے تھے
زمیندار کا گھر پھر آباد ہو رہا تھا ــــ لوگوں کو ایسا محسوس ہوا جیسے
ان کے ساتھ بہاری، انصافی ہو رہی ہے ــــ ٹھیک ہے راس بہاری کے
تمام بندوبست کے تحت ان کے دکھوں کی پہلے ہی کوئی کمی نہیں تھی ۔
اور اب زمیندار کی بیٹی واپس گاؤں آرہی تھی ــــ نہ جانے اب
وہ کیا کہرام بپا کرے گا ــــ لوگ میدان، گلی محلے اور گھاٹ پر یہی باتیں
کرنے لگے ۔

لوگوں کے دلوں میں ڈر اور تشویش نے ڈیرا ڈال دیا ــــ بوڑھے
زمیندار میں ابھی تک دل زندہ رہتے تھے ۔ لوگوں کے لئے دکھ میں بھی سکھ تھا ۔
جو کوئی بھی ان کے پاس کلکتے پہنچ جاتا تھا کبھی ناکام واپس نہیں آتا تھا
زمیندار کی لڑکی نوعمر اور گرم مزاج ہے ــــ گاؤں کے لوگوں میں یہ بات
بھی پھیل چکی تھی کہ راس بہاری کے بیٹے کا زمیندار کی بیٹی کے ساتھ بیاہ
ہوگا ــــ وہ میم صاحب ہے ــــ راس بہاری اور بھی ظلم توڑے گا ۔
لوگ یہ سوچ رہے تھے کہ ان کے دل کو چین نصیب نہیں ہوگا تنہا دھاری
پر بھی کبھی رنجیدہ تھا اور جنیو کے بغیر تو در کبھی عمر دہ تھے ۔ برسات کا
موسم اسی خوف اور تشویش میں بیت گیا ۔

سردیوں کے آغاز میں ایک سہانی صبح کو زمیندار کی بیٹی دو گھوڑوں والی

والی مٹی میں بیٹھ کر سیکڑوں مردوں اور عورتوں کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی
سامنے بنگلی اسٹیشن سے اپنے پیا کے پرانے گھر میں چلی آئی۔
ایک بنگالی کی بیٹی ہے — اٹھارہ انیس برس گذر چکے ہیں پھر بھی
شادی نہیں ہوئی — کلیم کھلا ہوتے اور سودے بیچتی ہے۔ کھانے پینے
میں کوئی تمیز نہیں کرتی — لوگ خلوت میں اس کی اس طرح غیبت
ہونے لگے — لوگ پانچ چھ دن تک مدرا نے لاتے رہے — ایک
دن دیکھے تب جائے لیکر پیچھے میکیف میں دلاس باور کے ساتھ زمین
اور جائیداد کے متعلق بات چیت کر رہی تھی تو ذکر نے آکر بتایا۔
ایک صاحب ملنا چاہتے ہیں —"
دیپتے نے کہا۔
"یہاں بلا لاؤ —"
جب سب لوگ مدرا لیکر آرہے تھے اس نے ان کے بارے میں کچھ
زیادہ نہیں سوچا تھا — لیکن جب چند لمحوں کے بعد نوکر کے پیچھے اس
نے نووارد کو دیکھا تو وہ دم بخود رہ گئی — اس کی عمر تیس بائیس
برس کی تھی — وہ لمبے ڈیل ڈول کا آدمی تھا لیکن قد کے اعتبار سے
اس کا جسم توانا نہیں تھا — دبلا پتلا تھا — اس نے کرتہ نہیں
پہن رکھا تھا — ایک چادر اوڑھ رکھی تھی جس میں سے جنیو جھانک
رہا تھا وہ بڑے سادہ انداز میں نمستے کر کے ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔
اس سے پہلے جو آدمی ملنے آتا تھا وہ مدرا کا روپیہ ہاتھ میں لیکر ڈرتے
ڈرتے اندر آتا تھا — نووارد کے انداز میں ذرا سی بھی ہچکچاہٹ نہیں
تھی — اس کی آمد پر صرف دیپتے ہی حیران نہیں ہوئی تھی دلاس بھی

سوچتا رہ گیا تھا ۔۔۔ دوسرے گاؤں میں رہنے کے باوجود
بلاس سارے لوگوں کو پہچانتا تھا ۔
"میرے ماموں پورن گنگولی آپ کے پڑوسی ہیں یہ ساتھ والا
مکان ان ہی کا ہے ۔۔۔ میں یہ سن کر حیران رہ گیا کہ ان کے باپ دادا
سے وقت سے چلی آتی ہوئی درگا پوجا آپ بند کرا رہی ہیں ۔۔ اس
کا کیا مطلب ہے ۔۔۔ ؟"
یہ کہہ کر وہ دیپچے کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا سوال اور اس
کے پیچھے کا ڈھنگ پر دیپچے چونک پڑی۔ دل ہی دل میں اس نے بل کھایا
کھایا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔
جواب بلاس نے دیا اس نے بڑے روکھے پن سے کہا ۔
"آپ اپنے ماموں کی جانب سے جھگڑا کرنے آئے ہیں۔ لیکن یہ تو
بھول جائیے کہ آپ کس سے بات کر رہے ہیں ۔۔ !"
نوارد نے دبی زبان میں ہنستے ہوئے کہا ۔
"میں بھولا نہیں ہوں ۔۔۔ اور جھگڑا کرنے بھی نہیں آیا ہوں ۔
مجھے اس بات پر یقین نہیں آیا۔ اس لئے محض اپنی واقفیت بڑھانے کی
خاطر یہاں آیا ہوں ۔۔۔ !"
بلاس نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا ۔
"یقین کیوں نہیں آیا ۔۔۔ ؟"
نوارد نے کہا ۔
"کیسے یقین آ سکتا ہے ۔۔۔ اپنے پڑوسی کے مذہبی عقیدہ میں

خواہ مخواہ مداخلت کرنا۔ ایسی بات پر یقین نہ کرنا ہی اچھا ہے!
مذہب اور دھرم پر بحث کرنا ملاس کی بچپن ہی سے عادت تھی اس
کے لئے دھرم بحث کا بہت ہی پیارا موضوع تھا۔ اس نے گرمجوشی سے
طنزآمیز لہجے میں کہا۔
"اگر آپ کسی بات کو دھرم کہیں گے تو سب اسے ماننے سے رہے
ـــــ بت پرستی ہمارے نزدیک دھرم نہیں ہے اور ہم اسے پسند کرنا بھی
نا انسانی نہیں سمجھتے ـــــ"
نروادے بڑے غور سے وجے کے چہرے کی طرف دیکھ اور کہا۔
"کیا آپ کا بھی یہی خیال ہے ـــــ؟"
اس کے اس سوال پر وجے کے دل پر چوٹ لگی۔ لیکن اس نے اپنے
جذبات چھپاتے ہوئے اطمینان سے جواب دیا۔
"آپ اس کے خلاف میرے خیالات جاننے کے لئے آئے ہیں؟"
ملاس نے بڑے فخر سے ہنس کر کہا۔
"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے ـــــ مگر یہ تو ایک غیر ملکی شخص ہیں بہت
ممکن ہے کہ آپ کے متعلق وہ کچھ بھی نہ جانتے ہوں ـــــ"
نروادے چند لمحوں تک خاموشی سے وجے کے منہ کی طرف دیکھا اور
پھر کہا
"میں مسٹر ملاس نہیں ہوں ـــــ لیکن یہ ٹھیک ہے کہ اس گاؤں کا بھی
رہنے والا نہیں ہوں ـــــ اس کے باوجود مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی۔
بت پرستی کی بات آپ کے منہ سے نہیں نکلی ـــــ پھر کبھی میں "وجود"
اور "عدم وجود" کا سوال نہیں اٹھاؤں گا ـــــ آپ لوگ برہمن سماجی

ہیں ـــــ میں یہ بھی جانتا ہوں ـــــ لیکن گاؤں کے لوگ مہم ساجی نہیں ہیں ـــــ گاؤں میں ہی تو ایک بوجا ہے ـ گاؤں کے لوگ سارا سال ان تین دنوں کا انتظار کرتے رہتے ہیں "
اسا کہہ کر اس نے وجے کی طرف کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا ـ
"یہ گاؤں آپ کا ہے ـــــ آپ کی رعایا آپ کی سنتان ہے ـ گاؤں کے لوگ آپ سے یہی تو امید کرتے رہتے ہیں کہ آپ آئیں گے تو ان کی مسرت میں سو گنا اضافہ ہو جائے گا لیکن اس کے برعکس آپ ان کے دلوں میں دکھ بھر دیں گے اور ان کو بے کسی سے ہمکنار کر دیں گے اس پر کوئی یقین کرے تو کیسے کرے ـــــ ؟"
وجے اس بات کا کوئی جواب نہ دے سکا ـــــ کمی رعایا کے الفاظ سن کر اس کا نازک دل کرب و اضطراب سے لبریز ہو گیا ـ ایک لمحہ کے لئے اس کے منہ سے بھی کوئی بات نہ نکلی ـــــ ملاس ماؤ وجے کی اس خاموشی کی طرف دیکھ کر دل ہی دل میں کسمسائے اور پھر نووارد سے مخاطب ہوئے ـ
"آپ نے بہت سی باتیں کہی ہیں ـ میں "وجود" اور "عدم وجود" کے بارے میں آپ سے بحث کروں تو اس کے لئے بہت ـ ہمت چاہیئے ـ مجھے کوئی اعتراض نہیں اگر آپ کے ماموں گھر میں بیٹھ کر چھوٹی اکیس مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں ـــــ لیکن مجھے تو اعتراض ان باتوں پر ہے کہ وہ مسلسل تین راتیں ڈھول پیٹ پیٹ کر دیہاتی میدھراپ کریں گے "
نووارد نے ہنستے ہوئے کہا ـ
"ڈھول دن رات تو بجتے نہیں ـــــ اور تہوار کے موقع پر تھوڑا بہت

شور و غل اور ہنگامہ تو رہتا ہی ہے ۔۔۔۔ !!“ اور پھر اس نے خاص طور پر
مسز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔۔ ”یہ کوئی اڑچن نہیں ۔۔۔ اگر اڑچن
ہے بھی تو ہونے دیجئے ۔۔۔ آپ ابھی دنیا کی ماں ہیں۔ ان کا خوشی سے شور
شور و غل آپ برداشت نہیں کریں گی تو اور کون کرے گا ۔ ؟“
مسز دستور خاموش بیٹھی رہی ۔۔۔۔ ملاس ہچکی ہنسی ہنستے
ہوئے بولا ۔

”آپ در تو اپنا مطلب نکالنے کے لئے بچوں اور ماں کی تشبیہ دیتی۔
میں پوچھتا ہوں اگر آپ مسلمان ہو کر اپنے ماموں کے کانوں میں مرثیہ خوانی
شروع کر دیتے تو کیا آپ کے ماموں کو اچھا لگتا ۔۔۔ ؟ خیر سمجھ میں ہو۔
ہمارے پاس اس فضول کو اس کے لئے وقت نہیں ہے ۔۔۔ پتا جی
نے حکم دیا ہے ۔۔۔ اس کی تعمیل ہوگی ۔۔۔ میں انہیں کلکتہ سے
لایا ہوں ۔ اس لئے ڈھول ڈھکے سے ان کے کان بہرے نہیں
ہونے دوں گا ۔۔۔ ہرگز نہیں ہونے دوں گا ۔۔۔ !!
اس کی اونچی طرز اور سخت سے ضد پر لو دارد کی آنکھوں میں ذرا سی
چمک پیدا ہوئی ۔۔۔ اس نے ملاس کی طرف منہ کر کے کہا ۔
میں نہیں جانتا کہ آپ کے والدین کون ہیں اور کس نے انہیں لوگوں کو
دنیا کو جانے منع کرنے کا اختیار دیا ہے لیکن آپ نے محرم کی شور و ڈھنگی
تشبیہ دی ہے اس کے سلسلے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر ہندوؤں کے
ڈھول تاشے ہوتے تو کیا آپ انہیں روک لیتے ۔۔۔ ؟ اگر آپ روکتے تو وہ
کسی سراسر ظلم ہوتا ۔۔“
ملاس کرسی سے اچھل پڑا اور آگ بگولہ ہو کر چیختے ہوئے بولا ۔

"میرے پتا کے بارے میں ذرا سنبھل کر بات کرو — میں یہ کہے دیتا
ہوں ورنہ اچھی — اسی وقت میں تمہیں دوسرے ڈھنگ سے بھی سمجھا
سکتا ہوں کہ وہ کون ہیں اور کیا اختیار رکھتے ہیں —!"
نووارد نے ملاس کے چہرے کی طرف حیرت سے تو دیکھا مگر کسی قسم کے
خوف کا اظہار نہ کیا — خوف کے آثار وجے کے چہرے پر نظر آ رہے تھے —
شرم اور غصہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا — نووارد ایک لمحہ کے
لیے ملاس کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اس نے سر سے پاؤں تک ملاس
کا جائزہ لیکر وجے کی طرف منہ کر کے بولا۔
"میرے ماموں بڑے آدمی نہیں ہیں — وہ پوجا کا اہتمام کسی بڑی
سادگی سے کریں گے — پھر بھی آپ کی رعایا سال بھر کے شدید انتظار
کے بعد یہ تہوار منا رہی ہے۔ عوام کے نزدیک کیف و مسرت کا پیامبر
ہے — ہو سکتا ہے آپ کو کچھ تکلیف ہو — لیکن اپنی رعایا کے
لیے کیا آپ اتنی بھی برداشت نہیں کر سکیں گی —؟"
ملاس غصے کے مارے پاگل ہو گیا — اس نے سامنے پڑی ہوئی
میز پر زور سے مکا مارا اور چیخا —
"نہیں — نہیں برداشت کر سکیں گی — ہرگز برداشت نہیں
کر سکیں گی۔ میں ان کسانوں کا پاگل پن سہنے کے لیے رشتہ داری
نہیں کرتا — تم اگر اور کچھ نہیں کہنا چاہتے تو جاؤ — ہم لوگوں کا
وقت خراب نہ کرو —"
یہ کہہ کر اس نے ہاتھ سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔
اس غیظ و غضب پر نووارد کچھ دیر خاموش رہا۔ وجے نے

اپنے پتا سے یوں ہی تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ اس نے بڑے پرسکون انداز
میں ملاسی کے منہ کی طرف دیکھا اور کہا۔

"آپ کے پتا بیٹی کی طرح مجھ سے پیار کرتے ہیں۔ اس لئے شاید انہوں نے
دل کی بات ظاہر کر دی ہے۔ لیکن میں کہتی ہوں کہ اگر دو چار دن شور و غل
رہے گا تو حرج ہی کیا ہے۔"

ابھی بات پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ملاسی نے بلند آواز میں مخالفت کی
"وہ ایسا شور و غل ہے کہ آپ برداشت نہیں کر سکیں گی ——— آپ
جانتی نہیں ہیں اس لئے ———"

رجنی نے حد درجہ شانتی سے کہا

"شور و غل ہو گا تو ہونے دو ——— میرا دل تو رہے گا ——— آپ میری
تکلیف کی پرواہ نہ کیجئے ——— فرض کیجئے کہ اگر ہم کلکتہ میں ہوتے تو پھر
آپ کیا کرتے ——— ؟ وہاں تو تھوڑی دیر کالج کے پاس تو بلیر ڈھلتی رہتی
ہے ——— خاموش ہو کر سب کچھ سننا پڑتا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے اجنبی نوجوان کی طرف دیکھا اور ہنستے ہوئے کہا۔
"آپ اپنے ماموں سے کہہ دیجئے کہ وہ ہر روز جس ڈھنگ سے پوجا
کرتے ہیں اسی طرح بھی اسی ڈھنگ سے پوجا کر سکتے ہیں مجھے قطعاً
کوئی اعتراض نہیں ہے ———"

ملاسی بابو اور نوجوان دونوں ہی بھونچکے رہ گئے انہوں نے پھٹی
پھٹی آنکھوں سے رجنی کی طرف دیکھا۔

"اب آپ جا سکتے ہیں ———" رجنی نے دونوں ہاتھ اٹھا کر بڑی
سادگی سے نمسکار کیا۔ اجنبی اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے اٹھ کھڑا ہو گیا۔

ـــــ اس نے دیجے کا شکریہ ادا کیا اور اسے سکار کیا ـــــ پھر بلاس کو مسکار کرتا ہوا باہر چلا گیا۔ بلاس نے غصّہ کے مارے اپنا منہ پھیر لیا اور اس کی نمستے قبول نہ کی۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی یہ نہ جان سکا کہ وہ اجنبی ان کی سب سے بڑی آسامی جگدیش کا بیٹا سریندر ناتھ تھا

تیسرا باب

نریندر کے چلے جانے پر وجے ایک لمحہ کے لئے خاموش رہی
اچانک اس نے سر اٹھایا اور اس کے رخساروں پر ایک ہلکی سی سرخی دوڑ گئی
ملاسن کی نظر کسی دوسری طرف نہ جمی ہوتی تو اس کے تعجب کی کوئی حد نہ رہتی
وجے نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہماری بات تو پوری نہ ہوئی — آپ کے پتا کی کیا رائے ہے۔
کیا وہ تعلقہ لے لیا جائے — ؟"

ملاسن کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ اس نے وہیں کھڑے کھڑے
کہا — "ٹھیک ہے —!"

وجے نے پوچھا۔

"اس میں کچھ گڑبڑ گھوٹالہ تو نہیں —؟"

"نہیں —!"

وجے نے دوبارہ پوچھا "کیا آج وہ اس طرف آئیں گے۔؟"

ملاکس نے جواب دیا۔

"میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔۔۔۔"

وجے نے ہنس کر کہا۔

"آپ ناراض ہو گئے کیا۔۔۔۔؟"

اس دفعہ ملاکس نے منہ پھیر کر بڑی سنجیدگی سے کہا

ناراض ہونے پر بھی پتا کی توہین بیٹے سے برداشت نہیں ہو سکتی؟

اس بات سے وجے کے دل پر چوٹ لگی پھر بھی اس نے مسکراتے ہنستے ہوئے کہا۔

"اس کی توہین ہوتی ہے۔۔۔۔ یہ غلط خیال آپ کے دل میں کیسے پیدا ہوا۔۔۔۔؟ انھوں نے پیار سے یہ سوچا ہوگا کہ مجھے تکلیف ہوگی۔ لیکن میں نے انہی سے صرف اتنا کہہ دیا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی اس میں توہین یا تذلیل کی کوئی بات نہیں ملاکس بابو۔۔۔"

وجے کی اس رائے سے ملاکس کی سنجیدگی میں ذرا سی کمی آ گئی۔

اس نے سر ہلا کر جواب دیا۔

"یہ بات نہیں ہے۔۔۔۔ آپ اپنی جاگیر کی ذمہ داری خود سنبھالنا چاہتے ہیں۔۔۔۔ یہ اچھی بات ہے۔ لیکن مجھے اپنے پتا کو اس بات کی اطلاع دینی ہوگی ورنہ میں اپنے فرض میں کوتاہی کروں گا۔۔۔۔"

اس غیر موقع رائے زنی پر وجے دم بخود رہ گئی۔۔۔۔ اسے غصہ بھی آیا لیکن اس نے صبر سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"ملاکس بابو مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ اس معمولی بات کو اتنا اہم سا لیں گے۔۔۔۔ یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اچھا اگر نا سمجھی کی بات

مجھ سے کوئی قصور ہو گیا ہے۔ تو میں اسے تسلیم کرتی ہوں۔ آئندہ
ایسی کوئی بات نہ ہو گی۔"
یہ کہہ کر ونجے نے ملاس کی طرف دیکھتے ہوئے ایک سرد آہ بھری
۔۔۔ اس نے سوچا تھا کہ قصور تسلیم کرنے کے بعد بات ختم ہو جاتی ہے پھر کچھ
اور کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی ۔۔۔ لیکن اسے معلوم نہیں تھا کہ
کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو دوسرے کے قصور یا کوتاہی کو اپنی
مقصود کی گرفت بنا لیتے ہیں اور ہمیشہ کے لئے اسے بغض سا کر اپنے دل
میں جذب کر لیتے ہیں۔"
ملاس بابو نے کہا۔
"تو پھر ہولی گنگولی سے یہ کہہ دیجئے کہ راس بہاری بابو نے
حکم دیا ہے اسے روکنا اس کی طاقت سے باہر ہے۔"
اس وقت ونجے کی نگاہوں کے سامنے اس شخص کی فطرت
بے نقاب ہو گئی ۔۔۔ وہ چند لمحوں تک خاموش رہی اور پھر اس
نے آہستہ سے کہا۔
"یہ کیا سراسر ناانصافی نہ ہو گی ۔۔۔ ؟ میں خط لکھ کر ان کی
رائے معلوم کئے لیتی ہوں ۔۔۔"
"رائے لینا یا نہ لینا برابر ہے ۔۔۔ اگر آپ ان کو سارے
گاؤں میں ذلیل و خوار کرنا ہی چاہتی ہیں تو پھر مجھے اپنا فرض
پورا کرنا ہو گا ۔۔۔!"
ونجے کا دل غصہ سے ابلنے لگا لیکن اس نے اپنے آپ
پر قابو پاتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔ "آپ کونسا فرض پورا کریں گے؟"

ادا

ذرا اپنی بھی تو سنو نا!"

بلاس بولا۔

"یہی کہ وہ آپ کے رشتہ [illegible] سودا میں [illegible]

[illegible] ایسے زیورات پائیں گے۔"

"کیا آپ سمجھتے ہیں کہ [illegible]

"میں کوشش کروں گی۔"

وجے نے تھوڑی دیر [illegible] رہنے کے بعد دوسری [illegible]

پھیر کر کہا۔

"بہت اچھا۔ آپ [illegible] میں کسی کی [illegible]

رسوم میں مداخلت نہیں کروں گی۔" [illegible]

وجے کے لب و لہجہ میں [illegible]

رہا تھا۔ بلاس نے بڑی تیزی سے کہا۔

"اگر آپ کے پتا زندہ ہوتے [illegible]

وجے پھر چونک پڑی۔ [illegible]

اور کہا۔

"اپنے پتا کے متعلق میں تم سے [illegible]

میرے جانے کا وقت ہو گیا ہے۔ میں اب [illegible]

یہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ بلاس [illegible]

اس نے بناوٹی شرافت کا نقاب جو اوڑھ [illegible]

چہرے پر سے اتر گیا اور اس نے طنز آمیز لہجہ میں کہا۔

"عورت ذات بڑی نمک حرام ہوتی ہے۔"

وجے دروازے کی طرف بڑھ چکی تھی [illegible]

مسالۃ دالس آن اور پھر بلاس کے منہ کی طرف ایک لمحہ کے لیے دیکھنے کے بعد کچھ کہے بغیر کمرے کے باہر چلی گئی۔ بلاس رگھر ڈوں پانی پڑ گیا۔

بلاس محض اپنے پتا کی فرما سرداری کا ثبوت دینے کے لیے وجے سے شادی نہیں کر رہا تھا ــــ ایسے لوگوں کا یہ عام رویہ ہوتا ہے کہ بات چاہے ہی معمولی کیوں نہ ہو اسے خواہ مخواہ بہت بڑا ساکر کر کے سناتے ہیں اور جو خود دہ ہوا سے مزید حرفزدہ کرکے لذت حاصل کرتے ہیں لیکن جب دراسا بھی توصا محسوس کئے بغیر وجے اس کو حقیر سا کر چلی گئی تو وہ خود ہی اپنی دلفریبی میں بہت بے بضاعت ہو کر رہ گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا اور پھر ماتھے پر کاسک کا ٹیکہ لگوا کر وہاں سے چلا آیا۔

تیسرے پہر داس ہاری اپنے بیٹے کے ہمراہ وجے سے ملنے آیا ــــ وہ بولے۔

" یہ اچھا کام نہیں ہوا بیٹی ــــ میری مرضی کے خلاف تم نے اہیسا درگا پوجا کی اجازت دیکر میری سخت توہین کی ہے۔ خیر جانے دو شاری جائیداد تمہاری ہے ــــ مجھے کوئی کیمپج تال کرنے کی ضرورت نہیں ــــ مگر اپنی خودداری کو برقرار رکھنے کے لیے مجھے الگ ہونا ہی پڑے گا۔ میں صرف تنا تار ہا ہوں ــــ !"

وجے نے کوئی جواب نہ دیا ــــ اس نے خاموش رہ کر گیا قصور تسلیم کرلیا۔ راس ہاری نے شرم پڑ کر جائیداد کا سوال اٹھایا ــــ التعلقہ خریدنے کی رائے کو رد کر دیا اور راس نے کہا۔

" گلدستہ کا مکان جب تم نے دان میں دیدیا ہے تو درگا پوجا کی بیٹیاں ختم ہوتے ہی اس کا دخل لے لیا ہوگا۔ کیا جیا نا ہے۔؟"

وجے نے سر جھکا کر کہا۔
"آپ جو ٹھیک سمجھیں گے وہی ہوگا ۔۔۔ کیا ان کے قرض ادا کرنے کی میعاد ختم ہو چکی ہے ۔۔۔؟"
راس بہاری نے کہا۔
"اسے ختم ہوتے تو بہت دن ہو چکے ہیں ۔۔۔ جگدیش نے اپنا ادھر اُدھر کا قرضہ چکانے کے لئے ہی تو تمہارے پتا سے آٹھ برس کا وعدہ کر کے رہن نامہ لکھ دیا تھا ۔۔۔ شرط یہ تھی کہ اس مدت میں اگر قرض چکا دیا جائے تو اچھا ہے ورنہ اس کے باغ تالاب اور اس کی ساری جائیداد تمہارے پتا کی ہو جائے گی ۔۔۔ آٹھ برس بیت چکے ہیں یہ نواں سال چل رہا ہے ۔۔۔!"
وجے کچھ دیر تک سر جھکائے ہوئے خاموش بیٹھی رہی اور پھر اس نے کہا۔
"سنا ہے ان کا بیٹا یہیں ہے ۔۔۔ کیا اسے بلا کر تھوڑا سا وقت اور نہ دے دیا جائے، شاید وہ کوئی انتظام کر سکے ۔۔۔!"
راس بہاری نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"وہ کوئی انتظام نہیں کر سکتا ۔۔۔ اگر وہ کر سکتا تو ۔۔۔"
پتا کی بات ختم نہیں ہونے پائی تھی کہ بلاس اچانک گرج اٹھا۔
وہ بھی تک صبر کئے بیٹھا تھا ۔۔۔ لیکن اب شاید صبر اس کے ہاتھ سے چھوٹ چکا تھی ۔۔۔ "وہ اگر انتظام کر بھی سکتا ہو تو ہم اسے وقت کیوں دیں۔ کیا روپے لیتے ہوئے اس شرابی کو ہوش نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے اور قرض کس طرح چکائے گا ۔۔۔!"

وجے نے ایک بار بلاس کی طرف اور پھر راس بہاری کے بیٹے کی طرف
دیکھتے ہوئے پُر سکون مگر مضبوط لہجے میں کہا۔
وہ تیا جی کے گہرے دوست تھے ــــــ وہ مجھے اس کے
سلسلہ میں دھیرج سے کام لینے کی ہدایت کر گئے ہیں ــ!"
بلاس پھر گرجا۔
"وہ ہرا ہدایت کر گئے ہوں مگر . . ."
راس بہاری نے بیٹے کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔
"تم چپ رہو، بلاس ــ!"
بلاس نے جواب دیا۔
"میں برداشت نہیں کر سکتا ــ چاہے کوئی بار اس ہو یا وشن
میں سچی بات کہتے ہوئے کسی سے نہیں ڈرتا ــ!"
راس بہاری دونوں فریقین کو منانے کی غرض سے ہنستے ہوئے
اور بار بار سر ہلاتے ہوئے بولے۔
"یہ تو ٹھیک ہے ــــ یہ ہمارے سماج کا اصول بھی ہے۔
میں اور تمہارے تیا حکومت کے خلاف ہوتے ہوئے سچائی سے پیچھے
نہیں ہٹتے تھے۔"
وجے نے کہا۔
مرنے سے پہلے تیا جی مجھے ہدایت کر گئے ہیں کہ میں قرض وصول کرنے
کی خاطر کہیں ان کے دوست کا گھر نہ بیچ دوں ــ!"
یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ــــــ اسے
چچا تیا یاد آ گئے تھے ــ!

"اگر تمہارے پتا کو اتنا ہی خیال تھا تو وہ خود ہی اس کا قرض کیوں نہ معاف کر گئے ۔۔۔؟"
وجے نے ملاسں کے سوال کا جواب دیئے بغیر راس بہاری بوسہ کی طرف دیکھا اور کہا۔
"یہ میری خواہش ہے کہ جگدیش بابو کے بیٹے کو ملوایا جائے اور اسے سب باتیں بتا دی جائیں ۔۔۔!"
راس بہاری بابو کے جواب دینے سے پہلے ہی ملاسں بڑی ڈھٹائی کے ساتھ بول اٹھا۔
"اگر اس نے مزید دس برس کی مہلت مانگ لی تو پھر؟ کیا تم اتنی مہلت دیدوگی ۔۔۔؟ اگر یہ بات ہے تو پھر سماج کو تقویت دینے کی امید سمندر کی گہرائی میں غرق کر دینا ہوگی ۔۔!"
وجے نے اس کے اس سوال کا کبھی جواب نہ دیا اس نے راس بہاری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
"آپ ایک بار جگدیش بابو کے بیٹے کو ملوائیے۔ اس سلسلے میں اس کی کیا خواہش ہے ۔۔۔ کیا یہ جاننا ضروری نہیں ۔۔۔!"
راس بہاری بابو بہت ہی گھاگ تھے ۔۔۔ وہ اپنے بیٹے کی جھلاہٹ پر دل ہی دل میں بل کھا رہے تھے۔ لیکن پھر بھی اپنے بیٹے کی بات رکھنے کے لیے انہوں نے تمہید باندھی اور بڑی نرمی سے کہا۔
"دیکھو بیٹی ۔۔۔ تم دونوں کے بیچ میں بولنا تیسرے آدمی کا کام نہیں ۔۔۔۔۔۔ آج تم دونوں کے خیالات میں کچھ اختلاف ہے کل یہ دور ہو جائے گا ۔۔۔ لیکن ایک بات تو کہنی ہی پڑے گی ۔۔

اس معاملہ میں تم ڈول رہی ہو ـــــ میں نے کئی بار دیکھا ہے کہ رسیدار کی
ملانے کے کام میں تجھے بھی ملاس کے سامنے ہار ماننی پڑی ہے ـــــ تم ہی
بتاؤ ـــــ کس کی غرض بڑی ہے ـــ تمہاری یا جگدیش مالو کے بیٹے کی ـــ
اگر وہ قرض چکا سکتا تو کیا وہ ایک بار خود تمہارے پاس آکر کوشش
نہ کرتا ـ اسے معلوم ہے کہ تم ان گاؤں میں موجود ہو ـــ اب ہم اگر جھک کر
اسے ملا سکھیں گے تو وہ ضرور ایک لمبی مہلت مانگے گا ـــ نتیجہ یہ ہوگا کہ
وہ روپے نہیں دے سکے گا اور تم دونوں یہاں جو سماج کی تنظیم قائم
کرنا چاہتے ہو وہ کبھی قائم نہیں ہو سکے گی ـــ بیٹی ! ـــ اچھی طرح سوچ
سمجھ کر دیکھو ـــ کیا یہ ٹھیک ہے یا نہیں ـــ ؟"

دیجے خاموش بیٹھی رہی ـــ اس کے دل میں جنم لینے والے
خیالات کا اندازہ لگانے کے لئے بڈھے راس بہاری نے کہا۔

" وہ اگر خود آکر مہلت مانگے گا تو پھر ہم سوچ لیں گے ـــ لیکن اسے
بلانا ٹھیک نہیں ـــ کیا کہتی ہو بیٹی ـــ ؟"

دیجے نے سر ہلا کر کہا۔

"بہت اچھا ـــ !"

دیجے کے اس جواب سے صاف ظاہر تھا کہ اس نے مشورہ تو قبول کر لیا
تھا مگر اپنی صاف رضامندی کا اظہار نہیں کیا تھا ـــ راس بہاری
نے آج وجے کو اچھی طرح پہچان لیا کہ یہ لڑکی کم عمر سہی لیکن اپنے آپ کو اپنے
پتا کی جائیداد کی واحد مالک سمجھتی ہے ـــ اسے بس میں کرنے کے لئے
کافی وقت درکار ہوگا ـــ راس بہاری نے سوچا ـــ ابھی تم پہلی ہی بات
پر اتنی کھینچا تانی کرنے کی ضرورت نہیں ـــ انہوں نے شام کی

پرام تنفا کا بہانہ کیا اور اٹھ کھڑے ہوئے ——— رجے پرنام کرنے کے بعد کرسی چھوڑ کر کھڑی ہو گئی۔ راس بہاری آشیرواد دے کر چلے گئے۔ وہ چند لمحوں تک خاموش کھڑی رہی۔ ادھر جرا س نے کہا۔
"مجھے بہت سی چٹھیاں لکھنی ہیں۔ آپ کو تو مجھ سے کوئی کام تو نہیں؟"
بلاس نے بڑے مضبوط لہجہ میں کہا۔
"نہیں۔ — کچھ نہیں — آپ جا سکتی ہیں۔!"
"کیا آپ کے لئے چائے بھجوا دوں —؟"
"نہیں ——— کوئی ضرورت نہیں ———!"
اچھا ——— نمسکار ———! یہ کہہ کر رجے نے دونوں ہاتھ جوڑے اور کمرے کے باہر چلی گئی۔

دبڑا میں جگدیش بابو کا گھر سرسوتی ندی کے دوسرے کنارے پر واقع تھا۔ ندی کنارے بانس کی جھونپڑیاں تھیں جس کی وجہ سے ان کا مکان ان بابو کے مکان کی چھت سے نظر نہیں آتا تھا ——— اس دفعہ سردیوں کے ختم ہوتے ہی سرسوتی ندی کا پانی سوکھ گیا تھا۔ کسانوں کے آنے جانے کی پگڈنڈی بھی ان کی پیروں کی رگڑ سے دن بدن چوڑی ہوتی جا رہی تھی ——— آج اس راستے پر تیسرے پہر رجے اپنے بوڑھے دربان کنہیا سنگھ کے ہمراہ سیر کو نکلی تھی ——— اس پار کے ببول، بانس اور کھجور کے پیڑوں میں سے ڈوبتے ہوئے سورج کی کرنیں چھن چھن کر رجے کے چہرے پر پڑ رہی تھیں ——— ندی کے دونوں کناروں کے منظر کو دیکھتے ہوئے اچانک ان کی نگاہ اس طرف جا پڑی جہاں بانسوں سے پل بنایا جا رہا

تھا۔ اسی پل کے قریب ہی ایک شخص کنارے پر بیٹھا مچھلیاں پکڑ رہا
تھا۔ قدموں کی آہٹ پاکر اس شخص نے سر اٹھایا۔ اور پھر وجے
نمسکار کیا — ہیں اس وقت سورج کرنوں سے وجے کا چہرہ سرخ
ہوگیا۔ مچھلیاں پکڑنے والا شخص پورن بابو کا رہی کما سپاہی تھا جو ان
دن ماموں کی طرف سے درخواست لیکر آیا تھا — وجے کو نمسکار
کرنے کے بعد وہ پاس آگیا اور مسکراتے ہوئے بولا۔
"شام کو ٹہلنے کے لئے ندی کا کنارہ کوئی بری جگہ تو نہیں ہے
لیکن ملیریا کا ڈر ہے۔ شاید آپ کو کسی نے اس بات سے خبردار نہیں کیا" وہ
وجے گر دل پاہا کر بولی۔
"نہیں —!! اور پھر دوسرے ہی لمحہ اس نے اپنے آپ کو
سنبھالا۔ اور مسکراتے ہوئے اس نے کہا۔ آدمی جان بوجھ کر تو ملیریا کا
شکار نہیں ہوتا — میں تو تیر اشنان میں یہاں چلی آئی ہوں مگر آپ
تو دیدہ و دانستہ ندی کے کنارے بیٹھے ہیں — ذرا میں بھی تو
دیکھوں کہ آپ نے کون کون سی مچھلیاں پکڑی ہیں —!!"
اس شخص نے ہنس کر کہا۔
"سنگھاڑا مچھلی — مگر دو گھنٹے میں صرف دو مچھلیاں ہاتھ لگی ہیں
محنت کے دام بھی پورے نہیں ہوئے — آپ کی طرح میں بھی
یہاں ایک پردیسی ہوں۔ یہاں میری کسی کے ساتھ جان پہچان نہیں
ہے۔ اس لئے دل گذارنے کے لئے کوئی نہ کوئی شغل تو چاہیئے!"
"میری بھی یہی حالت ہے" وجے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ آپ کا
گھر شاید پورن بابو کے گھر کے قریب ہی ہوگا —؟"

اس نے کہا

نہیں۔" اور پھر ہاتھ سے ندی کے اس پار اشارہ کرتے ہوئے بولا۔
"میرا گھر ڈیڑا گاؤں میں ہے اس مالس کے پل پر سے جانا پڑتا ہے۔"
گاؤں کا نام سنکر وجے نے پوچھا۔
"تو پھر شاید آپ جگدیش بابو کے بیٹے سریدر بابو کو ضرور جانتے ہونگے۔"
اس شخص نے اثبات میں سر ہلایا تو وجے ذرا اور پوچھ بیٹھی۔
"وہ کیسے آدمی ہیں؟ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔؟"
وجے کو اپنے اس سوال پر خود حیرانی ہوتی۔ وہ ذرا شرما گئی۔
اس شخص کی نگاہوں سے اس کا حجاب پوشیدہ نہ رہا۔ اس شخص نے
ہنستے ہوئے کہا۔
اس کا گھر تو آپ نے قرض کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ اسا
اس کے بارے میں کچھ پوچھنے کا کیا فائدہ۔ آپ نے جس مقصد کے لئے
وہ مکان لیا ہے۔ گاؤں کے سارے لوگ اس سے بھی واقف ہیں۔"
"مکان لے لیا گیا ہے۔" وجے نے حیران ہوکر کہا۔ شاید اس
طرف اس بات کا پرچار کیا جا رہا ہے۔"
اس نے کہا۔
"پرچار تو ہو رہا ہے۔ جگدیش بابو نے آپ کے پتا کو رہن نامہ
لکھ کر دیا تھا۔ ان کے بیٹے کی اتنی طاقت نہیں کہ روپیہ ادا کر سکے
میعاد بھی ختم ہو چلی ہے۔ وہ اس بات کو جانتا ہے۔"
"مکان کیسا ہے۔؟"
"برا نہیں ہے۔ کافی بڑا ہے۔ جس مقصد کے لئے

سوچتے ہوں گے کہ اس سے کیا فائدہ ہوگا ـــــ اسا انہیں کون گھ
میں رہنے دے گا ـــــ "

کچھ دن اور انہیں گھر میں رہنے دیا جاسکتا ہے قرض چاہے
کتنا ہی کیوں نہ لیا ہو کسی کو گھر سے نکال باہر کرنے میں تکلیف تو ہوتی
ہی ہے ـــــ آپ کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ انہیں اچھی طرح
جانتے ہیں ـــ کیا یہ سچ ہے ـــ؟"

وہ شخص زور سے ہنسا لیکن اس نے منہ سے کچھ نہ کہا ـــ اس
وہ پل کے قریب پہنچ چکے تھے ـــــ اس نے مچھلی پکڑنے کی منسی ہاتھ میں
لیتے ہوئے کہا۔

'ہمارے گاؤں کو ہمارا ستہ جاتا ہے ـــ نمسکار ـــــ "

اس نے ہاتھ کا بل پار کیا اور درختوں کے جھنڈ میں وا تو پگڈنڈیوں
پر دو پوست ہوگیا

لوڑھے ٹوکر کہنیا سگھ نے وجے کو گود میں کھلا کر اور بیٹھ پیلا دکر پالا
تھا ـــــ اس کی حیثیت صرف دربان کی نہیں رہی تھی۔ اس نے نزدیک
آکر پوچھا ـــ یہ بابو کون ہے بیٹی ـــ؟"

وجے خیالات میں اتنی کھوئی ہوئی تھی کہ اس نے لوڑھے ٹوکر کی
بات سنی ہی نہیں ـــــ ندی کے کنارے ووشد لکا پھیلتا جارہا تھا۔
وجے سوچ رہی تھی کہ وہ شخص کون تھا ـــــ اس ایک کہ
اس سے ملاقات ہوگی ـــــ ؟"

چوتھا باب

"ہم نے اسے نوٹس دیا ہے اور ہم ہی اسے رد کر دیں ـــــ دوسرے لوگ کیا کہیں گے ـــــ ذرا سوچ سمجھ لو بیٹی ـــــــــــ" راس بہاری بوس نے کہا۔

دیجے بولی۔

"اس مقصد کا انہیں ایک خط کیوں نہیں لکھ دیتے۔ مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ وہ بے عزتی کے خوف سے یہاں آنے کا قصد نہیں کرتا ـــــ!"

"کیسی بے عزتی ـــــ؟" راس بہاری نے پوچھا۔

"وہ سوچتا ہوگا کہ ہم اس کی التجا رد کر دیں گے ـــــ!"

راس بہاری نے طنز کرتے ہوئے کہا۔

"وہ کوئی مغرور آدمی نظر آتا ہے ـــــ کیا ہم اسے اپنے سر پر لاد کر گھر میں رہنے کی اجازت دیں گے ـــــ؟"

کوئی حرج نہیں۔ کسی پر ترس کھاتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرنی چاہیئے۔"
لیکن ہم نے سماج کی ستاج قائم کرنے کا جو ارادہ کیا ہے اس کا کیا ہوگا؟"
ہم کوئی دوسرا انتظام بھی تو کر سکتے ہیں۔"
راس بہاری نے دل میں تلملاتے ہوئے لیکن اوپر سے ہنستے ہوئے کہا۔
"تمہارے پتا کا روپیہ چھوڑ گئے ہیں۔ تم دوسرا انتظام بھی کر سکتی ہو۔ یہ میں جانتا ہوں۔ لیکن اتنی بات تو مجھے سمجھا دو کہ جس شخص کو آج تک تم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے اس کے لیے تم ہماری ناراضگی کی پرواہ کرتے ہوئے اتنی فکر کیوں کر رہی ہو۔ بھگوان کی دیا سے تمہاری اور بھی تو رعایا ہے۔ اور بھی تو آسامیاں ہیں۔ کیا ان کے لئے بھی تم یہ انتظام کر سکو گی۔ اس بات کا جواب دو مجھے۔"
میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ پتا جی نے بستر مرگ پر مجھے کیا ہدایت کی تھی۔ اس کے علاوہ میں نے سنا ہے کہ۔ "
کیا سنا ہے؟"
وجے نے کسی دوا کی ایجاد کے لئے ریندر ناتھ کی کوشش کا ذکر نہ کیا۔ اس نے صرف اتنا کہا۔
'میں نے سنا ہے کہ ان کو برادری سے خارج کر دیا گیا ہے۔ وہ اپنے کسی رشتہ دار کے یہاں بھی نہیں رہ سکتے۔ وہ نے گھر

ہو جائیں گے۔ یہ سوچتے ہوئے مجھے دکھ ہوتا ہے۔"

"اگر اس بات پر اتنی سی عمر میں تمہیں اتنا دکھ ہوتا ہے تو مجھے اس عمر میں کتنا دکھ ہو سکتا ہے کیا تم اس کا اندازہ لگا سکتی ہو بیٹی — ہمارے سامنے ایک بہت بڑا آدرش ہے — اس کی خاطر ہمیں ایسے دلی جذبات پر بھی قابو پانا ہوگا — بابا جی تھیا جس ذمہ داری کا اتنا بڑا بوجھ مجھ پر ڈال گئے ہیں وہ مجھے آخری دم تک اٹھانا پڑیگا اس کام میں کتنا ہی دکھ کیوں نہ ہو، برداشت کرنا پڑے گا۔ یا تو تم مجھے ذمہ داری کے فرائض سے مکمل طور پر سبکدوش کر دو یا اسے چلانے کے لئے مجھے پورے اختیار دو — میں تمہاری مداخلت برداشت نہیں کروں گا۔"

رتنا چپ چاپ سر جھکائے بیٹھی رہی — پتا کے تصور پر بیٹے کو بے گھر بنا دینا — رتنا کا دل نہیں مان رہا تھا۔ ایسا کرنا ظلم کرنے کے برابر ہے — اسے اس بات کا بھی احساس تھا کہ گاؤں میں برہم مندر کے قیام کی آڑ لیکر بلاس بہاری اپنے پتا راس بہاری کے ذریعہ توڑ رہا تھا — لیکن وہ خود دیکر اپنی بات منوانے کی ہمت کبھی نہیں رکھتی تھی —

راس بہاری خاموش رہے — رتنا بھی تھوڑی دیر کے لئے چپ رہی — اس نے اپنی اس خاموشی سے اپنی نیم رضامندی کا اظہار کر دیا۔ لیکن اس کے اندر چھپی ہوئی عورت کا دل راس بہاری کے خلاف حقارت اور اس کے خلاف نفرت سے لبریز ہو گیا —

راس سہاری کاروباری آدمی تھے ۔۔۔ انہیں معلوم تھا کہ ملک کو شکست دینے کے بعد اس سے سولہ آنے کی بجائے آٹھ آنے وصول کرنا عقلمندی نہیں ۔۔۔ انہوں نے سوچا پورا فائدہ اٹھانے کا یہی موقع ہے وہ تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد ہنس کر بولے ۔

"بیٹی ۔۔۔! تمہاری ایمی چیز ہے ۔۔۔ تم اسے دان کر دو گی تو میں بھلا مخالفت کیوں کروں گا ۔۔۔ ؟ بلاس نے جو کچھ کرنا چاہا تھا وہ اپنے فائدے کے لئے نہیں تھا ۔۔۔ کسی بار اشکی کے باعث نہیں تھا ۔۔۔ وہ تو اپنا فرض ادا کر رہا تھا ایک دن میری جائیداد اور تمہارے پتا کی جائیداد تم دونوں کے ہاتھ لگے گی میری یہی خواہش ہے کہ تم دونوں اپنے آدرش کو پورا کرو ۔۔۔ دان دینا، ترس کھانا وہ بھی جانتا ہے اور میں بھی جانتا ہوں ۔۔۔ میری دانست میں کسی سیاہ کار کو دان دینا بالکل رائیگاں جاتا ہے ۔ اب تم سمجھ گئی ہو گی کہ ہم ھکدلستیں کے بیٹے پر کیوں ترس نہیں کھا رہے ہیں ۔۔۔" اتنا کہہ کر وہ وجے کے منہ کی طرف دیکھتے ہوئے ہنستے رہے ۔

ان کی معنی خیز نصیحت پر بحث نہیں کی جا سکتی تھی اس لئے وجے چپ رہی ۔ راس سہاری نے پھر کہا ۔

"اب تو تم سمجھ گئی ہو گی بیٹی کہ بلاس ابھی نو عمر ہے لیکن مستقبل کو نگاہ میں رکھتے ہوئے کام کرتا ہے ۔۔۔ میں نے اس کام میں ہی اپنے بال سفید کر لئے ہیں ۔۔۔ مگر زمینداری کے کاموں میں اس کی ہوشیاری اور دانائی کے آگے مجھے بھی حیرت زدہ ہو کر سر جھکانا پڑتا ہے ۔۔۔!"

وجے نے صرف گردن ہلادی اور منہ سے کچھ نہ کہا۔
"اوہ ۔۔۔ سارے خیال سچ کتنے ہے" یہ کہہ کر راس بہاری لاٹھی ہاتھ میں لیکر اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ بولے ۔۔۔ "سماج کے قیام کے متعلق ملاس بہت ہی فکرمند ہے۔ اٹھتے بیٹھتے اسے صرف یہی ایک خیال رہتا ہے۔ اب تو مجھ کو ان سے میری یہی پرارتھنا ہے کہ کاش میں اوہ مسرت انگیز دن اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں ۔۔۔!"
یہ کہہ کر انہوں نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے برہم سماجیوں کے انداز میں نمسکار کیا اور پھر دروازہ میں کھڑے ہو کر بولے ۔
اگر برید ر ایک بار بھی میرے پاس آجاتا تو میں کچھ سوچتا لیکن وہ تو بہت ہی مغرور ہے ۔۔۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس میں باپ کی ساری عادتیں موجود ہیں ۔۔۔" یہ کہتے کہتے وہ باہر چلے گئے ۔
وجے وہیں بیٹھی بیٹھی گہری سوچ میں ڈوب گئی ۔۔۔ اچانک اس کی نگاہ باہر کی طرف پڑی اور اس نے دیکھا کہ دن ڈھل رہا تھا ندی کنارے کی ٹھنڈی ہوا نے اسے اپنی طرف کھینچا اور وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی ۔۔۔ وہ بوڑھے دربان کے ہمراہ پھر ہوا خوری کے لئے نکل کھڑی ہوئی ۔۔۔!
آج بھی وہ شخص اپنی کل والی جگہ پر بیٹھا ہوا مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔
وجے اس کے نزدیک سے یوں گذری جیسے اس نے اس کو دیکھا ہی نہ ہو۔ کنہیا سنگھ اس کے پیچھے تھا۔
"سلام بابو ۔۔۔ کیوں کیا کوئی شکار ہاتھ لگا ؟" بوڑھے دربان نے پوچھا ۔۔۔!

بوڑھے دربان کی اس بات پر وجے کے رخسار اس کے کانوں تک
سرخ ہوگئے ـــــ اس کے قدم رک گئے ـــ وہ شخص اپنی چھڑی ایک
طرف رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے وجے کو نمسکار کیا۔ اور ہنستے
ہوئے بولا۔

"تو وجے واقعی آپ کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے مجھے ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ آپ ملیریا بخار کو دعوت دیکر ہی رہیں گی ـ۔"

وجے نے حد درجہ بیتابی سے پوچھا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ملیریا بخار کو دعوت دے چکے ہیں۔"

اس شخص نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر درادیر سے بخار کو دعوت کو دعوت دیتا ہے ـ۔"

وجے فوراً بول اٹھی ـ

"تو کیا آپ ڈاکٹر ہیں۔؟"

وہ شخص ذرا ٹھٹھکا اور جواب نہ دے سکا۔ دوسرے ہی لمحہ اس
نے سنبھل کر ازراہ مذاق کہا۔

"یہی سمجھنا چاہیئے ـــــ ایک بہت بڑے ڈاکٹر کا پڑوسی ہوں
اور اسی لئے ہماری ساری سب سے آخر میں آئے گی ـ۔"

وجے نے تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"آپ اس ڈاکٹر کے پڑوسی ہی نہیں ہیں ـــ میرے خیال میں
اس کے گہرے دوست بھی ہیں ـــــ کیا آپ نے میری باتیں ان تک
پہنچا دی ہیں ـــــ"

اس شخص نے ہنستے ہوئے کہا "یہی سمجھ لو آپ اسے ایک ـــ۔

شخص سمجھتی ہیں ——— اسے تو ہر کوئی بدنصیب سمجھتا ہے یہ کوئی نئی بات
نہیں۔ اس بات کو بے ڈھنگ سے جانے کی ضرورت کیا ہے میں سمجھتا ہوں
کہ وہ ایک دن آپ سے ملنے ضرور آئے گا ——"

وجے نے جی ہی جی میں شرما کر کہا۔

"مجھ سے ملکر انہیں کیا فائدہ ہوگا ——— میں نے ان کے متعلق
آپ سے کوئی ایسی بات تو کہی نہیں ——"

"نہیں کہی ——— لیکن کہہ دیتیں تو زیادہ اچھا تھا۔"

"اچھا کیوں تھا ——؟"

"جب کسی کا گھر بار بک جائے تو اسے بدنصیب ہی تو کہتے ہیں ہم بھی
کہتے ہیں ——— اس کے سامنے چاہے نہ کہیں۔ لیکن اس کی پیٹھ پیچھے تو
کہہ ہی دیتے ہیں ——"

وجے ہنسنے لگی اور اس نے کہا۔

"آپ ان کے اچھے دوست ہیں ——"

اس شخص نے گردن ہلا کر کہا۔

"اگر مجھے یہ معلوم نہیں کہ آپ اس کا مکان ایک نیک کام کے لئے
لے رہی ہیں تو اس کی طرف سے میں خود آپ کے پاس چل کر آتا"

وجے نے سر اٹھا کر دیکھا مگر کوئی بات نہ کہی۔

باتیں کرتے ہوئے وہ لوگ کچھ زیادہ دور نکل گئے۔ انہوں
نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کا ایک گروہ قطار باندھ کر بڑھ رہا ہے مکان کی طرف
جا رہا تھا۔ اس گروہ میں پچاس ساٹھ نیکر پہنے، مرد اور کم عمر تک کے
لوگ تھے ——

"کیا آپ جانتی ہیں کہ یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟" اس شخص نے
"یہ نوجوان ہوتے اسکول میں پڑھنے کے لئے جا رہے ہیں۔"
وجے نے حیران ہو کر پوچھا
"کیا وہ یہ دھندا بھی کرتے ہیں۔؟ میرا خیال ہے کہ معلومات پڑھ جاتے ہوں گے ـــ کیا یہ ٹھیک ہے ــ؟"
اس شخص نے ہنستے ہوئے کہا۔
آپ نے ٹھیک کہا ہے ـــ اور پھر اس نے سعید جی سے کہا۔
"سعید کہتا ہے کہ ہمارے دیش میں سچے کسان نہیں ہیں۔ کھیتی باڑی ایک پیشہ ہے اس لئے لوگ دوبارہ ہل چلا کر بیج ڈال دیتے ہیں اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے لگتے ہیں۔ اسے زراعت نہیں کہتے اسے لاٹری ڈالنا کہتے ہیں ـــ کس زمین میں کب کھاد ڈالی جانی چاہئے کھاد کیسے بنتی ہے ـــ کسے سچی کھیتی کہتے ہیں۔ یہ باتیں ہمارے کسان نہیں جانتے ـــ ولایت میں رہ کر ڈاکٹری پڑھنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے کھیتی باڑی کا ہنر بھی سیکھا ہے۔ ایک دن اس کا اسکول ضرور دیکھنے آئیے گا ـــ جہاں پیڑ کے نیچے باپ دادا اور پوتا مل کر بیٹھتے ہیں ـــ ا"
وجے فوراً وہ اسکول دیکھنے کے لئے بیقرار ہو گئی لیکن اس کا اپنی بیقراری کو چھپاتے ہوئے کہا۔
"پھر کبھی دیکھوں گی ـــ" پھر اس نے پوچھا "اتنے بڑے مکان کے ہوتے وہ پیڑ کے نیچے اسکول کیوں لگاتے ہیں۔؟"
اسے کہا "یہ ہنر صرف کتاب پڑھ کر تو سکھایا نہیں جا سکتا

انہیں اپنے ہاتھ سے کھیتی کے سارے طریقے بتاے پڑتے ہیں۔ ایک زمین میں پانچ یا سات گنا زیادہ فصل اُگائی جا سکتی ہے۔ اس کا ثبوت مہیا کرنے کے لیے میدان کی ضرورت ہے۔ سر اٹھا کر بادلوں کی طرف صرف دیکھتے رہنے کی ضرورت نہیں۔ اب آپ سمجھ گئیں ہوں گی کہ وہ پیڑ کے نیچے اسکول کیوں لگاتا ہے ـــ اگر آپ ایک بار اس کے میدان کی کھیتی دیکھ لیں تو یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں ـــ ابھی وقت ہے ـــ آج ہی چل کر دیکھ لیجئے۔
وہ کیا رہا سامنے کھیتی کا میدان۔!"

رجے کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا اس نے کہا۔

"آج رہنے دیجئے ـــ!"

اس شخص نے کہا۔

بہت اچھی بات ہے ـــ چلئے میں آپ کو تھوڑی دور تک چھوڑ آؤں ـــ!" یہ کہہ کر وہ ساتھ چلنے لگا۔ پانچ چھ منٹ تک رجے نے کوئی بات نہیں کی ـــ وہ جی ہی جی میں بہت شرما رہی تھی وہ اس وقت کچھ سوچ بھی نہیں سکتی تھی ـــ اس شخص نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا ـــ "اگر آپ دھرم کے لئے اس کا کمال لے رہی ہیں تو پھر یہ چند بیگھے زمیں جو نیک کام کے لیے استعمال ہو رہی ہے اس کے لئے چھوڑ دیں گی ـــ!" یہ کہہ کر وہ شخص زور زور سے ہنسنے لگا ـــ!

رجے نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا

"ان کی طرف سے آپ کو یہ بات کہنے کا اختیار کس نے دیا ہے؟"

وچے نے اس شخص کی طرف کنکھیوں سے دیکھا جس کے چہرے کے آثار
میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

"یہ اختیار کی بات نہیں ہے ہر ایک اچھے کام کا اختیار انسان
خدا سے حاصل کرتا ہے۔ اسے نیک کام کے لئے کسی کے آگے ہاتھ نہیں
پھیلانا پڑتا ہے۔ ہمارے شاستروں میں لکھا ہے کہ غریب لوگ
بھگوان کی مورتی ہوتے ہیں اور غریب لوگ ہیں کسان۔
کسان خود اس سے محروم ہیں۔ ان کی خدمت کرنے کا
اختیار سب کو حاصل ہے کیا یہ اختیار میں سرپنچ سے مانگنے جاؤنگا"
یہ کہہ کر وہ ہنس پڑا۔

چلتے چلتے وچے بولی۔

"آپ کے دوست شخص اتنی سی بات کے لئے تو یہاں بیٹھے
نہیں رہیں گے۔"

اس شخص نے کہا

نہیں — لیکن یہ ذمہ داری میرے کندھوں پر وہ ڈال
ڈال کر جا سکے نہیں —"

وچے کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ پیدا ہوئی لیکن
اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا

"میں نے کچھ یہی اندازہ لگایا تھا۔"

اس شخص نے کہا۔

"یہ کام پہلے پلیس کے زمیندار ہی کیا کرتے تھے۔ انہیں دان
دینا رہیں دینی پڑتی تھی۔ اب وہ زمیندار ہی نہیں۔ اس نے لیکن

اس کا نام دنشا ل ملنا نہیں ہے ـــــ" یہ کہہ کر وہ شخص ہنسا۔ وجے نے اس کا ساتھ دینا چاہا۔ لیکن وہ ایسا نہ کرسکی۔ یہ ہنسی اس کے ہونٹوں میں دب کر اس کے دل کی گہرائیوں میں گم ہوگئی ـــــ اس نے ذرا سے توقف کے بعد کے بعد پوچھا: "آپ خود بھی تو اپنے دوست کو آسرا دے سکتے ہیں ـــــ؟"

"لیکن میں بھی تو یہاں نہیں رہتا ہوں ـــــ میرا خیال ہے کہ میں ایک ہفتہ کے بعد چلا جاؤں گا۔"

وجے چونک پڑی۔

"آپ کا مکان جب یہاں ہے تو پھر آپ آتے جاتے تو رہیں گے؟"
اس شخص نے سر ہلا کر کہا۔

"نہیں ـــــ ایسا نظر آتا ہے کہ اب میں نہیں آسکوں گا۔"
وجے کے دل میں ایک ہلچل سی مچ گئی۔ اس نے سوچا کہ اس سلسلے میں مزید سوالات کرنا ٹھیک نہیں رہے گا۔ اس کے باوجود وہ اپنے اضطراب کو چھپا نہ سکی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"یہاں آپ کے گھر کے لوگوں کا بوجھ سنبھالنے والا کوئی تو ضرور رہے گا؟"
اس شخص نے ہنس کر کہا۔

"نہیں ـــــ ایسا کوئی آدمی موجود نہیں ـــــ"

"آپ کے ماتا پتا ـــــ؟"

"میرے ماتا پتا، بھائی بہن ـــــ ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ ہم تو آپ کے مکان کے قریب پہنچ گئے ـــــ نمسکار میں چلتا ہوں۔"
یہ کہتے ہوئے وہ رک گیا۔

وجے اس کی طرف دیکھ نہ سکی۔ اس نے سر جھکائے ہوئے کہا
کیا اندر نہیں جائیے گا ۔۔۔؟"
"نہیں ۔۔۔ واپسی پر اندھیرا زیادہ ہو جائے گا ۔۔!"
وجے نے ہاتھ جوڑ کر نمستے کی اور پھر ہچکچاتے ہوئے اس نے کہا۔
کیا آپ اپنے دوست سے ایک بار یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ راس
بہاری مالو سے مل لیں ۔۔!"
اس شخص نے حیران ہو کر کہا۔
"ان سے کیوں مل لیں ۔۔۔؟"
"راس بہاری مالو ہی تو میرے پتا کی زمینوں اور جائیداد کا
انتظام کرتے ہیں ۔۔!"
"یہ تو میں جانتا ہوں۔ مگر ان کے پاس جانے کے لئے کیوں کہہ
رہی ہیں ۔۔۔؟"
وجے اس سوال کا جواب نہ دے سکی۔ وہ شخص ایک لمحہ کیلئے
وہاں کھڑا رہا ۔۔۔ شاید وجے کے جواب کا منتظر رہا اور پھر اس
نے کہا۔
"واپسی پر اندھیرا زیادہ ہو جائے گا۔ میں چلتا ہوں ۔!"
وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔

:

پانچواں باب

ودھے کے گھر سے ملحقہ باغیچہ کا عقبی حصہ کافی بڑا تھا آم اور کٹھل کے لمبے لمبے پیڑوں کے پیچھے اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا۔ بوڑھے دربان نے کہا۔
بیٹی ــــ گھوم کر صدر دروازے سے آنا اچھا ہوتا ہے ــــ"
ودھے کے دل کی حالت کچھ ایسی تھی کہ وہ ان سب باتوں پر دھیان نہیں دے سکتی تھی ــــ وہ ایک مانی نہیں" ــــ کہہ کر تاریک باغیچہ سے گذر کر گھر کے اندر چلی گئی ــــ دو باتوں نے اس کے دل پر قابو پا رکھا تھا ــــ ان میں سے ایک تو یہ تھی کہ بات چیت کے دوران اس نے اجنبی کا نام نہیں پوچھا تھا ــــ مرد کا نام پوچھنا عورت کے حسنِ اخلاق کے خلاف ہوتا ہے ــــ دوسری بات یہ تھی کہ وہ شخص چند روز کے بعد کہاں جائے گا ــــ یہ سوال اس کے دل میں بار بار اٹھتا تھا ــــ ودھے یہ بھی سوچ رہی تھی کہ اجنبی شخص جس نے اس گاؤں میں جنم لیا تھا عورتوں کے ساتھ ملا جھجک بات چیت کر سکتا تھا ــــ وہ اجنبی یہ ہم سماج سے تعلق نہیں

رکھتا تھا اس لئے اس نے یہ تعلیم کہاں سے حاصل کی تھی — اس نے یہ سوچتے سوچتے گھر میں قدم رکھا ہی تھا کہ ہرلیس کی ماں نے بتایا کہ ملاس بالو باہر کی بیٹھک میں بیٹھے ہوئے بہت دیر سے انتظار کر رہے ہیں — یہ سنتے ہی اس کے دل میں نفرت اور حیرت کے جذبات پیدا ہوتے۔ یہ وہی شخص تھا جو اس دن ناراض ہو کر چلا گیا تھا۔ اور اس کے بعد نہیں آیا تھا وہ آج چاہے جس وجہ سے بھی آیا تھا وجے اس کا اور اس اجنبی کا موازنہ کئے بغیر نہ رہ سکی — دونوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

اس نے تھکی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا انہیں معلوم ہے کہ میں واپس گھر آگئی ہوں —"

"نہیں — بی بی راتی —" ہرلیس کی ماں نے کہا "میں ابھی انہیں یہ خبر دینے کے لئے ہرلیس کو بھیجتی ہوں —"

"کیا چائے پان کے لئے پوچھا —؟"

"انہوں نے کہا تھا کہ تمہارے واپس آنے پر تمہارے ساتھ چائے پیوں گا —"

نوکروں کو معلوم تھا کہ ملاس بابو ہی اس گھر کے مالک ہیں اس لئے نوکر چاکر اس کی خاطر مدارات میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے وجے کچھ سوچ کر پہلے اپنے اوپر کے کمرے میں چلی گئی — کچھ منٹ لگے بعد وہ نیچے آئی تو اس نے دروازے میں سے دیکھا کہ ملاس بابو لیمپ کی روشنی میں ایڈیٹر پر رکھے ہوئے کچھ کاغذات پڑھ رہے تھے — اس کے قدموں کی آہٹ پا کر انہوں نے سر اٹھایا نمسکار کرنے کے بعد اس نے ایکا ایکی سنجیدگی سے کہا۔

"تم ضرور سوچ رہی ہو گی کہ میں ناراض تھا اس لئے اتنے دن نہیں آیا۔

میں مارا جن نہیں تھا — میں یہ ابھی تمہارے سامنے ثابت کر دوں گا۔"
ملاس نے آج تک وجے کو "آپ" کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ وجے کی سمجھ میں نہ آیا کہ آج وہ اسے "تم" کہہ کر کیوں بلا رہا تھا — وہ پاس کی ایک کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھ گئی — ملاس نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اس نے کہا۔

"میں سارا انتظام کرنے کے بعد ابھی ابھی کلکتہ سے آ رہا ہوں۔ تیاجی سے بھی نہیں ملا — سیدھا تمہارے پاس آیا ہوں — تم تو آرام سے بیٹھی رہ سکتی ہو لیکن میں تو ایسا نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنی ذمہ داری کا احساس ہے میرے کندھوں پر بے پناہ کام کا بھاری بوجھ ہے۔ مجھے کسی طرح بھی قرار نہیں آ سکتا۔ ہمارے برہم مندر کا سنگِ بنیاد بڑے دلوں کی ہتھیلیوں میں رکھا جائے گا۔ میں سارا بندوبست کر آیا ہوں۔ یہاں تک کہ سب کو دعوت بھی دے آیا ہوں — جب اب ان کاموں سے فارغ ہو چکا ہوں — کون کون آئیں گے — میں نے یہ فہرست مرتب کر لی ہے — لو ایک بار پڑھ کر دیکھ لو۔"

یہ کہہ کے ملاس نے اطمینان کا سانس لیا اور سامنے پڑا ہوا کاغذ وجے کے آگے سرکا دیا اور اس نے کرسی کے ساتھ اپنی پیٹھ لگا دی۔

وجے نے کوئی بات نہ کی اور لوگوں کو دعوت نامے کے بارے میں بھی کسی قسم کے اشتیاق کا اظہار نہ کیا — وہ جس طرح بیٹھی تھی اسی طرح بیٹھی رہی — کچھ دیر بعد ملاس بیچارہ وجے کی خاموشی پر مضطرب ہوا:
"کیوں کیا بات ہے — خاموش کیوں —؟"

وجے نے دھیمے لہجہ میں کہا: "میں سوچ رہی ہوں کہ آپ

دعوت نامے تو دے آئے ہیں ـــ مگر اس سلسلہ میں ان سے یہ کہا تھا "ان سے ـــ کیا مطلب ـــ؟"

"دراصل مندر کے قیام کے متعلق میں ابھی کسی فیصلے پر نہیں پہنچی ہوں"

ملاس دور آسیہ دھا ہو کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ تیکھی نگاہوں سے دیپے کی طرف دیکھتا رہا اور پھر بولا۔

اس کا کیا مطلب ہے ـــ؟ ان چھٹیوں میں اگر مندر کا سنگ بنیاد نہ رکھا گیا تو پھر آسانی سے ایسا موقع ہاتھ نہیں لگے گا۔ وہ لوگ تمہاری رعایا نہیں ہیں کہ جب تمہیں فرصت ہوگی آکر حاضر ہو جائیں گے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس وقت فیصلہ نہ کر سکنے کا آخر سبب کیا ہے۔؟"

غصہ کے مارے ملاس بابو کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ دیپے سر جھکائے ہوئے دیر تک خاموش بیٹھی رہی اور پھر اس نے کہا ـــ میں نے سب سوچ لیا ہے ـــ یہاں اس قسم کے اجتماع کی ضرورت نہیں "

ملاس آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"اجتماع ـــ میں نے یہ تو نہیں کہا ہے کہ یہاں کسی قسم کا اجتماع ہوگا ـــ میں تو ایک چھوٹا سا جلسہ کر رہا ہوں ـــ تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ـــ"

"میرے خیال میں یہاں برہم سماج قائم کرنے کا کوئی فائدہ نہیں یہاں برہم سماج قائم نہیں ہوگا ـــ" دیپے نے بڑے اطمینان کے ساتھ کہا۔

ملاس پہلے تو بھونچکا رہ گیا ـــ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا ـــ چند لمحوں کے بعد بولا ـــ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم دراصل

مرہم سماج کی رکن ہو یا نہیں ـــــ ؟"

ملاس مالوکے اس طنز پر چونک کر وجے نے سر اٹھایا اور اس نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا ـــــ "آپ ذرا پہلے گھر جاکر تھوڑا سا پرسکون ہوکر یہاں آیئے ـــــ!"

یہ کہکر وہ اٹھنے لگی۔ لیکن نوکر کو چائے کا سامان لیکر اندر آتے ہوئے دیکھ کر پھر بیٹھ گئی۔ ملاس نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں ـــــ مرہم سماج ہونے پر بھی اس نے اپنا سبھاؤ نرم اور شیریں ہی بنایا تھا وہ نوکر کے سامنے ہی آگ کا گولہ ہوکر بول اٹھا۔

کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم فوراً تمہارے ساتھ اپنے سارے تعلقات توڑ سکتے ہیں ـــــ ؟"

وجے خاموشی سے چائے بناتی رہی ـــــ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ نوکر کے چلے جانے پر اس نے دھیمی آواز میں کہا

"میں ان تعلقات کی بات چاچا جی سے کروں گی۔ آپ کے ساتھ نہیں ـــــ،" یہ کہکر اس نے ایک پیالہ چائے کا اس کی طرف بڑھا دیا۔ چائے کو چھوئے بغیر ملاس نے کہا۔

"ہم سے تعلقات توڑ لینے تو چاہتی ہو کہ اس کا انجام کیا ہوگا ؟"

وجے بولی۔

"نہیں ـــــ آپ کو اپنی ذمہ داری کا اگر اتنا ہی احساس تھا تو پھر میری خواہش کے بغیر اتنے لوگوں کو دعوت دیکر مجھے بے عزت کرنے کا آپ نے بیڑا کیوں اٹھایا ـــــ؟ اس پر بھی آپ کو خود برداشت کرنا چاہیئے ـــــ اس میں مجھے کھینچنے کی کوشش کیوں کرتے ہو ـــــ؟"

لال لال آنکھیں نکال کر ملاس ماو نے بلند آواز میں کہا۔
"میں کام کرنے والا آدمی ہوں ـــــ کام ہی پسند کرتا ہوں کھیل نہیں
یہ یاد رکھو وچے ــ!"
وچے نے پرسکون لہجہ میں جواب دیا۔
"بہت اچھا ـــ میں آپ کی یہ بات نہیں بھولوں گی ـ!"
اس بات میں جو سرتیپی ہوئی تھی اس پر ملاس ماو تلملا اٹھے۔
"اچھی بات ہے ـــ میں بھی ایسی ہی بات کروں گا کہ تم اسے ہرگز
نہ بھول سکو ـــ!"
وچے نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا ـــ وہ سرجھکا کر چائے
پیتی رہی ـــ پیالے میں چمچہ ڈال کر چلانے لگی ـ ملاس ماو اسے
خاموش دیکھ کر ذرا سنبھلے اور بولے ـ
"اتنے بڑے مکان سے آخر کیا فائدہ اٹھایا جائے گا ـ اسے
یوں ہی تو رکھا نہیں جا سکتا ـــ؟"
اس دفعہ وچے نے آنکھیں اوپر اٹھا کر بڑے مضبوط لہجے میں کہا۔
"نہیں ـــ یہ مکان لے لیا جائے گا ـ ابھی اس کا کسی نے کوئی فیصلہ
نہیں ہوا ـــ!"
وچے کا یہ جواب سن کر ملاس غصہ میں اپنے آپ کو بھی بھول گیا
اس نے میز پر بڑے زور سے پاؤں پٹختے ہوئے کہا۔
"فیصلہ ـــ فیصلہ تو ہو چکا ہے ـــ میں برہم سماج کے
سربرآوردہ لیڈروں کو یہاں بلا کر ان کی بے عزتی نہیں کر سکتا ـ یہ
مکان تو انہیں چاہیئے ـــ میں آج تم سے کہے دیتا ہوں کہ برہم مندر

قائم ہوکر رہے گا۔"
یہ کہہ کر اور جواب کا انتظار کئے بغیر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا
کمرے سے باہر نکل گیا۔

باپ بیٹا دونوں ایک ساتھ آئے۔ راس بہاری نے کہا۔
"بیٹے — اب تو کچھ زیادہ دن نہیں رہ گئے — تیاری
کرنی ہوگی —"
وجے نے حیران ہوکر کہا۔
"وہ اگر اپنی مرضی سے چلے جائیں تو پھر سب کچھ ہوسکتا ہے"
"کس کی بات کررہے ہو بیٹا — جگدیش کے بیٹے کی — اس
نے تو کل مکان خالی کردیا۔"
اس جواب سے وجے کے دل پر چوٹ لگی — اس صدمہ کو برداشت
کرنے کے لئے وہ چند منٹوں تک خاموش رہی اور پھر اس نے راس
بہاری سے پوچھا۔
"ان کا سامان کہاں گیا — کیا وہ سارا سامان ساتھ لے گئے"
ملا کس ہنس پڑا اور بولا۔
"سامان — وہاں تو صرف ٹیں پایوں والی ایک چارپائی تھی۔
— وہ شاید اسی چارپائی پر سوتا تھا — میں نے تو وہ چارپائی
باہر کھیت میں رکھ دی ہے — اگر اس کا جی چاہے تو اپنی کھٹیا لے جا
سکتا ہے — ہمیں کوئی اعتراض نہیں —"
وجے خاموش رہی۔ اس کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار دیکھ کر

راس بہاری نے ہمدردانہ لہجہ میں کہا:
"ملاس یہ سارا تمہارا قصور ہے ۔۔ آدمی چاہے کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو لیکن اس نے چاہے کڑی سزا دے لیکن ہمیں اس کے دکھ میں شریک ہونا چاہیئے ۔۔۔۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تمہارا دل اس بات پر دکھی نہیں ہوا۔ مگر اس دکھ کا اظہار کرنا چاہیئے تھا۔ کیا تم جگدیش کے بیٹے سے ملے تھے ۔ تم نے اس سے یہ کیوں نہ کہا وہ ایک بار مجھ سے مل لے ۔۔۔۔ شاید کچھ ۔۔۔"

بیتا کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ ملاس اس کے اشارے کی ذرا بھی پرواہ کئے بغیر حقارت آمیز لہجہ میں بولا۔
"مجھے کیا اس سے ملنے کے سوا اور کوئی کام ہی نہیں ہے۔ بابو جی تم کیا کہہ رہے ہو ۔۔۔۔ اس کا کوئی ٹھور ٹھکانہ ہی نہیں ہے اور پھر وہ تو میرے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اپنا ٹرنک، صندوق اور اور بار لیکر وہاں سے جا چکا تھا۔ ولایت گیا ڈاکٹر۔ نکما کہیں کا۔"
اتنا کہہ کر وہ اور بھی نہ جانے کیا کچھ کہنے والا تھا کہ راس بہاری بابو نے ریجے کے منہ کی طرف اوٹ کر کے ستم آلود لہجہ میں کہا۔
"نہیں ملاس ۔۔ میں تمہاری ان باتوں کو معاف نہیں کر سکتا۔ تمہیں اپنے اس سلوک پر شرمندہ ہونا چاہیئے۔ پچھتانا چاہیئے۔"
ملاس نے ذرا سی بھی ندامت اور افسردگی کا اظہار کئے بغیر کہا۔
"کس لئے ۔۔۔ میں کس لئے پچھتاؤں ۔۔ مجھے دوسرے کے دکھ میں شریک ہونے کی کافی تعلیم مل چکی ہے ۔۔۔ لیکن جو شخص گویا کہ بے عزتی کرے اسے کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا ۔۔۔"

اس کا جواب سن کر راس بہاری نے کہا۔
آخر کون گھر آکر تمہارے کمرے میں عرقی کر گیا! تم کس کی بات کر رہے ہو؟"
بلاس نے سادگی سے سعید گی سے کہا۔
"مگدیش بابو کے سپوت نریندر کی بات کر رہا ہوں ـــــ وہ ایک دن ٹھیک اسی کمرہ میں آکر میری توہین کر چکا ہے ـــــ میں اس وقت اسے پہچانتا نہیں تھا اس نے تو ـــــ وجے کی طرف اشارہ کر کے) تمہاری بھی توہین کی تھی ـــ کیا تمہیں معلوم بھی ہے ـــ؟"
وجے نے حیران ہو کر ملاسن میں دیکھا ـــ بلاس بولا
"وہی تو تھا وہ ـــــ جیولر کا بچا بچان کر تمہاری توہین کر گیا تھا ـــــ تم نے اس وقت اسے بہت رعایت دی تھی ـــــ اس کا نام نریندر ہے ـــــ اگر اس وقت وہ اپنا صحیح طور پر تعارف کراتا تو پھر میں سمجھتا کہ وہ واقعی مرد ہے ـــ ریاکار کہیں کا ـــ!"
باپ بیٹا دونوں نے دیکھا کہ وجے کے چہرے پر سوچ کی گہری پرچھائیاں چھا گئیں ـــ اور پھر اس کا چہرہ بہت ہی نرم پڑ گیا۔

٭ ٭ ٭

بڑے دن کی چھٹیاں ہونے والی ہیں اسی لئے مگدیش نے گھر کا ہر کمرہ برہم سدر کے طور پر اور ماتی کرے سکتے سے آنے والے مہمانوں کے لئے صاف کئے جا رہے ہیں بلاس بہاری اپنی نگرانی میں کام کا کرا رہا ہے ـــ عام دعوت ناموں کی تعداد کچھ کم نہیں تھی تھا کہ بلاس بہاری کے دوست واس بہار کے مکان میں اور لوگ وجے کے یہاں ٹھہریں گے ـــ!"

اس دن وجے صبح سویرے نہا کر جب تیجے کی بیٹھک میں آئی تو
اس نے دیکھا کہ ہرلیتس جیب میں ہاتھ ڈال کر مونگ پھلی کھا رہا ہے اور دوسرے
ہاتھ سے ایک چڑیا کی گردن سہلا رہا ہے۔ چڑیا بھی منہ اٹھا کر اس کے
پیار کا خیر مقدم کر رہی ہے۔
اس نے دو معصوموں کو اس طرح پیار کرتے دیکھا تو وجے کی آنکھوں
میں آنسو آگئے ـــــ اس مکان میں ہرلیتس ہی اس کے بہت نزدیک تھا
اس نے اپنی آنکھیں پونچھ لیں اور ہرلیتس کو اپنے پاس بلا کر کہا۔
"ہرلیتس کیا تیری ماں نے تجھے بھی دھوتی لا کر دی ہے ــ یہ دھوتی
اچھی نہیں ہے ـــــ؟"
ہرلیتس نے سر حسد کا شکار وجے کی طرف کنکھیوں سے دیکھا اور اپنی دھوتی
کا وجے کی دھوتی سے موازنہ کیا جس کا کنارا بہت چوڑا تھا ــ وہ
بہت افسردہ ہوگیا۔
"کیا تجھے یہ دھوتی اچھی لگتی ہے ـــــ؟" وجے نے اسے اپنی
دھوتی کا کنارہ دکھاتے ہوئے کہا۔
ہرلیتس نے ناک بھوں چڑھا کر کہا۔
"اماں کو کوئی چیز خریدنی نہیں آتی ـــــ"
وجے بولی
"میں تجھے ایسی ہی دھوتی خرید کر دے سکتی ہوں اگر۔"
ہرلیتس نے اس کی بات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کہا۔
"کب لے دو گی ـــــ"
"اگر تو میری ایک بات مانے تو لے دوں گی ـــــ"

"کون سی بات ـــ ؟"
وجے نے کچھ سوچ کر کہا۔
"وہ بات اگر تیری ماں یا کسی اور سے پوچھی تو پھر تجھے وہ دھوتی پیسے نہیں دیگا۔"
ہرلیس سچ دھرتی کی خاطر ہر ایک کام کرنے کے لئے تیار تھا۔
اس نے گردن ہلا کر کہا۔
"ہاں سنے گی کیسے ـــ ؟"
وجے نے پوچھا۔
"کیا ڈیرا گاؤں کا راستہ معلوم ہے ـــ ؟"
ہرلیس ہاتھ اٹھا کر بولا۔
"وہ کیا رہا ڈیرا گاؤں ـــ وہاں تو میں تتلیاں پکڑنے کیلئے کئی بار گیا ہوں ـــ ۔"
وجے نے سوال کیا۔
"وہاں سب سے بڑا گھر کس کا ہے ـــ ؟ کیا جانتے ہو ـــ ؟"
ہرلیس بولا۔
"برہمن کا گھر سب سے بڑا ہے ـــ پچھلے برس وہ برہمن تاڑی پی کر گھر کی چھت سے نیچے کود گیا تھا ـــ وہاں گڑ اور تماشوں کی دوکان بھی ہے ـــ جانتے ہو ـــ گو بتد بتا شوں کی دوکان کا مالک کیا کہتا ہے ـــ وہ کہتا ہے ـــ یہ سب چیزیں مہنگی ہو گئی ہیں ـــ ایک دھیلے میں اب ڈیڑھ چھٹانک تماشے نہیں ملتے ـــ لیکن تم اگر ایک پیسے کے تماشے منگواؤ تو میں تمہیں

کہ چیٹا کہ تاشے لئے — گرو مد کہے لگا کہیں کس کو سناؤں بہیں
ٹھیک نہیں ہے یا پچ چیٹا کہ تاشے لے گیا ہوں ۔"
"وہ نے روکر کہا۔
"اور وہ برہموں کے گھر میں سالو کی بات"
"وہ وہاں نہیں ہیں — کہیں چلے گئے ہیں — گرو مد کہتا
تھا . . ."
وجے نے سخت نفرت کے ساتھ کہا۔
"لیما۔ اپنے یہ تاشے میری آنکھوں سے دور لے جا"
یہ کہہ کر وہ وہاں سے ہٹ گئی اور کھڑکی کے پاس جا کر کھڑی ہوئی
اور باہر کی طرف دیکھنے لگی۔
وجے کے رو کھے پن پر ہرلیس کا منہ بھی اتر گیا — اسکی سمجھ میں
نہیں آ رہا تھا کہ وہ دوڑتا ہوا گیا اور دوڑ ہوا آیا۔ روبلیوں کے
ڈھیروں تاشے لایا۔ پھر بھی وجے خوش نہیں ہے —"
"اس سے تو پیا وہ دیتا ہی نہیں تھا —"
وجے نے کوئی جواب نہ دیا — وہ اس کی طرف دیکھے بغیر اس
کی معصومیت کا اندازہ لگا رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔
"جا — یہ تاشے تو کھا لے —"
"ہرلیس نے ڈرتے ہوئے پوچھا"
"سارے — ؟"
"ہاں سارے — مجھے ان کی ضرورت نہیں —!"
ہرلیس نے سمجھا کہ وجے ناراض ہے۔ چند لمحوں تک وہ خاموش

گڑا رہا۔ اور پھر ایک بات اسے یاد آ گئی اس نے دھیمے لہجہ میں کہا۔
"کیا دلشاد ہار یہ جی سے پوچھ آؤں ۔ ؟"
کون سیٹھا ہاریہ ۔۔۔ کیا پوچھے گا ۔ ؟ وجے ایسا جملہ پورا نہ
کر سکی ۔۔۔ اس کی بات اس کے منہ میں ہی رہ گئی ۔ اس نے باہر
برآمدہ میں پریدر کو دیکھ لیا ۔۔۔ دوسرے لمحہ وہ کمرے میں داخل
ہوا ۔۔۔ اور اس نے ہاتھ جوڑ کر نمستے کی ۔
وجے سنبھلنے کیسی پائی ۔۔۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اس نے
ہرلیس کو مخاطب کر کے کہا۔
"اب تم جاؤ یہاں سے ۔ کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ۔ !"
ہرلیس نے سمجھا وجے شاید بہت ناراض ہے ۔ اس نے
آہستہ سے کہا۔
"سیٹھا ہاریہ جی تو اس کے پڑوس ہی میں رہتے ہیں ۔ گو دند
دوکاندار نے کہا تھا . . . !"
وجے نے کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا ۔
"آئیے بیٹھئے ۔۔۔ !"
اور پھر ہرلیس کی دیکھ کر بولی ۔
"اب تو جا ۔۔۔ پھر کسی روز پوچھ آنا ۔۔۔ !"
ہرلیس کے روانہ ہو جانے کے بعد پریدر نے کہا۔
"آپ شاید یہ جاننا چاہتی کہ پریدر مالو کہاں ہیں ۔ ؟"
وجے کو جھوٹ کی مشق نہیں تھی ۔ وہ اپنی ندامت کو چھپاتے
ہوئے بولی ۔۔۔ ہاں ۔۔۔ کسی دن اس کا پتہ چل ہی جائے گا ۔ !"

"کیوں — کیا سخت ضرورت ہے ——!"

"کیا کوئی ضرورت کے بغیر کسی کا حال نہیں جاننا چاہتا — ؟"

کوئی کیا جانتا ہے۔ یہ بات رہنے دیجئے آپ نے اس سے تو سارا ناطہ توڑ دیا —— پھر اس کا حال جانے کی کیا ضرورت پیش آگئی —— ؟ کیا اس نے اپنا سارا قرض ابھی تک نہیں چکایا —؟"

وجے نے کوئی جواب نہ دیا — نریندرا اپنے دل کی حالت کو پوری طرح چھپا نہ سکا — اس نے دوبارہ کہا —

اگر قرض اور باقی ہے تو جہاں تک میں جانتا ہوں نریندر بابو کے پاس اب ایسی اور کوئی چیز نہیں جس سے وہ تھا یا قرض اتار سکے۔ اس لئے اب اس کا پتہ چلانا — "

"آپ نے کس نے کہا کہ میں قرض کے لئے ہی ان کا پتہ لگا رہی ہوں —!"

اس کے سوا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے —— وہ آپ کو نہیں پہچانتا تھا اور آپ اسے نہیں پہچانتیں —— اس لئے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے۔؟"

"وہ مجھے پہچانتے ہیں۔ اور میں بھی انہیں پہچانتی ہوں"

نریندر ہنسا —— اس نے کہا۔

"وہ آپ کو پہچانتا ہے —— یہ بات تو سچ ہے — لیکن آپ اسے نہیں پہچانتیں —— فرض کیجئے۔ اگر میں یہ کہوں کہ میرا نام نریندر ہے تو ۔ ۔ ۔"

وجے نے گردن ہلا کر کہا — "تو میں یقین کر لوں گی — دراصل

میں تو یہ کہوں گی کہ یہ بات آپ کو بہت پہلے بتا دینی چاہیئے تھی
کیونکہ اس سے جس طرح تتی کچا دیئے پر کمرے کی حالت بدل جاتی ہے۔
اسی طرح آنکھ جھپکتے ہی زبیدہ کے چہرے پر افسردگی چھا گئی
وجے نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
"اپنا غلط تعارف کرانا اور پھر اپنے آپ پر دوسروں کی تنقید سننا
کیا آڑ میں کھڑے ہو کر باتیں سننے کے مترادف نہیں ہے ۔۔!"
تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہنے کے بعد زبیدہ نے کہا۔
"ایسا کرنے میں میری نیت بری نہیں تھی ۔۔ میں نے سوچا تھا کہ
آخری دن اپنا تعارف کراؤں گا مگر ایسا نہ کر سکا ۔۔ آپ کا کوئی
نقصان تو نہیں ہوا ۔۔، ؟"
وجے نے کہا۔
"نقصان کئی قسم کا ہوتا ہے ۔۔ جو نقصان ہونا تھا ہو چکا
ہے ۔۔ اب آپ اس کا تدارک نہیں کر سکتے۔ اس لئے نقصان
کی بات چھوڑیئے ۔۔۔۔۔۔ اگر میں آپ کے متعلق کوئی بات
جاننا چاہوں تو کیا ۔۔۔ !"
"میں ناراض ہو جاؤں گا ۔۔ ہرگز نہیں ۔۔!" زبیدہ ہنسا
اس کے چہرے پر سے کالی گھٹا چھٹ گئی اور اس کا چہرہ چمک اٹھا
اتنے دنوں کی بات چیت کے بعد وجے اس شخص سے متعارف
نہیں ہو سکی تھی۔ لیکن آج اس کی یہ ہنسی اس کا اس سے تعارف
کرا گئی۔ اس نے گردن جھکا کر پوچھا۔
"اس وقت آپ رہتے کہاں ہیں ۔۔؟"

دور کے رشتہ سے میری ایک لواحقی تک رہتا ہے۔ اس کے مکان میں رہتا ہوں ۔۔۔!"
"کیا اس گاؤں کے لوگ نہیں جانتے کہ آپ کے ساتھ سماج نے کیا سلوک کیا ہے ۔۔۔؟"
"جانتے کیوں نہیں ۔۔۔!"
"تو پھر ۔۔۔!"
مہیندر نے تھوڑا سا سوچ کر کہا۔
"میں مکان کے جس کمرے میں رہتا ہوں وہ مکان کے اندر نہیں ہے ۔۔۔ اور میری حالت کو دیکھ کر لواحق کے بیٹے ابھی تک خاموش ہے ۔۔۔ میں زیادہ دن وہاں رہ کر انہیں پریشان نہیں کر سکتا ۔۔۔" یہ کہہ کر وہ تھوڑا سا رکا اور پھر اس نے کہا۔
"اچھا اب مجھے بتایئے کہ آپ میرے متعلق ان باتوں کا پتہ کیا لگا رہی ہیں ۔۔۔ کیا پتا جی کے نام کچھ اور قرض نکل آیا ہے۔۔۔؟"
ودھے نے اس کی طرف دیکھا اور اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نکلا
نریندر نے کہا۔
"پتا کا قرض کون نہیں چکاتا ۔۔۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ اب میرے نام یا اور کسی نام کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جسے بیچ سکوں ۔۔۔ صرف ایک جھونپڑی ہے۔ اسے بیچ کر بھی واپس جا سکتا ہوں۔ لواحق کی حالت بھی خراب ہے۔ یہاں تک کہ میں ان کے یہاں کھاتا پیتا بھی نہیں ہوں" یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا
ودھے کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے منہ پھیر لیا۔

نرنیدر بولا۔

"آپ صرف اتنا کرم کیجئے ـــــ پتاجی کے نام جو باقی قرض ہے اس کا میں نئے سرے سے کاغذ لکھ کر دے سکتا ہوں ـــ میں مستقبل قریب میں یہ سارا قرض چکا دینے کے لئے پورا زور لگاؤں گا۔ آپ راس بہاری بابو سے کہہ دیں گی تو وہ پھر مجھے زیادہ پریشان نہیں کریں گے ـــ!"

ہرلیتی نے دروازے کے قریب آکر کہا۔

"اماں کہتی ہیں کہ بہت وقت ہوگیا ہے۔ کیا کھانا پروس دیا جائے ـــ!"

سامنے گھڑی کی طرف دیکھ کر نریندر چونک پڑا وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اور اس نے معذرت طلب لہجہ میں کہا۔

"اوہ ـــ! بارہ بج گئے۔ آپ کو میں نے بہت تکلیف دی"

رچنے نے اپنی آنکھوں کے آنسو چھپاتے ہوئے ـــــ اس نے پوچھا۔

"آپ کس لئے آئے تھے۔؟ یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں"

نریندر نے جلدی سے کہا۔

"اسے جانے دیجئے ـــــ!"

۔ جے نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کی لتاجی کا گھر یہاں سے کتنی دور ہے ـــ؟"

نریندر نے کہا۔

"تھوڑی ہی دور ہے۔ لگ بھگ دو میل ـــ!"

"کیا اتنی کڑی دھوپ میں دو میل پیدل جائیے گا۔؟"
سریندر دروازے کی طرف بڑھا تو بچے فوراً دوڑ کر دروازے
میں جا کھڑی ہوئی اور بولی۔
"آپ کو میری ایک بات ماننی پڑے گی۔ اس وقت آپ
کھانا کھائے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتے ۔۔!"
سریندر حیران رہ گیا ۔۔ وہ بولا۔
"کھانا کھاؤں ۔۔؟ اور یہاں ۔۔؟"
"کیا اس سے آپ کی ذات پات کو گزند پہنچے گا۔؟"
اس کے جواب میں سریندر کے چہرے پر ہنسی کا اجالا پھیل گیا
اس نے کہا۔
"نہیں ۔ اب اس دنیا میں مجھے یہ ڈر نہیں رہا ۔۔ آج
خدا نے مجھ پر ترس کھایا ہے ۔۔ ورنہ میں جانتا ہوں کہ میں
جہاں جا رہا تھا وہاں کھانے کو کچھ نصیب نہیں ہو سکتا تھا۔"

چھٹا باب

کھانا ختم ہوا۔

دن ڈھلنے پر فریدر کے رخصت ہونے کا وقت آ گیا ـــــ اس نے اچانک کہا۔

"آج ایک بات پر میں بہت حیران ہوا ہوں۔ آپ نے مجھے دھوپ میں جانے نہیں دیا ـــــ کھانا کھانے پر مجبور کیا ـــــ ایسا کیونکر ممکن ہوا ـــــ ؟ میں کوئی طنز نہیں کر رہا ہوں ـــــ میں اب تک یہ سوچ رہا ہوں کہ ایسا کیونکر ہوا ـــــ ؟"

وشہ نے کسی کتراتے ہوئے کہا۔

"اس گھر میں یوں ہی ہوتا ہے ـــــ آپ ان باتوں کو چھوڑیئے یہ بتائیے کہ آپ کب تک رہنا چاہتے ہیں ـــــ ؟"

فریدر نے کچھ سوچ کر کہا۔

"پرسوں ـــــ ۔" اور پھر اس نے ذرا سے توقف کے بعد کہا۔

"میں اس گھر سے اب نکل سکتا نہ ہوں ـــــ درحقیقت میرے دکھ

سکھ سے آپ کا کوئی واسطہ نہیں ——— لیکن میں آج آپ کا حسنِ سلوک
دیکھ کر ابھی تک حیران ہوں ——— آپ خود کھانا کھائے بغیر میرے پاس
یہ دیکھنے کے لئے بیٹھی رہیں کہ میں کہیں کم نہ کھا ڈالوں ——— میری کوئی بہن
نہیں ——— ماں بھی بچپن ہی میں چل بسی تھی ——— میں سمجھ نہیں
سکتا ——— ماں زندہ ہوتی تو کیا وہ بھی میرا اتنا خیال کرتی ——— میں
بہت حیران ہوں ——— میں جانتا ہوں یہ حقیقت نہیں ہے پھر بھی
اسے جھوٹا ماننے کے لئے جی نہیں چاہتا ———!"
ریچے کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی ——— اس نے اس طرف دیکھتے
ہوئے کہا۔
"انسان دوستی بھی ایک چیز ہوتی ہے ——— کیا آپ نے وہ کہیں
نہیں دیکھی ———؟"
"انسان دوستی ———؟" سریندر نے ایک لمبا سانس لیا۔
اس نے ہاتھ اٹھا کر نمستے کرتے ہوئے کہا ——— "کسی طرح پتا کا قرض
ادا ہو گیا ہے ——— میرے لئے یہی بہت کچھ ہے ——— آپ کا
پریم مندر دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے ——— آج کا دن مجھے
عمر بھر یاد رہے گا ——— میں اب جاتا ہوں ———!" یہ کہہ کر وہ کمرے
کے باہر آ گیا ——— عین اس وقت کمرے کے اندر سے آواز آئی۔
"ذرا ٹھہریئے ———!"
سریندر مڑا ——— ریچے نے قریب آ کر پوچھا۔
"آپ کی جوتیوں کی کیا قیمت ہے ———؟"
"میں نے پانچ سو میں لی تھی ——— اب اگر مجھے کوئی اس کے

دو ڈھائی سو روپے بھی دیدے گا تو لے لوں گا۔ بالکل نئی ہے اگر کوئی خریدنا چاہے تو ۔۔۔۔"

"کیا اتنے کم دام لیکر خورد میں بیچ دیجئے گا۔ کیا آپ کا سب کام ہو چکا ہے۔؟"

نوید نے سرد آہ بھر کر کہا۔

"کام تو کچھ بھی نہیں ہوا۔"

وجے کی نگاہوں سے اس کی سرد آہ چھپی نہ رہی ۔۔۔۔ وہ ایک لمحہ کے لئے خاموش رہ کر بولی۔

"میں بھی بہت دنوں سے ایک خورد بین خریدنا چاہتی تھی لیکن ایسا نہ کر سکی۔ کیا آپ اسے کل لاکر دکھا سکتے ہیں۔؟"

"ہاں ۔۔۔ دکھا سکتا ہوں۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں کہ آپ اسے خرید کر ہرگز نہیں پچھتائیں گی" اور پھر اس نے چند لمحوں تک خاموش رہنے کے بعد کہا ۔۔۔ "وہ خورد بین ایسی ہے جس کو روپے سے نہیں تولا جا سکتا ۔ میرے لئے اسے بیچ دینے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے ۔۔۔ ورنہ ۔۔۔ اچھا کل دوپہر کو لے آؤں گا۔"

نوید وہاں سے روانہ ہوا۔ جب تک وہ آنکھوں سے اوجھل نہ ہوگیا وجے اسے دیکھتی رہی ۔ پھر وہ مڑی اور کرسی پر بیٹھ گئی ۔ اسے کبھی یہ محسوس ہوتا کہ جہاں تک نظر جاتی ہے ویرانی ہی ویرانی ہے۔ دل بھی سونا ہے ۔ کب شام ہوئی کب نوکر دیا جلانے آیا ۔۔۔ اسے کسی بات کی خبر نہ ہوتی ۔۔۔ اس کی

آنکھوں میں آنسو آگئے تو تیرا سے ہوش آیا — آنسو ٹپکنے سے اس
کا سارا گریباں بھیگ گیا تھا — ڈر کر آتے رہے تھے — الکولائے
اس کی یہ حالت دیکھ لی ہوگی — نہ جانے وہ کیا سوچیں گے
رات کو بستر پر لیٹی تو کھڑکی میں سے باہر کے اندھیرے میں اسے ہی
دیکھتی رہی — بیرونی سوتے ہیں کن طرح اسے اپنے ماضی میں کھی
ایک سوہانی محسوس ہوا۔

دن نکل آیا — ابھی تک اس کی آنکھ اس راستے پر جمی
ہوئی تھی جدھر سے وہ گیا تھا — اس کے کان ابھی تک اس
کے قدموں کی آہٹ سن رہے تھے — وہ دل ہی دل میں شرما گئی
اس نے سوچا یہ پگلی کچھ نہیں ہے — وہ تو صرف دور ہیں دیکھنے
کے لئے بیقرار ہے۔ جوردیں دیکھ لینے کے بعد سارا اضطراب
سکون میں تبدیل ہوجائے گا — آج نہیں تو کل آئے گا —
وہ اس طرح اپنے دل کو سمجھاتی رہی — جوں جوں دن چڑھتا گیا
توں توں اس کے دل میں ہزاروں وسوسے سر ابھارتے چلے گئے
کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ جوردیں کے کسی سے زیادہ دام لیکر چلا جائے
اور یہاں نہ آئے — کسی بہانے سے ہرلیس کو ان کے یہاں بھیجا
جائے یا نہیں — وہ ایسے ہی خیالات میں گم رہی — اتنے
میں ہرلیس کمرے میں داخل ہوا اور بولا۔

"نیچے ایک بابو آیا ہے — !"

رجنی کے چہرے کا رنگ زرد پڑگیا "کون بابو —؟"

ہرلیس نے کہا، "وہی بابو جو کل یہاں آیا تھا — اس کے

ہاتھ میں چمڑے کا ایک بہت بڑا بکس ہے۔"

"اچھا تو جاؤ ۔۔۔ جا کر ماروتی کو بٹھاؤ ۔۔۔ میں آتی ہوں۔"

دو تین منٹ کے بعد وجے نیچے آئی اور اس نے ہاتھ جوڑ کے نریندر کو نمستے کی ۔۔۔ آج اس کے لباس اور بالوں کا انداز کچھ ایسا تھا کہ کسی کی نظر اس پر پڑے بغیر نہیں رہ سکتی تھی ۔۔۔ وجے کے شکل اور روپ کے آج میں جو فرق تھا اسے دیکھ کر نریندر کے منہ سے کوئی بات نہ نکلی ۔۔۔ وجے نے اس کی اپنے اوپر جمی ہوئی آنکھیں دیکھیں تو اس نے اپنے آپ پر ایک نظر دوڑائی اور شرما گئی ۔۔۔ اسے ایسا معلوم ہوا جیسے وہ زمین میں گڑ گئی ہو ۔۔۔ خورد بین کا بکس ابھی تک نریندر کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے اسے میز پر رکھ کر کہا۔

"میں جب ولایت میں تھا تو میں نے مصوری سیکھی تھی ۔۔۔ میں آپ کو کئی بار دیکھ چکا ہوں ۔۔۔ لیکن آج آپ کے اسٹاکر سے نیچے آتے ہی میری آنکھیں کھل گئیں ۔۔۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ کوئی بھی مصور اگر آج آپ کو دیکھ لے تو وہ آپ کی تصویر بنانے بیٹھ جائے اور سوچتا رہ جائے کیا حسن ہے، کیا خوبصورتی ہے۔"

وجے نے دل ہی دل میں سوچا کہ یہ خوبصورتی کا راز بھی بیچ میں چل نکلی ہے ۔ پھر بھی جو بات نریندر نے کہی تھی، وہ بات صرف وہی کہہ سکتا تھا ۔۔۔ آخر کار وہ اپنی خوبصورتی اور اپنے بدن کی آرائش کو کیسے چھپا سکتی تھی ۔۔۔ پھر کیف اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"آپ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ آپ مجھے اس طرح شرمندہ کریں،

میں نے خوردبین خریدنے کے لئے آپ کو بلایا ہے۔ تصویر اتروانے
کے لئے نہیں ہے۔"

وجے کا یہ جواب سن کر سریندر کا رنگ فق پڑ گیا۔ اس نے
معذرت طلب انداز میں کہا

"معاف کیجئے گا ۔۔ مجھ سے غلطی ہو گئی"

اس کا تاسف اور پشیمانی دیکھ کر وجے ہنس پڑی۔
"وہ آپ کی خوردبین کہاں ہے ذرا میں بھی تو دیکھوں۔"
سریندر کے سینے پر سے جیسے بھاری بوجھ ٹل گیا۔

"ابھی دکھاتا ہوں ۔۔۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور چمڑے کا بکس کھولنے لگا بیٹھک
میں روشنی کم تھی ۔۔۔ وجے نے عقب کے کمرے کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے کہا۔

"اس کمرے میں روشنی زیادہ ہے۔ وہاں چل کر دیکھتے ہیں۔"
"بہت اچھا چلئے ۔۔" سریندر بکس ہاتھ میں لئے اس کے پیچھے پیچھے
ہو لیا ۔۔ عقبی کمرے میں پہنچ کر اس نے خوردبین تپائی پر رکھ دی
وہ دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ سریندر نے کہا۔

"لیجئے ۔۔ اب دیکھئے ۔۔ اسے کس طرح استعمال کیا جاتا
ہے یہ میں بعد میں بتاؤں گا ۔۔"

وجے یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس چھوٹی سی خوردبین سے
ایک بہت بڑا منظر دیکھا جا سکتا ہے ۔۔ بیرونی دنیا اس خوردبین
کی مٹھی میں آ جاتی ہے ۔۔ سریندر نے اسے بتایا۔ "ولایت میں

ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد میں نے جراثیم کی کھوج کی طرف توجہ دی تھی۔"
وجے خوردبین میں آنکھ سے لگا کر کچھ دیکھ رہی تھی۔ اسے صرف دھواں اور سایہ نظر آرہا تھا ۔۔۔ تب نریندر اس سے پوچھتا کہ وہ کیا دیکھ رہی ہے تو اسے ہنسی آجاتی ۔۔۔ نریندر اسے خوردبین سے دیکھنے کا طریقہ سمجھانے کی کوشش کررہا تھا۔ خوردبین کے ہر ایک پرزہ کو گھما کر دکھا رہا تھا لیکن اس کے باوجود وہ کچھ بھی نہیں دیکھ رہی تھی ۔۔۔ نریندر بول رہا تھا اور اس کا سینہ دھڑک رہا تھا ۔۔۔ اس کے بکھرے ہوئے بال اڑ اڑ کر سارے ماحول کو رومانی انگیز بنا رہے تھے ۔۔۔ ہاتھ سے ہاتھ چھوجاتا تو بدن میں جھرجھری سی دوڑ جاتی ۔۔۔ اسے اس بات کی کوئی فکر نہیں تھی کہ جراثیم دنیا میں کیا ہے اور کیا نہیں ہے ۔۔۔ کون ملیریا سے گاؤں کے گاؤں اجاڑ دیتا ہے ۔۔۔ کون پلیگ سے گھر کے گھر سونے اور ویران کردیتا ہے ۔۔۔ یہ بات جان کر بھلا اس کو کیا فائدہ ہوتا۔ اگر وہ جان بھی جائے تو اس سے بچ نہیں سکتی ۔۔۔ وہ کوئی ڈاکٹر تو نہیں ہے ۔۔۔ دو تین منٹ کی جدوجہد کے بعد نریندر ناراض ہوکر اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا۔
"جانے دیجئے ۔۔۔ اس چیز کی آپ کو ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ایسی موٹی عقل آج تک نہیں دیکھی۔"
وجے نے ہنسی روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔
"یہ میری عقل موٹی ہے یا آپ سمجھا نہیں سکتے ۔۔۔ !"

اپنی بات پر سدید دل ہی دل میں شرمندہ ہو کر بولا۔
"اب ایسی طرح سمجھاؤں ـــــ آپ ہی بتائیے
آپ کی عقل موٹی نہیں ہے ـ لیکن یہ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ
اس میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہی تھیں ـــــ میں جھک مار رہا ہوں۔
لیکن آپ ہیں کہ سر نیچا کیے ہوئے ہنسی چلی جا رہی ہیں"
"کون کتاب ہے کہ میں ہنس رہی ہوں ـــــ؟"
"میں کہتا ہوں ـــــ!"
"آپ غلطی پر ہیں ـــــ!" لیکن یہ خورد بین تو غلطی نہیں
"غلطی ـــــ چلو مان لیا ـــــ
کرتی ہے ـ لیکن آپ کو کچھ نظر ہی نہیں آتا ـــــ!"
"یہ آپ کی یہ خورد بین خراب ہے ـــــ!"
سدید نے تاؤ کھا کر کہا۔
"خراب ـــــ! آپ کو شاید یہ معلوم نہیں کہ اس قسم کی طاقتور
خورد بین سارے ملک میں صرف چند لوگوں کے پاس ہے!"
اس نے اپنی آنکھ سے خورد بین کا معائنہ کرنے کے لئے سر جھکایا
تو اس کا سر وجے کے سر سے ٹکرا گیا۔
"اف ـــــ!" یہ کہہ کر وجے اپنا سر ہاتھ سے سہلانے لگی۔
سدید کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ وجے کھلکھلا کر ہنس پڑی اور بولی
"جلتے ہو سر ٹکرانے سے کیا ہوتا ہے سر میں سینگ نکل آتے ہیں ـــــ!"
سدید بھی ہنس پڑا ـــــ اس نے نکلتے ہیں تو آپ کے

سرہلی ۔۔ ان کا کہنا بہت اچھا رہے گا۔
میں نے آپ کی اس پرانی خوردبین کو خراب بتا دیا تو آپ میرے سر میں سینگ اگانے لگے ۔۔۔"
فرید ہنسا مگر اس کا چہرہ اتر گیا۔ اس نے کہا۔
"یہ خوردبین پرانی نہیں ہے ۔۔۔ میں دراصل کنگال ہوں اس لئے آپ کو شک ہو رہا ہے کہ میں آپ سے دھوکہ کر رہا ہوں ۔ اس کی قیمت آپ کو بعد میں معلوم ہو گی ۔۔۔"
"بعد میں معلوم ہوئی تو اسے کیا کروں گی ۔۔۔ اس وقت میں آپ کو کہاں ڈھونڈتی پھروں گی ۔۔۔"
فرید نے جھلا کر کہا۔
"تو کل آپ نے یہ کیوں کہا تھا کہ آپ خوردبین خریدنا چاہتی ہیں ۔۔۔ مجھے خواہ مخواہ پریشان کیا ۔۔۔"
وجے نے سنجیدگی سے کہا۔
"اس وقت آپ ہی نے یہ کیوں نہیں بتایا کہ خوردبین خراب ہے ۔۔۔"
غصے کے مارے فرید اٹھ کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا۔
"میں بحث نہیں کرنا چاہتا ۔۔۔ یہ لڑکی ہوتی سہی ۔۔۔ آپ نے مجھے نقصان پہنچایا ہے ۔۔۔ میں اب کل منا نہیں جا سکوں گا۔ خیر کوئی بات نہیں ۔۔۔ آپ کی طرح باقی لوگ تو اندھے نہیں ہیں ۔۔۔ میں کلکتے جا کر اسے آسانی سے بیچ سکتا ہوں ۔۔۔ اچھا تو چلتا ہوں ۔۔۔"

یہ کہہ کر وہ خوردبین کو چمڑے کے کیس میں رکھنے لگا۔
رخشی نے سعید گا سے کہا۔
"اس وقت کیسے جایئے گا۔ اب تو کھانا کھا کر جانا پڑے گا"
"نہیں — اس کی ضرورت نہیں —!"
"ضرورت کیوں نہیں —؟"
"آپ تو میرا مذاق اڑا رہی ہیں —!"
"کل جب میں نے کھانے کی دعوت دی تھی تو کیا آپ کا مذاق اڑایا تھا — آپ کو کھانا کھا کر جانا ہوگا۔ ذرا بیٹھئے تو سہی — میں ابھی آتی ہوں —"
یہ کہہ کر وہ اپنی ہنسی اپنے ہونٹوں میں دباتی ہوتی اپنے حسن کی کرنیں بکھیر کر کمرے سے باہر نکل گئی — پانچ منٹ کے بعد وہ اپنے ہاتھ میں ایک تھالی اور نوکر کے ہاتھ چائے کا سامان لئے ہوئے واپس آ گئی — تپائی خالی دیکھ کر اس نے کہا۔
"خوردبین تو آپ نے بند کر دی مگر آپ کی ناراضگی ابھی تک دور نہیں ہوئی —!"
نریندر نے اداس لہجہ میں جواب دیا۔
"آپ کو یہ خوردبین خریدنی نہیں ہے — اس لئے دکھ کس بات کا — سوچتا ہوں اتنی بھاری چیز لاکر لایا ہوں اور اسے پھر کندھے پر لاد کر واپس لے جاؤں گا — خواہ مخواہ یہ دردِ سر مول لیا —!"
"آپ نے یہ دردِ سر میرے لئے تو نہیں اپنے لئے مول لیا ہے

کھا ئیے ـــ میں جبتک چائے تیار کرتی ہوں ـــ!"
"اچھا میں ہی خرید لوں گی ـــ آپ کو لاد کرلے جانی پڑے گی ـــ آپ کھانا تو شروع کیجئے ـــ!"
فرید د اسے اپنی توہین سمجھ کر رلا۔
"میں آپ سے رحم کی بھیک نہیں مانگ رہا ہوں ـــ!"
"جس روز تم اپنے ماما کی طرف سے درخواست لیکر آئے تھے اس روز تو تم نے یہ بھیک بھی مانگی تھی ـــ!"
"وہ دوسرے کے لئے مانگی تھی ـــــ اپنے لئے نہیں ـــــ یہ میری عادت نہیں ہے ـــ!"
یہ بات کہاں تک سچ ہے ـــــ رجے سے چھپی ہوئی نہیں تھی۔ لیکن وہ اپنے دل پر قابو رکھتے ہوئے بولی۔
خیر کچھ بھی ہو ـــ اسے آپ اب واپس نہیں لے جائیں گے۔
یہ اب یہیں رہے گی ـــ کھانا تو کھائیے ـــــ!"
فرید نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔
"اس کا مطلب ـــ؟"
"ہر بات کا کچھ نہ کچھ مطلب تو ہوتا ہی ہے!" رجے بولی۔
یہ جواب سنکر فرید تھوڑی دیر کے لئے بےحس و حرکت بیٹھا رہا ـــــ شاید دل ہی دل میں اس کا مطلب سمجھ گیا تھا۔
اس نے غصہ میں آکر پوچھا۔
میں اس کا مطلب پوچھنا چاہتا ہوں ـــ کیا آپ نے خود ہی خریدنے کے بہانے اسے یہاں منگوا کر ضبط کر لیا ہے ـــ کیا اسے

سبھی بتاجی نے آپ کے پاس رہن رکھ دیا تھا ــــ پھر تو آپ مجھے بھی یہاں روک لیں گی ــــ میں بید عرض کر سکتا ہوں کہ بتاجی مجھے بھی آپ کے یہاں رہن رکھ گئے ہیں ــــ !"

وجے کا چہرہ سرخ ہو گیا ــــ وہ منہ پھیر کر بولی۔

"کالی یہ تو یہاں کھڑا کیا کر رہا ہے ــــ ان چیزوں کو نیچے رکھ کر پانی لے آ ــــ !"

رگو کیتلی نیچے رکھ کر پانی لانے کے لئے چلا گیا ــــ وجے سر جھکا کر خاموشی سے چائے تیار کرتی رہی ــــ پاس ہی کرسی پہ نرید غصہ میں منہ لٹکائے ہوئے بیٹھا رہا۔

. . .

وجے نے کائنات اور اس کے نظام سے متعلق سینکڑوں باتیں راستوروں سے سنی تھیں ــــ کائنات کیسے شروع ہوئی۔ زندگی کا آغاز کیسے ہوا ــــ قدرت کیا ہے ــــ اس کی تاریخ کیا ہے ــــ اس سے یہ تمام باتیں صاف اور سادہ الفاظ میں آج سے پہلے کبھی نہیں سنی تھیں ــــ جس خورد بین کو اس نے خراب اور شکستہ بتایا تھا۔ اسی کی مدد سے اس نے کیڑوں اور جراثیم کی دنیا دیکھی ــــ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس دبلے پتلے شخص نے ڈاکٹری پاس کی تھی ــ جراثیم کے متعلق اس کے علم اور انسان کی خدمت کے لئے اس کے عزم راسخ پر کبھی وہ بہت حیران ہوئی ــــ وجے نے یہ بھی دیکھا کہ وہ معمولی آدمیوں کی طرح عقیدہ میں نہیں آتا ہے ــــ وہ اس سے کتنی ہی باتیں سن رہی تھی ــــ بہت سی باتیں اس کے ایک کان میں پڑ کر

دوسرے کان سے گذر جاتی تھیں ـــــ وہ تو صرف اس کے منہ کی طرف
دیکھ رہی تھی ـــ اور وہ اپنی ترنگ میں نہ جانے کیا کیا کچھ کہتا
جا رہا تھا ـ اس وقت دم بخود بیٹھی اس کے ایثار، اس کے شعور
اور اس کی صاف سیال پر دل ہی دل میں اس کو خراج تحسین ادا کر رہی
تھی ـ اس کے دل میں اس کے لئے احترام کے جذبات موجزن تھے ـ
عین اسی وقت فرید کو یہ خیال آیا کہ وہ فضول اتنی باتیں
کر رہا ہے ـــ!

"آپ کچھ بھی تو نہیں سن رہی ہیں ـ اس نے کہا
وجے نے چونک کر کہا ـ
" سن تو رہی ہوں ـــ!"
"کیا سن رہی ہو ـــ؟"
"واہ ـــ کیا ساری باتیں ایک ہی دن سیکھی جا سکتی ہیں؟"
فرید نے سادگی سے کہا ـ
"نہیں ـــ لیکن آپ کچھ نہیں نہیں سیکھ سکتیں ـــ آپ جیسا
بے شعور شخص نے میں نے کبھی نہیں دیکھا ـــ!"
وجے اس بات پر ذرا سا کھلائے بغیر بولی ـ
"کیا آدمی ایک ہی دن میں سب کچھ سیکھ جاتا ہے ـــ؟ آپ
نے بھی کیا یہ ساری باتیں ایک ہی دن میں سیکھ لی تھیں ـــ؟"
فرید نے زور دار قہقہہ لگایا اور بولا ـ
"آپ تو ایک سو برس بعد بھی نہیں سیکھ سکتیں ـــ اس کے
علاوہ یہ سب باتیں آپ کو سکھائے گا کون ـــ؟"

وجے نے زیرلب ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ آپ ــــ ورنہ یہ شکستہ حور دیں کون خریدے گا۔!!"

مرید نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"یہ آپ کو اسے خریدنے کی ضرورت نہیں ــــ اور میں کھا بھی
نہیں سکتا ــــ!!"

"وہ تو سیکھ لوں گی۔!! تو پھر تصویر بنانا سکھا دیجئے ــــ"

مرید رحمانا کر بولا ــــ

"آپ وہ بھی نہیں سیکھ سکیں گی ــــ جس کو دیکھتے دیکھتے
آدمی کو سہانے اور کھانے کا ہوش نہیں رہتا۔ اس میں آپ کا
جی۔ لگا تو تصویر کیسے بنا سکیں گی ــــ؟"

"تو کیا واقعی تصویر بنا بھی نہیں سیکھ سکوں گی ــــ؟"

"نہیں ــــ!" وجے نے مصنوعی سنجیدگی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"پھر تو میرے سر میں سینگ اُگ آئیں گے ــــ!!"

اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر مرید کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"آپ کو یہی سزا ملنا چاہیئے ــــ!!" ــــ وہ بولا۔

وجے منہ پھیر کر ہنسی اور بولی۔

"ہاں ــــ آپ میں اتنی صلاحیت نہیں کہ مجھے کچھ سکھا سکیں
ــــ آپ اس بات کا اعتراف کیوں نہیں کرتے ــــ!" اور پھر اس نے
کمرے میں چاروں طرف نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا ــــ یہ لو کر جا کر

کیا کر رہے ہیں ـــــ دیا کیوں نہیں جلاتے ـــ آپ ذرا بیٹھئے میں
ذرا ان سے کہوں کہ وہ آ کر دیا جلائیں ـــ!"
اس نے اٹھ کر دروازے کی حق ذراسی کھسکائی تو یوں پیچھے
ہٹ گئی جیسے اس نے صورت دیکھ لئے ہوں ـــ بیٹھک میں باپ
اور بیٹا . راس بہاری اور بلاس بہاری بیٹھے تھے . ایسا معلوم
ہوتا تھا جیسے بلاس کے چہرے پر کسی نے سیاہی پوت دی ہو ـــ
وجے نے اپنے آپ کو سنبھالا اور ذرا آگے بڑھ کر پوچھا ۔
"آپ کب آئے چاچا جی ـــ مجھے آواز کیوں نہ دی ـــ!"
راس بہاری کھسیانی ہنسی ہنس کر بولے ۔
"مجھے تو آئے ہوئے قریباً آدھ گھنٹہ ہو گیا ہے ـــ تم اس
کمرے میں بات چیت کر رہی تھیں اس لئے تمہیں آواز نہ دی شاید
مگدلینس کا بیٹا ہے ۔ وہ کیا چاہتا ہے ـــ؟
وجے نے دھیمے لہجے میں کہا تاکہ اس کی آواز ساتھ والے
کمرے تک نہ پہنچ جائے ۔
"ایک خورد بین بیچنا چاہتا ہے ۔ اسے بتا دیکھ رہی تھی ۔"
بلاس گرج کر بولا ۔
"خورد بین ـــ کیا اسے دھوکہ دینے کے لئے کوئی اور جگہ
نہ ملی ـــ!"
راس بہاری نے بیٹے کو ملامت کرتے ہوئے کہا ۔
"ایسی باتیں کیوں کرتے ہو ـــ کیا خبر اس کا ارادہ نیک ہو"
اور پھر زیرِ لب تبسم کے ساتھ وجے کی طرف منہ پھیر کر بولے " جس

بات کا علم ہو اس کے متعلق کوئی رائے دینا پسند نہیں کرتا ہو سکتا
ہے کہ یہ ایک ارادہ لیکر آیا ہو ۔ کیوں بیٹی ۔۔؟"
یہ کہہ کر وہ رک گئے اور پھر بولے : یقین کے ساتھ کچھ نہیں
کہا جا سکتا ۔۔ دور میں ہوتی تو دور کی چیز یہاں دیکھنے کے کام آتی،
ارے کون ہے کالی پرے ؟ کیا اس کمرے میں دیا جلانے
جا رہے ہو ۔ وہاں بیٹھے ہوئے مالو سے کہہ دو کہ ہم خوردبین
نہیں خریدیں گے ۔ وہ جا سکتے ہیں ۔!"
وجے ڈرتے ہوئے بولی ۔
"میں ان سے کہہ چکی ہوں کہ میں وہ خوردبین خرید لوں گی"
راس بہاری حیرت زدہ ہو کر بولے ۔
"کیوں خریدو گی ۔۔ وہ تمہارے کس کام آئے گی ۔؟"
وجے خاموش رہی ۔
راس بہاری نے پوچھا ۔
"وہ اس کی کتنی قیمت بتا رہا ہے ۔۔"
دوسو روپے ۔"
راس بہاری نے آنکھیں پھاڑ کر کہا ۔
دوسو روپے ۔۔ دوسو روپے مانگتا ہے ۔۔
کیوں مالاس ۔ یہ تو بہت ہیں ۔۔ کالج میں تمہاری کیمسٹری
کی کلاس میں ایسی کئی خوردبینیں ہوں گی ۔ خوردبین کی قیمت
دو سو روپے ۔۔ کالی پر جا ان سے کہہ دے کہ یہ چال یہاں نہیں
چل سکتے ۔۔!"

فریدہ ساری باتیں اپنے کانوں سے سن رہا تھا اس لئے کسی کو
اس سے جاکر کچھ کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی ۔ وجے نے کالی پرکاش کو ادھر
جاتے ہوئے دیکھا تو بولی ۔

"تم صرف جاکر دیا رکھ آؤ ۔۔۔ جو کچھ بھی کہنا ہوگا میں خود
کہہ لوں گی ۔۔۔"

ملاسن نے طعنہ دیتے ہوئے اپنے باپ سے کہا ۔

"پتا جی ۔۔۔ تم خواہ مخواہ اپنی توہین کیوں کرواتے ہو ۔۔۔؟
ہوسکتا ہے کہ انہیں خود بہو کو بھی اور اچھی طرح دیکھنا ہو ۔۔"

داس بہاری خاموش رہے جبکہ وجے کا چہرہ لال انگارہ
ہوگیا ۔ ملاسن اسے خشم آلود دیکھ کر بھی چپ نہ رہا اور بولا ۔

"پتا جی میں نے بہت سی عورتیں دیکھی ہیں لیکن اس میں
کبھی کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس پر قہقہہ سر کرنا پڑے ۔۔"

کل فریدہ کو کھانا کھلائے جانے والی بات کا بھی شاید اسے
پتہ چل گیا تھا اور آج اس نے فریدہ کا بلند قہقہہ بھی سن لیا تھا ۔
وجے کا بناؤ سنگار بھی صاف ظاہر تھا ۔ وہ حسد کی آگ میں جل بھن
رہا تھا ۔ اس کی عقل جواب دے چکی تھی ۔۔۔ وجے نے اس کی طرف سے
منہ پھیر لیا اور داس بہاری سے کہا ۔

"کیا آپ کو مجھ سے کوئی خاص کام تھا ۔۔"

داس بہاری نے بیٹے کی طرف خشم آلود نگاہوں سے دیکھا اور پھر
بڑے نرم لہجہ میں بولے ۔

"ایک ضروری بات کرنی تھی لیکن ایسا بھی کیا جلدی ہے ۔"

اور پھر — انہوں نے ذرا توقف کے بعد کہا۔
اور۔۔ تم وعدہ کر چکی ہو تو پھر ضرور دینی خریدنی ہی پڑے گی
— دگو سو روپے ہیں تو زیادہ مگر زبان کی کوئی قیمت نہیں اس
سے کہہ دو کہ کل آکر لے جائے —"

وجے نے اس سوال کا جواب دیئے بغیر کہا
"آپ سے کیا کل بات نہیں ہو سکتی ہے چاچا جی —؟"
راس بہاری نے ذرا بیقرار ہو کہا۔
"کیوں بیٹی —؟"
وجے نے تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد کہا۔
رات کافی بیت چکی ہے — انہیں بہت دور جانا ہے۔
مجھے ان سے کچھ باتیں بھی کرنی ہیں —!"

راس بہاری نے وجے کی اس گستاخی پر دل میں کئی بل کھائے مگر
انہوں نے اپنے غصہ کو ظاہر نہ ہونے دیا — انہوں نے نگاہ اٹھا کر
دیکھا کہ ان کے بیٹی کی موتی جیسی آنکھیں باہر اندھیرے میں جھانک
رہی تھیں اور چمک رہی تھیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا — لیکن
اپنی بات کو دل میں دبائے ہوئے کسمسا رہا تھا تجربہ کار باپ
نے اس کا ارادہ بھانپ لیا — انہوں نے آنکھ کے اشارہ سے
بیٹے کو کچھ کہنے سے روک دیا اور پھر سنجیدہ پیشانی سے دھرے
مخاطب ہوئے۔
"اچھا تو کل صبح آجاؤں گا بیٹی — ملاس اٹھو بہت اندھیرا
ہوا جا رہا ہے — ہم لوگ چلیں —!" یہ کہہ کر وہ دونوں اٹھ

کھڑے ہو گئے ــــ انہوں نے بیٹے کا بازو پکڑا اور اسے کچھ کہنے کا موقع نہ دیتے ہوئے باہر لے گئے۔

ججے نے ابتک ملاس کی طرف منہ اٹھاکر بھی نہیں دیکھا تھا، وہ ملاس کے چہرے کے جذبات کو نہ دیکھ سکی لیکن اس نے ملاس کے دل کی کیفیت کو محسوس کر لیا تھا ــ وہ بہت دیر تک بے حس وحرکت کھڑی رہی ــــ اتنے میں کالی یہ نے آکر کہا۔

"اس کمرے میں۔ یا ملا آیا ہوں ــ!"

"اچھا ــ" اتنا کہہ کر ججے نے اپنے آپ کو سنبھالا اور دروازے کا پردہ اٹھاکر دبے پاؤں سے کمرے میں آ پہنچی ــ نریندر سر جھکائے ہوئے کچھ سوچ رہا تھا ــ وہ اٹھ کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہنے کے بعد نریندر نے بڑے افسردہ لہجہ میں کہا۔

"میں خود ہی ساتھ ہی لئے جاتا ہوا آپ کا آج کا دل بہت ہی خراب گذرا ــ نہ جانے کس کا منہ دیکھ کر آپ آج سو کے اٹھی تھیں ــ میں نے بھی آج آپ سے کئی فضول باتیں نہیں اور کچھ لوگ بھی کہہ گئے ــ!"

اس وقت ججے کے دل میں آگ لگی ہوئی تھی وہ بہت ہی مضطرب لہجہ میں بولی۔

"روز اسی کی صورت دیکھ ہی میری آنکھ کھلتی ہے۔ آپ نے ساری باتیں اپنے کانوں سے سن لی ہیں۔ اس نے آپ کے متعلق جو کچھ بھی کہا ہے۔ وہ ان کے اپنے دل کی غلاظت کا اظہار ہے۔ میں ان سے کل یہ صاف صاف کہہ دوں گی ــ!"

وجے کے دل پر اس کی توہین سے چوٹ لگی تھی اسے نریندر اچھی طرح جانتا تھا۔ اس نے بڑے پرسکون لہجہ میں کہا۔
ان سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ـــ انہیں ان چیزوں کا کوئی علم نہیں اس لئے انہوں نے ایسا شک ظاہر کیا۔ ورنہ میری توہین کرنے سے بھلا ان کو کیا فائدہ ہوگا آپ کو ہی تو شک ہوا تھا اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ آپ میری توہین کر رہی ہیں وہ لوگ آپ کے بہت بڑے دیکھا ہیں آپ کے ہی خواہ ہیں۔ میرے لئے انہیں ناراض نہ کیجئے گا۔ اب رات بہت ہوتی جا رہی ہے میں چلتا ہوں ـــ "
"کل یا پرسوں ایک بار آسکو گے ـــ ؟"
"کل یا پرسوں ـــ ؟ اب اتنا وقت کہاں ہے ـــ میں کل جا رہا ہوں ـــ میں کل ہی نہ جانہیں جا سکوں گا کلکتہ میں کچھ دن رہوں گا ـــ ابتو ملاقات ۔ "
وجے کی آنکھوں میں آنسو آگئے ـــ نہ وہ منہ اٹھا سکی اور نہ ہی کچھ کہہ سکی ـــ نریندر نے ہنستے ہوئے کہا۔
آپ تو دوسروں کو اتنا ہنسا سکتی ہیں مگر اپنے کا رد کے معمولی بات پر بہت ناراض ہو گئی ہیں ـــ میں کبھی تو آپ سے ناراض ہو کر آپ کو کم عقل اور نہ جانے کیا کیا کچھ کہتا رہا ہوں۔ اس وقت تک تو آپ بالکل ناراض نہیں ہوتی تھیں۔ آپ تو منہ چھپا کر ہنستی رہتی تھیں ـــ مجھے اور بھی غصہ آ گیا تھا میں آپ کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ آپ بہت ہنس مکھ ہیں ـــ "

مارتس کے قصے پر جس طرح ہوا ہے بتا رہے بڑی ہوئی لوندیں جھڑ جاتی ہیں ـــــ بالکل اسی طرح رنید کا آخری بات پر آنسوؤں کی کچھ لوندیں وجے کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ کرتی ہوئی گریں ـــــ وہ بے حس و حرکت کھڑی رہی ۔

رنید ہولا ۔

"آپ حور و ہیں نہیں خرید سکیں ہیں ـــ اس لئے آپ رنجیدہ ہیں"

اور پھر وہ ٹھٹک گیا ۔ وہ سائنسداں اور دانشمند انسان ایک عجیب حرکت کر بیٹھا ـــــ دفعتاً اس نے اپنے دائیں ہاتھ سے وجے کی ٹھوڑی پکڑ کہا ـــــ یہ کہا ـــــ "آپ تو رو رہی ہیں ـــ !!"

وجے کسی کی طرح تڑپ کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی ـــــ اس نے اپنی آنکھیں پونچھ لیں ـــــ رنید نے حیرت سے پوچھا۔

"کیوں ـــ کیا ہوا ـــــ ؟"

وہ ان کیفیات سے آگاہ نہیں تھا ـــــ وہ تو صرف حراثیم کو پہچانتا تھا ـــــ ان کی ذات پات، ان کے نام اور ان کے کام سے واقف تھا ـــــــــ ان کی عادات و خصائل اور ان کی پرکھ میں آج تک اس سے کبھی کوئی چوک نہیں ہوئی تھی ـــــ وہ ان کا تمام اپنی انگلیوں پر گنوا سکتا تھا ـــــ لیکن وہ اس لڑکی کو سمجھ نہیں پا رہا تھا ۔

ـــــ جو لڑکی گالی دینے پر ہنستی ہے ۔ لیکن تعریف کرنے پر رو دیتی ہے اسے کو وہ ذی ہوش انسان بھی پہچاننے سے قاصر تھا ـــــ وہ تھوڑی دیر کے لئے ششدر سا کھڑا رہا ۔ اور پھر اس نے چمڑے کا بکس اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا ـــــ عین اس وقت وجے بول اٹھی ـــــ "یہ میرا ہے ۔

[illegible] —— "[illegible]
[illegible] رو بار وک رسکی —— تیزی سے دوسرے کمرے میں
[illegible]

چمڑے کا بکس نیچے رکھ دینے کے بعد نربیدر دو تین منٹ تک
ہکا بکا کھڑا رہا —— اس کے بعد وہ باہر آیا —— وہاں کوئی بھی
نہیں تھا —— تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد وہ خالی ہاتھ اپنے
راستہ پر ہولیا۔

وہ واپس آئی تو اس نے دیکھا چمڑے کا بیگ پڑا ہے، لیکن
اس کا مالک موجود نہیں ہے —— وہ دراصل روپے لانے کے لیے
اپنے کمرے میں گئی ہوئی تھی —— لیکن تکیہ پر سر رکھ کر کالی دیوتا کا روتی رہی
اسے ہوش ہی نہ رہا کہ کوئی اس کا انتظار کر رہا ہے۔

اس نے آواز دی تو کالی پر دوڑتا ہوا آیا —— اس کا سوال
سنکر اس نے جواب دیا —— "میں اندر تھا —— مجھے معلوم نہیں کہ
بابو کب چلے گئے ——"

دربان کہیا سنگھ نے آکر کہا —— "میں کھانا تیار کر رہا تھا
—— بابو موقع پاکر باہر چلے گئے —— مجھے پتہ نہ چلا ——"

ساتواں باب

ملاس بہاری کے عظیم کارنامے کی خبر دور دور تک پھیل گئی۔ گاؤں میں برہم مندر کے قیام کا دن قریب آگیا۔ ایک ایک کرکے معزز مہمان آنے شروع ہوگئے ــــ کلکتہ ہی سے نہیں بلکہ آس پاس سے بھی ان گنت لوگ اپنے کنبوں کے ہمراہ آپہنچے۔ کل وہ نیک دن ہے ــــ آج شام کو راس بہاری کے مکان میں ضیافت ہے۔

دنیا میں نام پیدا کرنے کی خواہش کس طرح ایک دنیا دار کو متمول اور دور رس بنا دیتی ہے۔ اس کا ثبوت حسب ذیل واقعہ سے مل سکتا ہے۔

آئے ہوئے مہمانوں کے بیچ میں بیٹھ کر بوڑھے راس بہاری اپنی سفید داڑھی پر ہاتھ پھیر رہے تھے اور آنکھیں نیم وا کرکے بیٹھے ہوئے تھے۔

"اپنے بچپن کے ساتھی بن مالی بابو کا نام لے لے کر کہنے لگے۔

"بھگوان نے انہیں بے وقت بلا لیا ــــ خیر بھگوان کی مرضی کے آگے کون ہے جو سر نہیں جھکائے گا ــــ بن مالی مجھے عجیب حالت میں چھوڑ گئے ہیں ــــ آپ لوگ میرے برہم سبھاؤ سے بخوبی

اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بہر حال ہم دونوں کے ملاپ کی گھڑی نزدیک آرہی ہے۔
مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے پھر بھی اس سبھا میں سہاگوں سے میری یہی پرارتھنا
ہے کہ وہ اس گھڑی کو اور قریب لے آئیں ---!!
یہ کہہ کر انہوں نے اپنے کرتے کی آستین سے اپنی آنکھیں پونچھ لیں اور
اس کے بعد وہ چند لمحوں تک اپنے گہرے رنج کا اظہار کرنے کے لئے
خاموش رہے اور پھر رندھی ہوئی آواز میں انہوں نے کپس کے
کیپل کو دی، پڑھائی لکھائی اور جوانی میں سچے دھرم قبول کرنے کا ذکر،
کرنے کے بعد کہا۔
یہ س مالی کا بارک ل گاؤں کے مظالم برداشت نہ کرسکا وہ
کلکتے چلے گئے --- لیکن میں مظالم کو برداشت کرتا ہوا گاؤں ہی میں
رہا --- اس --- کیا کیا ظلم توڑے گئے --- اس کے باوجود میں دل ہی
دل میں کہتا تھا کہ ایک دن سچائی کی ضرور فتح ہوگی --- وہ ایک دن
آپہنچا ہے --- آپ نے اتنے دن بعد یہاں قدم رکھے ہیں --- آج
سن مالی ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔ وہ ذرا پہلے گئے مگر اسا
بھی جب میں آنکھیں بند کرتا ہوں تو وہ مجھے دکھائی دیتے ہیں ---
وہ دیکھئے --- اوپر کھڑے خوشی سے مسکرا رہے ہیں ---!!
یہ کہہ کر راس بہاری کی آنکھیں بند کرکے بے حس و حرکت ہوگئے۔
تمام لوگوں کے دل بھر آئے --- وجے کی آنکھوں میں بھی آنسو چھلکنے لگے
راس بہاری نے آنکھیں کھولیں اور دایاں ہاتھ آگے بڑھا کر کہا۔
بابا! اس کی اکلوتی بیٹی وجے بیٹی ہے --- پتا کی
ساری صفات اس میں موجود ہیں --- لیکن ارادہ کی بہت

مضبوط ہے ۔ یہی اس کہنے میں بہت دلیر ہے ــــ اور یہ یہ ایشا
ملاسں سہاری ہے ــــ ویسا ہی اٹل ــــ ویسا ہی ارادے کا
مضبوط ــــ ایک چٹان ــــ یہ دونوں بظاہر الگ ہیں، لیکن
باطن میں ایک ہیں اور وشنو گوڑ نزدیک آرہی ہے جب آپ لوگوں کے
قدموں کے طفیل سے یہ دونوں ایک ہوکر زندگی بسر کریں گے ۔"
، ساری محفل میں مسرت کی لہر دوڑ گئی ــــ دیدے کے نزدیک جو
عورت بیٹھی تھی اس نے اپنے ہاتھ سے اس کا ہاتھ دبایا ۔ راس بہاری
نے ایک لمبی سانس لیکر کہا ۔
یہ ہماری اولاد ہے ــــ ہم ماں ان دونوں کو ایک ہوتا ہوا
دیکھنا چاہتے تھے لیکن یہ سارا قصور میرا ہے ــــ ہاں میں ہی اس
کا ذمہ دار ہوں ــــ آدمی کی زندگی کنول کی پتی ہے ایک بوند کی طرح
ہے ــــ ہم جو بات کہتے ہیں اسے کر کے نہیں دکھاتے ــــ زندگی اتنی
جلد بیت جائے گی، اس بات کا ہم کبھی خیال نہیں کرتے "
یہ کہہ کر وہ چند لمحوں کے لئے خاموش ہو گئے ۔ ان کے دل کی
روشنی سے ان کا چہرہ چمک اٹھا ــــ انہوں نے ایک لمبی سانس
لیکر پرسکون لہجے میں کہا
، لیکن اب مجھے ہوش آگیا ہے ــــ اس لئے میں اپنے وجود
کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ سکتا ہوں کہ اگلے تیاگ سے زیادہ دیر
مجھے نہیں کرنی چاہئیے ــــ کون جانتا ہے کہ میں کہیں یہ جوتی
کا دن دیکھے بغیر چلا جاؤں ــــ!"
لوگوں میں کھسر پھسر ہونے لگی ــــ راس بہاری نے دائیں طرف

وچے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"جس طرح سں مالی اپنی بیٹی کو میرے سپرد کر گئے ہیں اسی طرح میں بھی
اپنے دھرم کو روبرو رکھ کر اپنے فرائض سرانجام دوں گا ـــ آپ کا
آشیرواد حاصل کرکے یہ دونوں اپنے سچے دھرم کے تئیں اپنے فرائض
پورے کریں گے ـــ جس جگہ سے سں مالی کو نکلنا پڑا تھا وہاں یہ صداقت کے
دھرم کا پرچار کریں گے یہی میری ایک پرارتھنا ہے ـــ!"

کہن سال آچاریہ دیال چند نے آشیرواد دی راس بہاری نے
اسی وقت وچے کا نام لیکر کہا۔

"بیٹی ـــ تمہارے پتا نہیں ہیں ـــ تمہاری پاک واس ماں بھی
بہت پہلے سورگ سدھار چکی ہے ـــ ورنہ آج یہ بات مجھے تم سے نہ
پوچھنی پڑتی ـــ شرماؤ نہیں بیٹی ـــ کہہ دو تاکہ میں معزز مہمانوں
کو اگلے سپتاہ میں یہاں آنے کی دعوت دیدوں ـــ!"

وچے کیا کہتی ـــ ڈر اور شرم سے اسکی زبان بند ہو گئی
وہ سر جھکا کر خاموش بیٹھی رہی ـــ راس بہاری نے ایک لمحہ
کے لئے انتظار کیا اور پھر کہا۔

"جگ جگ جیو بیٹی ـــ اب تمہیں کچھ نہیں کہنا ہوگا ہم
لوگ سمجھ گئے ہیں ـــ!"

اس کے بعد وہ کھڑے ہو گئے اور دونوں ہاتھ جوڑ کر بولے
"میں اگلے سپتاہ میں ایک بار پھر آپ لوگوں کو یہاں آنے
کی زحمت دوں گا ـــ!"

سارے لوگ بار بار اپنی منظوری دینے لگے۔ وچے برداشت

نہ کر سکی اور اس نے رندھے ہوئے گلے سے کہا۔
"باوجی کی موت کو ابھی ایک سال بھی نہیں ہوا ہے" اس کا گلا بھر آیا تھا اس لئے وہ اپنا جملہ پورا نہ کر سکی۔
راس بہاری فوراً سارے معاملہ کو سمجھ گئے۔ وہ بول اٹھے۔
"ٹھیک تو کہتی ہو بیٹی —— یہ تو مجھے یاد ہی نہیں رہا —— تم میری مالکن ہو —— یعنی میری ماں ہو —— اس لئے بیٹی تم نے بوڑھے بیٹے کی غلطی پکڑ لی —— !"
وہ چپ چاپ آنچل سے آنسو پونچھ لئے۔
"اچھی بات ہے اگلی ملاقات کو سہی —— یہ شبھ کام اگلے ملاقات میں ہوگا —— آپ لوگ اگلے ملاقات میں یہاں آنے کی زحمت گوارا کیجئے —— بیٹا ولاس بہاری رات ہوتی جا رہی ہے کھانے کا انتظام کرو —— چلو —— میں بھی چلتا ہوں —— اگر آپ اجازت دیں تو —— !"
کہتے کہتے وہ بیٹے کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔
کھانا کھانے کا کام ختم ہو گیا —— کافی سامان تھا کسی بات میں کوئی کمی نہ رہی۔
وہ اکیلی کھڑی پالکی کا انتظار کر رہی تھی۔ راس بہاری اچانک ادھر آ نکلے۔
"یہاں کیوں کھڑی ہو بیٹی —— چلو گھر چلو —— !"
وہ نیچے گردن ہلا کر بولی۔
"نہیں کاکا جی —— میں ٹھیک ہوں —— !"

"لیکن سردی لگ جائے گی ۔۔۔"

"نہیں لگے گی ۔۔۔"

راس بہاری نے پھیرا ہے۔ "گھر کی لکشمی"، بتا کر آشیرواد دی ۔۔۔
وہ بے پتھر کی مورتی بن کر یہ سارا ناٹک برداشت کرتی رہی۔

راس بہاری کو دفعتاً ایک بات یاد آگئی ۔۔۔ وہ بولے۔

"میں تمہیں وہ بات بتانا تو بھول ہی گیا ۔۔۔ بیٹی! میں نے اس چوڑیوں کی قیمت ادا کر دی ہے۔"

آٹھ دس دن ہو گئے تھے ۔۔۔ سریندر اس دن کے بعد آیا ہی نہیں تھا ۔۔۔ وہ چوڑیاں اس کے کمرے میں رکھ گیا تھا ۔۔۔ وہ کے یہ دن جس انداز سے بسر ہوئے تھے۔ اسے صرف وہی جانتی تھی ۔۔۔ اسے یہ تو معلوم تھا کہ اس کی نوا کا گھر کتنی دور تھا ۔۔۔ لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کا گھر کہاں ہے ۔۔۔ کس گاؤں میں ہے ۔۔۔ اس نے پوچھا ہی نہیں تھا ۔۔۔ وہ اس سے ملنے یا اس کو پیغام بھجوانے کا کوئی طریقہ نہ سوچ سکی ۔۔۔ اس نے راس بہاری کی بات پر چونک کر پوچھا۔

"کسے روپے کب دیئے ۔۔۔؟"

راس بہاری ذرا سوچ کر بولے۔

"یہ کون جانے ۔۔۔ اس کے دوسرے دن ہی وہ چلا گیا ۔۔۔ میں نے سنا ہے کہ تم نے چوڑیاں خریدنے کی غرض سے اپنے پاس رکھ لی ہیں، ۔۔۔ زبان آخر زبان ہے ۔۔۔ اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ۔۔۔ خیر میں نے روپے دے دیئے ہیں۔ اسے روپیوں کی سخت ضرورت تھی۔

وہ چلا گیا ہوگا اور کہیں جا کر اپنی دوسری کا انتظام کر رہا ہوگا۔ کچھ بھی ہو پھر بھی برا یا تو نہیں تھا بیٹی ۔۔۔ وہ بھی تو ایک دوست کا بیٹا تھا۔ بیچارا کہیں جانے کے لئے بہت بیقرار تھا ۔۔۔ روپے پاتے ہی چلا گیا ۔۔۔۔ تم نے دیئے یا میں نے دیئے ایک ہی بات ہے ۔۔۔ اسی لئے میں نورا نکال کر دید یئے ۔۔۔ اس کا دھرم اس کے ساتھ ہے ۔۔۔ اگر دس روپے زیادہ بھی لے گیا ہوگا تو لے جانے دو"

رجے کی زبان کو جیسے کسی نے جکڑ لیا ۔۔۔ اسے ایسا معلوم ہوا جیسے وہ اب کبھی نہیں بول سکے گی اس نے بہت زور لگایا اور پھر پوچھا۔ "انہیں روپے کہاں دیئے ۔۔۔ ؟"

راس بہاری اس کی بات نہ سمجھا اور بولا۔

"کیا کہہ رہی بیٹی ۔۔۔ روپے دو مانگے گیا۔ ؟ اس کا منہ دیکھ کر تو ایسا محسوس نہیں ہوتا تھا ۔۔۔ کسے قصوروار ٹھہراؤں ۔۔۔ اعتبار ہی سے تو آدمی دھوکہ کھاتا ہے ۔۔۔ میں نے یوں ہی دھوپ میں اپنی داڑھی سفید کرلی ۔۔۔ دو سو اور گئے ۔۔۔ چلو ۔۔۔ وہ دو سو روپے بھی میں ہی دے دوں گا ۔۔۔ دھوکا کھاتے کھاتے تو میری کمر جھک گئی ہے۔ اچھا پھر جانے دو ۔۔۔"

رجے اس کی باتیں مزید نہ سہہ سکی۔ روکھے پن سے بولی۔

"آپ خواہ مخواہ کیوں ڈرتے ہیں ۔۔۔ وہ دو ہزار روپے لیجانے والے آدمی نہیں ہیں ۔۔۔ وہ ٹھوکروں مر سکتے ہیں مگر ایسا نہیں کر سکتے مگر یہ تو بتائیے کہ آپ کی ان سے ملاقات کہاں ہوئی اور ان کو روپے آپ نے کب دیئے ۔۔۔"

"راس بہاری کی جان میں جان آئی ـــ انہوں نے لمبا سا سانس لیکر کہا
"چلو جان بچی ـــ روپے بھی تو کم نہیں تھے ـــ دو سو تھے
ـــ وہ یہاں سے جانے کے لئے بہت بیقرار تھا ـــ" اس
کے بعد وہ اچانک ایک طرف دیکھ کر بولے ـــ "کون ہے ملاس تم
ہو ـــ ارے پالکی کا کیا ہوا ـــ یا سردی نہ لگ جائے بیٹی کو
مجھے تو ہر ایک کام خود ہی کرنا پڑتا ہے ـــ"
یہ کہہ کر وہ غصہ سے بڑبڑاتے ہوئے دوسری طرف کے خیمے کو ملاس کو گھور
کر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے چلے گئے ـــ

ایک دن تھا کہ وہ اپنے آپ کو ملاس کے سپرد کرنے کے لئے تیار
تھی ـــ لیکن آج ملاس ہی کیا اتنی بڑی دنیا کے کروڑوں لوگوں میں
صرف ایک شخص کو چھوڑ کر وہ کسی کو چھونے کی بات تک نہیں سوچ سکتی
تھی ـــ ایسی کوئی بات کرے تو اس کا دل نفرت سے اُبلنے لگتا تھا۔
راس بہاری کی تقریر سننے کے بعد وہ پالکی میں بیٹھی تو اس بات پر
غور کرنے لگی اور دل ہی دل میں بل کھانے لگی۔
اس کے پتا کا درحقیقت کیا ارادہ تھا وہ جان نہیں سکی تھی ان
کی موت کے بعد ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی زندگی ملاس بہاری سے
وابستہ ہو گئی تھی ـــ اس بات کا خیال آتے ہی اس کے دل میں
بغاوت کی آگ روشن ہو گئی۔
یہ جو ایک غم زدہ اور افسردہ سا شخص آسمان کے کسی گوشے سے
اترا تھا اور چشم زدن میں نہ جانے کہاں گم ہو گیا تھا اور اس کی زندگی

کو تہ و بالا کر کے اپنے نقش قدم تک نہیں چھوڑ گیا تھا وہ کیا ایک خواب تھا۔ یا حقیقت۔؟ آج وہ اپنے دل و دماغ کو بیدار کر کے یہ سوچ رہی تھی۔ کیا وہ واقعی ایک خواب تھا۔ اگر خواب تھا تو اُس کی یاد میں زندگی کے کتنے دن بسر ہوں گے اور اگر وہ حقیقت تھا تو کیا زندگی میں وہ کبھی میسر ہو گا۔؟

گھر آکر وہ چارپائی پر لیٹ گئی لیکن اسے نیند نہ آئی۔ وہ سوچ رہی تھی اُس کی ماں نہیں ہے۔ بابا جی دوسری دنیا میں ہیں۔ بھائی بہن تو کبھی تھے ہی نہیں راس بہاری کے سوا اس کا اپنا کوئی نہیں ہے۔ وہی اس کے رشتہ دار، دوست اور ہمدرد ہیں۔ انہوں نے نہ جانے کس ارادہ سے اسے کلکتہ سے نکال کر یہاں لا پھینکا ہے۔ جہاں تک اس کی نظر جاتی تھی اس کے سامنے سارا معاملہ روز روشن کی طرح عیاں تھا۔ نریندر کو بن مانگے پردیس جانے کے لئے مدد دینا، اپنے گھر میں اتنی بڑی ضیافت کا انتظام کرنا، معزز مہمانوں کے سامنے ملاس اور اس کی شادی کا ذکر کرنا۔ ان سب باتوں سے پتہ چلتا تھا کہ وہ اس کو ہر طرح سے جکڑ لینا چاہتے تھے راس بہاری نے ایک جال بچھا دیا تھا اور وہ اسے کھدیڑ کر اس جال کی طرف لے جا رہے تھے۔ وہ ساری رات ایک لمحہ کے لیے بھی نہ سو سکی۔ وہ اپنے مرحوم باپ کو پکارنے لگی اور رو رو کر ان سے کہنے لگی۔ "پتا جی۔ تم تو ان لوگوں کو پہچان گئے تھے پھر مجھے کیوں آپ ان کے سپرد کر گئے۔!!"

ایک وقت تھا کہ اس نے خود ہی ملاس کو پسند کیا تھا۔ اس کے ساتھ ملکر اپنے پتا کی خواہش کے خلاف نریندر کو تباہ کرنے کی کوشش کی

گئی۔ اس خیال کے آتے ہی اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ وہ سوچ رہی
تھی کہ پتاجی ملاسا کی ساری سازش کا پیٹ ہاتھوں سے کیوں نہ ختم کر گئے۔
سارا معاملہ اس کے بعد کمزوروں پر کیوں چھوڑ گئے۔ وہ میری
آزادی کے سارے دروازے کیوں بند کر گئے — آنسوؤں سے
اس کا سارا تکیہ بھیگ گیا۔ وہ سوچ رہی تھی کیوں میری یہ آواز میرے
پتا کے کانوں میں نہیں پہنچ رہی ہے — کیا میں ساری سازش کو ناکام
بنانے کا کوئی طریقہ نہیں سوچ سکتی — ؟

دوسرے دن ہرلیس کی ماں نے جب اسے آکر جگایا تو دن کافی نکل آیا
تھا۔ اس نے اٹھتے ہی سنا کہ اس کے مکان کا بیرونی کمرہ مہمانوں سے
بھر چکا ہے صرف وہی دولہا موجود نہیں ہے — اسے معلوم تھا کہ
آج وہ دن بھر مصروف رہے گی۔ اس نے کھڑکی میں سے جھانک کر
گاؤں کا منظر دیکھا — یہ منظر دیکھتے ہی اس کی ساری تھکن دور
ہوجایا کرتی تھی — لیکن آج اسے یہ منظر بالکل بے کیف نظر آرہا تھا
اتنے میں اس نے دیکھا کہ کالی پر ایک ہی ڈگ میں تین تین سیڑھیاں
پھلانگتا ہوا اوپر آرہا ہے — جیسے اس کی آنکھیں چار ہوئیں تو
وہ وہیں رک گیا اور ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

اٹھیے — جلدی کیجیے — چھوٹے مالک بہت ناراض ہو رہے
ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ آج اتنی دیر کیوں کی جارہی ہے"

جس طرح چنگاری بارود کے ڈھیر میں گر کر ہولناک دھماکہ پیدا
کر دیتی ہے۔ بالکل اسی طرح نوکر کے ان الفاظ نے رجنی کے دل پر کام کیا۔
رجنی کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ سر سے پیر تک جل اٹھی ہو۔ اس نے منہ

سے تو کچھ نہ کہا لیکن اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ کالی پرنے وجے
کی آنکھوں کی طرف دیکھا تو خوفزدہ ہو کر سہم گیا ـــــ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا
کہ وجے نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے اس سے کہا۔

"تم پیچھے جاؤ کالی پر ـــــ"

وجے جانتی تھی اس گھر میں "چھوٹے مالک" ملاس بہاری کو کہا جاتا تھا۔
"بڑے مالک" کا مطلب تھا راس بہاری ـــــ وجے نے سوچا کہ
باپ بیٹا دونوں اب اتنے بڑے بن بیٹھے ہیں کہ نوکروں پر تو اکثر غصہ ہوتے
رہتے ہیں لیکن اب اس گھر کی مالکن پر بھی رعب جمانے لگے ہیں۔ آج اسے
ایسا معلوم ہوا جیسے اس گھر کا مالک ملاس ہو اور وہ اس کی خادمہ ہو۔ اس
خیال نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔

وہ ہاتھ منہ دھو کر جب آدھ گھنٹے کے بعد نیچے اتری تو لوگ چائے
پی رہے تھے ـــــ سب مہمانوں نے اٹھ کر اس کا سواگت کیا۔ لیکن
ملاس بہاری کی تند و تیز آواز سن کر سارا شور دب گیا ـــــ وہ اپنا چائے
کا پیالہ میز پر پٹک کر بولا۔

"اگر تمہاری آنکھ اب بھی نہ کھلتی تب بھی سارا انتظام ہو جاتا میں
یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں تمہارے اس برتاؤ سے تنگ آ چکا ہوں"

یہ درست ہے کہ اسے ناراضگی کے اظہار کا حق تھا۔ لیکن باہر کے
لوگ ہونے والے خاوند کے اس رویہ پر دم بخود رہ گئے ـــــ وجے نے
اس کی طرف یوں دیکھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو ـــــ جس جگہ بوڑھے
آچاریہ دین دیال مالو بیٹھے تھے وہ اس طرف بڑھ گئی۔ وجے نے ان کے
قریب جا کر کہا ـــــ چائے کے انتظام میں کوئی رکاوٹ تو پیدا نہیں ہوئی؟

محنہ سے ہماری غلطی ہوئی ـــ میں جلد نہ اٹھ سکی ۔"

دین دیال باؤ نے اسے "بیٹی" کہہ کر مخاطب کیا ۔

"نہیں بیٹی ـــ ہم میں سے کسی کو تکلیف نہیں ہوتی ـــ للاس مالا اور راس بہاری بالو نے کہیں کوتاہی نہیں برتنے دیکھا۔ تمہاری صورت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری طبیعت خراب ہے ـــ"

دین دیال بابو کلکتہ میں مستقل طور سے نہیں رہا کرتے تھے اس لئے وہ ان کو اچھی طرح نہیں جانتی تھی۔ کل تک اس نے لوڑھے آچاریہ پر کچھ زیادہ دھیان نہیں دیا تھا ـــ آج جب وہ کمرے میں داخل ہوئی تو پہلی ہی نظر میں لوڑھے آچاریہ کے پرسکون اور پرجلال چہرے سے بہت متاثر ہوئی ان کے نرم اور ملائم الفاظ نے اس کے دل کی آدھی کدورت دور کر دی ـــ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے ان کے لب و لہجہ میں اس کے پتا کا لب و لہجہ شامل ہے۔

دین دیال باؤ ایک صوفے پر بیٹھے تھے۔ ان کے پہلو میں تھوڑی سی جگہ تھی۔ انہوں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کھڑی کیوں ہو بیٹی ـــ بیٹھ جاؤ ـــ"

رچے ان کے پہلو میں بیٹھ گئی ـــ وہ کوئی جواب نہ دے سکی وہ گردن گھما کر دوسری طرف دیکھنے لگی ـــ اس کے لئے آنسو روکنا محال ہو رہا تھا ـــ لوڑھے آچاریہ نے پھر پوچھا "بیٹی طبیعت خراب تو نہیں ہے ـــ؟"

رچے نے گردن ہلا کر کہہ دیا "نہیں ـــ"

وہ جے کے رندھے ہوئے گلے کا یہ جواب لوڑھے آچاریہ نے جہا

رہا۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہا۔ اس نے سارا معاملہ بھانپ لیا اور دل ہی دل میں مسکرایا ـــ ایک شخص پہلے ہی سے مکان کا مالک بن بیٹھا تھا اور اپنی ہونے والی بیوی پر ابھی سے رعب جمار ہا تھا۔ اس بات پر کوئی دل ہی دل میں مسکرائے بغیر کیونکر رہ سکتا تھا۔

بوڑھا آچاریہ اپنے قریب بیٹھی ہوئی دوتیرہ کی حوصلہ افزائی کے لئے خود ہی باتیں کرنے لگا۔

"بھگوان کے آشیر واد سے تم لوگ صداقت کو اس دنیا میں اور بھی فروغ دو گے ـــ بیٹی ـــ اپنی مندر کا تم نے اپنے گاؤں میں سنگ بنیاد رکھا ہے اسے قائم رکھنے کے لئے تمہیں کڑی محنت کرنی ہوگی۔ آرام و آسائش کو ترک کرنا ہوگا۔ میں کئی گاؤں میں رہتا ہوں ـــ میں نے اچھی طرح دیکھ لیا ہے کہ اگر دیہات میں اس دھرم کا پرچار نہیں ہوگا تو یہ قائم نہیں رہ سکے گا ـــ اگر تم اسے زندہ رکھ سکو تو اس دیش کا ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہو جائے گا۔"

دھنے کا جی چاہتا تھا کہ وہ کہہ دے کہ مندر کے قیام میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن اس نے یہ بات کہنے کی بجائے پوچھا۔

"کون سا بڑا مسئلہ حل ہو جائے گا ـــ؟"

دیال نے کہا۔

"میرا یقین کامل ہے کہ ہمارا دھرم ہی دیہات کے کروڑوں مصائب کا واحد علاج ہے۔ مگر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جہاں دھرم کی کوئی جگہ رہو وہاں وہ دھرم قائم نہیں رہتا۔ لیکن کوشش کرنا تو انسان کا فرض ہے ـــ اگر ایک جگہ بھی تجربہ کامیاب رہا تو اس سے بہت ہمت

سے وجے نے اور کوئی سوال نہ کیا اور مایوس ہو گئی۔ وہ سوچنے لگا کہ قصداً قائم کرنے کی آڑ ہی میں ملاس اس کے دل پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا ـــ آج جب آچاریہ دیال نے برہم دھرم کے اصل مقصد کی طرف اس کا دھیان دلایا تو اسے ایسا محسوس ہوا کہ ملاس سنگدل نہیں ہے شاید دھرم کے لئے اس کی بے پناہ عقیدت ہی اس کی سنگ دلی کا باعث ہے۔ اس نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ دنیا کے عظیم کام اگر ہزاروں کے لئے سود مند ہوتے ہیں تو نہ کسی نہ کسی کے لئے نقصان دہ بھی ہوتے ہیں اس لئے کچھ لوگ ایسا کام کرنے والوں کو سنگدل اور ظالم بھی کہتے ہیں ـــ وجے کے دل میں برہم دھرم کے لئے بھاری عقیدت تھی وہ دل ہی دل میں ملاس کو معاف کئے بغیر نہ رہ سکی ـــ یہاں تک کہ اس نے اپنے آپ سے کہا ـــ دنیا میں جو لوگ بڑے کام کرنے کے لئے آتے ہیں ـــ اگر ان کا برتاؤ ہمارے برتاؤ سے نہیں ملتا تو ان کو قصوروار نہیں ٹھہرانا چاہیئے ـــ!!

کافی وقت گذر چکا تھا ـــ لوگ ایک ایک کرکے اٹھنے لگے وجے بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئی ـــ داس سہارنی نے اپنے بیٹے کو الگ بلا کر اس سے کچھ کہا۔ ملاس نے وجے کے پاس آکر کہا۔

کیا صبح سے اب تمہاری طبیعت اچھی ہے وجے ـــ!!

آدھ گھنٹہ پہلے اس سوال پر شاید وجے کا جواب کچھ اور ہوتا لیکن اس گھڑی اس نے ملاس کی طرف بڑے سکون سے دیکھا اور کہا۔

" اچھی ہی ہے ـــ کل رات کو نیند نہیں آئی تھی ـــ!!

ملاس کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ اس تک ملاس کے رگ رگ اور داشور
تیا کی کوئی چال کامیاب نہیں ہوئی تھی ـــ وجے نے اس کے ساتھ سیدھے
منہ بات کرنا چھوڑ دیا تھا۔ آج اس کے منہ سے نرم الفاظ سن کر ملاس
خوشی سے جامہ میں پھولا نہ سمایا۔
اس نے اپنے لہجہ کو بھی بہت نرم بنا کر کہا۔
"تو پھر تم اس وقت دھوپ میں باہر نہ نکلو ـــ نہا دھو کر اور
کھانا کھا کر تھوڑا سا آرام کر لینا ـــ!"
ملاس کے لب و لہجہ سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وجے سے اپنے سلوک
کے لئے معافی مانگ رہا تھا۔ یہ کہہ کر وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔
جہاں تک نظر جا سکتی تھی وجے اس کو دیکھتی رہی۔ اس کے بعد وہ
سرد آہ بھر کر دھیرے دھیرے اپنے اوپر کے کمرے میں چلی گئی۔ کچھ دنوں
سے ایک خیال کانٹے کی طرح اس کے دل میں کھٹک رہا تھا آج ایسا
محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے دل کی پھانس نکل گئی تھی۔
شام کو مہرم مندر کے سنگ بنیاد رکھنے کی رسم اطمینان بخش طور پر ختم ہو گئی۔
اندر ایک خاص جگہ پر آج دو نہایت ہی خوبصورت کرسیاں پاس رکھی ہوئی
تھیں۔ ان میں سے ایک کرسی پر بڑی شان و شوکت کے ساتھ وجے کو بٹھایا
گیا۔ دوسری کرسی کس کی منتظر تھی۔ اس بات کو سمجھنے میں کسی کو دیر نہیں
لگی تھی۔ ایک لمحہ کے لئے وجے کے دل میں آگ کے شعلے بلند ہوئے تھے
لیکن جب دوسری کرسی پر ملاس نے آکر قبضہ جمایا تھا تو اس کے دل کی
آگ بجھ گئی تھی

آٹھواں باب

جس طرح آتش بازی لمحہ بھر میں اُڑ کر ختم ہو جاتی ہے اسی طرح کہیں بزم مندر قیام کا جشن بھی مدھم پڑ جائے اور اس کے لئے لوگوں کا جوش و خروش بالکل ختم نہ ہو جائے ۔۔۔ اس اندیشہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے راس بہاری نے بزم مندر کے قیام کے جشن کو طول دینے کی کوشش کی۔ مگر جو مہمان آئے تھے ان کے اپنے گھر بھی تھے، ان کا کاروبار بھی تھا۔ اس لئے ایک روز اس جشن کو ختم کر دینا پڑا ۔۔۔ اس روز بوڑھے راس بہاری نے تھوڑی سی تمہید باندھ کر کہا۔

جن لوگوں کی عظیم کوششوں سے ہم مورتی پوجا کے گھر سے اندھیرے سے نکل کر عقل و دانش کے اجالے اور واحد نگران کے قدموں میں آئے ہیں وہ سدا سکھی اور خوش رہیں۔ میں صدق دل سے یہ دعا کرتا ہوں کہ جن لوگوں نے اس مندر کو تعمیر کیا ہے۔ وہ بہت خوش و خرم رہیں مستقل قریب ہی میں مندر کے دو معمار متحد ہو کر ایک نئی زندگی بسر کریں گے پرماتما ہیں اور مسرت انگیز گھڑی جلد دکھائے ۔۔۔ اتنا کہہ کر مندر کے ان دونوں معماروں

کی طرف نگاہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔
"بیٹی و جے — تم دونوں مہمانوں کو پرنام کرو۔" ماما اور پھر وہ مہمانوں
سے مخاطب ہوئے — "آپ لوگ بھی میری اولاد کو آشیرواد دیں"
بجے اور ملاس نے ایک ساتھ دھرتی پر سر رکھ کر برہم سماج کے ممبر
ممبروں کو پرنام کیا — مہمانوں نے یک آواز ان کو آشیرواد دی۔ اس
کے بعد وہ اجلاس ختم ہو گیا۔
شام کے بعد جب و جے گھر آئی تو اس کے دل میں کوئی کسک موجود نہیں
تھی — مذہبی سکون اور تاثر سے اس کا دل اس طرح لبریز تھا کہ
اس نے اپنے آپ سے کہا — "دنیاوی عیش و آرام ہی حقیقی باعث آرام
نہیں ہے دھرم اور دوسرے لوگوں کے لئے اس عیش و آرام کو ترک کر دینا
ہی حقیقی مسرت ہے —"
وہ ملاس کی ہم خیال نہیں تھی۔ لیکن مذہب کے سلسلہ میں ان کے درمیان
کوئی اختلاف نہیں تھا۔ بستر پر دراز ہو کر وہ بار بار اس خیال کو اپنے دماغ میں
دوہرا رہی تھی — "یہ اچھی بات ہے کہ میری زندگی دھرم کے متوالے شخص
کے ساتھ وابستہ ہو رہی ہے۔ شاید بھگوان ہم سے کوئی کام لینا چاہتا ہے
اس لئے میرے دلی جذبات کو اس نے تبدیل کر دیا ہے"
دوسرے دن ملاس نے سب کے آگے ہاتھ جوڑ کر التجا کی۔
"آپ لوگ اگر مہینے میں ایک بار یہاں آ کر مندر کے وقار میں اضافہ
کریں تو ہم عمر بھر آپ کے شکر گزار رہیں گے —"
اس تجویز کو بہت سے مہمانوں نے منظور کر لیا۔
"اس سہارے لو لے — بیٹی و جے۔ اگر تم چاہتی ہو کہ مندر کو

رکی
کسک سی اٹھے
دام دیئے جاتے تو کیا د
دل کی ملاقاتاں سے ایک
پیدا ہو جاتی ہے۔ اسے جب بھی اس دُو
دور لگا کر اس خیال کو جھٹک دینے کی کوشش کرتی ـــ اس طرح ایک
اور مہینہ بیت گیا۔
جاگنی کے آغاز ہی میں اچانک سخت گرمی پڑنے لگی ـــ وڑول
سے دیال بار سنگار میں مل مصروف رہے تھے۔ وہ کپڑے تبدیل کرکے اور
بالکل تیار ہو کر اُن کی مزاج پرسی کے ارادے سے نیچے اتری۔ بوڑھا
ورسالی کہتا سے نگہ اپنی لاٹھی لانے کے لئے دوسرے کمرے میں گیا ہوا تھا۔
اس کے انتظار میں وہ باہر کے کمرے میں میٹھ جائے پینے لگی۔
"کمکار ـــ"
وہ چونک پڑی ـــ اس نے سر اٹھاکر دیکھا۔ فریدہ کمرے
میں داخل ہو رہا تھا ـــ جے کے ہاتھ میں چائے کا پیالہ جہاں تھا
وہیں رہ گیا ـــ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ اس نے
سر تو اس کی بھنے کا جواب دیا اور نہ ہی اسے بیٹھنے کی دعوت دی۔
فریدہ نے اپنی چھڑی ایک کرسی کے ساتھ لٹکا دی اور دوسری کرسی
کھینچ کر بیٹھ گیا ـــ وہ بولا۔
میرا کام ابھی ختم نہیں ہوا ـــ" اور پھر اس نے ہکلاتے
ہوئے کہا۔
اگر زحمت نہ ہو تو ایک پیالہ چائے لانے کا حکم دیدیجئے ـــ"

فروغ حاصل ہو تو دیال بابو کو یہاں روکنے کی کوشش کی جائے۔"

رمے نے بیقرار ہو کر پوچھا

"ایسا کیونکر ہو سکتا ہے ـــ"

راس بہاری ہنستے ہوئے بولے

"اگر یہ بات ممکن ہوتی تو میں کہتا ہی کیوں ـــ میں انہیں کہیں سے جانتا ہوں ـــ وہ میرے بچپن کے دوست ہیں ـــ ان کے گھر کی حالت اچھی نہیں ـــ پھر بھی دیال بابو بہت ایماندار ہیں انہیں تمہاری زمینداری کا کوئی کام سونپ کر یہاں آسانی سے رکھا جا سکتا ہے۔ مندر کے مکان میں کمروں کی کمی نہیں ہے ـــ دو چار کمرے ان کے لئے وقف رکھے جا سکتے ہیں ـــ"

دیال بابو کے لئے رمے کے دل میں بہت احترام تھا۔ ان کی اقتصادی بدحالی کی خبر سن کر اس کے ہمدردانہ جذبات میں ایک ابال آیا اور اس نے راس بہاری سے کہا۔

"دیال بابو کو یہیں رکھ لیجئے ـــ میں واقعی بہت خوش ہوں گی چاچا جی ـــ"

ایسا ہی ہوا ـــ دیال بابو اپنے کنبہ سمیت وہیں رہنے لگے۔

کافی دن گزر گئے ـــ زمینداری اور مندر کا کام بڑے سلیس ڈھنگ سے چلنے لگا ـــ کسی کے دل میں مخالفت یا بے اطمینانی کا خیال تک نہ آیا ـــ!

نریندر کی کوئی خبر نہ آئی ـــ وہ چند روز کے لئے گاؤں آیا تھا اور وہاں سے چلا گیا ـــ اس کی خورد بین پر رمے کی نگاہ پڑتی تو دل میں ایک

کھنک سی اٹھنے لگی۔ اسے روپوں کی ضرورت تھی ——— اگر کچھ زیادہ بھی
دام دیئے جاتے تو کیا حرج تھا ——— اسے ایک اور خیال بھی آیا ——— دو
دن کی ملاقات سے ایک شخص کے لئے دل میں اس قدر محبت یا لگن کیوں
پیدا ہو جاتی ہے۔ اسے جب بھی اس دو دل کے لگاؤ کا خیال آتا تو وہ پورا
زور لگا کر اس خیال کو جھٹک دینے کی کوشش کرتی ——— اس طرح ایک
اور ہفتہ بیت گیا۔

سجاگن کے آثار ہی میں اچانک سخت گرمی پڑنے لگی ——— دو دن
سے دیال بار سرکار بھی حل مصروف رہے تھے۔ وجے کپڑے تبدیل کر کے اور
بالکل تیار ہو کر اُن کی مزاج پرسی کے ارادے سے نیچے اتری۔ بوڑھا
دربان کرپتا سنگھ اپنی لاٹھی لانے کے لئے دوسرے کمرے میں گیا ہوا تھا۔
اس کے انتظار میں وہ باہر کے کمرے میں بیٹھ چائے پینے لگی۔

"سرکار ——— !"

وہ چونک پڑی ——— اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ سریندر کمرے
میں داخل ہو رہا تھا ——— وجے کے ہاتھ میں چائے کا پیالہ جہاں تھا
وہیں رہ گیا ——— وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ اس نے
نہ تو اس کی نمستے کا جواب دیا اور نہ ہی اسے بیٹھنے کی دعوت دی۔

سریندر نے اپنی چھڑی ایک کرسی کے ساتھ ٹکا دی اور دوسری کرسی
کھینچ کر بیٹھ گیا ——— وہ بولا۔

"میرا کام ابھی ختم نہیں ہوا ———" اور پھر اس نے ہکلاتے
ہوئے کہا۔

"اگر زحمت نہ ہو تو ایک پیالہ چائے لانے کا حکم دے دیجئے ———"

[illegible] "

[illegible] ہاتھ کا پیالہ میز پر رکھ کر باہر چلی گئی۔ اس نے [illegible] کرایا [illegible] پیالہ لانے کا حکم دیا تو فوراً واپس۔ آ کر وہ میز کا کنارہ پکڑ کر کھڑی رہی ــــ اس کے دل میں ایک عجیب طوفان اُٹھ رہا تھا۔ اسے خبر نہیں تھی کہ دل میں یک بیک ایسا طوفان بھی اُٹھ سکتا ہے۔ وہ پانچ چھ منٹ تک اسی جگہ خاموش کھڑی رہی۔ پھر اس نے دیکھا کہ کالی پر چائے لئے ہوئے جا رہا تھا ــــ وہ بھی اس کے پیچھے کمرے میں چلی گئی ــــ

کالی پرس کے چلے جانے کے بعد نریندر نے وجے کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا۔

آپ دل ہی دل میں بہت ناراض ہوں گی۔ آپ کہیں باہر جا رہی تھیں ــــ میں آ کر خواہ مخواہ حائل ہو گیا ہوں ــــ لیکن میں پانچ منٹ سے زیادہ آپ کا وقت نہیں لوں گا ــــ "

وجے نے کہا۔

آپ پہلے چائے تو پیجئے ــــ" اچانک اس کی نظر سامنے کی کھڑکی پر پڑی اور وہ بولی۔

"یہ کھڑکی کس نے کھولی ہے۔ ؟"

"کسی نے نہیں۔ میں نے کھولی ہے ــــ" نریندر نے جواب دیا

"آپ نے کس طرح کھول دی ــــ؟"

جس طرح سبھی کھولتے ہیں ــــ کیا میں نے کوئی بھاری قصور کیا ہے ــــ ؟"

وہ سر اٹھا کر بولی۔

"نہیں ۔۔۔" اور پھر تھوڑی دیر تک اس کی پتلی پتلی انگلیوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولی ۔۔۔ "آپ کی انگلیاں کیا لوہے کی بنی ہوئی ہیں؟ اس کلائی کو پیچھے سے دھکا دینے سے کرتی کھول سکتا ہے۔ مجھے یقین نہیں آرہا ۔۔۔!"

فریدر ہنس پڑا ۔۔۔ اس کے قہقہہ کی گونج سے سارا کمرہ لبریز ہوگیا ۔۔۔ اس ہنسی پر وہ کا دل کانپ اٹھا ۔۔۔ ہنسی روک کر فریدر نے کہا۔

"میری انگلیاں واقعی بہت سخت ہیں ۔۔۔ زور سے پکڑ لوں تو کسی بھی آدمی کا ہاتھ ٹوٹ سکتا ہے ۔۔۔"

وہ ایسی ہنسی دبا کر بولی۔

"آپ کا ماتھا اور بھی زیادہ سخت ہے ٹکر مارے ہے۔"

بات ختم بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ فریدر نے ایک اور قہقہہ لگایا۔ اس شخص کی ہنسی کس قدر دلکش اور دلچسپ تھی ۔۔۔!

جیب سے دو سو روپے کے نوٹ نکال کر فریدر نے میز پر رکھ دیئے اور بولا۔

"قرض چکانے آیا ہوں ۔۔۔ میں ٹھگ ہوں ۔۔۔ ریاکار ہوں۔ دھوکے باز ہوں ۔۔۔ اتنے روپوں کے لئے آپ نے نہ جانے کتنی گالیاں دی ہوں گی ۔۔۔ اپنے روپے لے لیجئے اور میری چیز مجھے واپس دیدیجئے ۔۔۔!"

ایک لمحے کے لئے وہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے اپنے آپ

کو سوال کر دیا۔

"اور کیا کیا کہا تھا ۔۔۔ ذرا بتائیے تو سہی۔"

فریدون بولا۔

"اب مجھے وہ باتیں تو کہاں رہی ہیں ۔۔۔ خیر دیں منگوا دیجئے،
ابھی ساڑھے دو بجے کی گاڑی سے واپس کلکتے جانا ہے ۔۔۔ خوشی
کی بات ہے کہ مجھے کلکتے ہی میں ایک اچھی سی نوکری مل گئی ہے اب
مجھے پردیس نہیں جانا پڑے گا۔"

وجے کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔ "آپ بہت خوش نصیب ہیں۔"

"ہاں ۔۔" فریدون نے جواب دیا ۔۔ "میرے پاس زیادہ وقت
نہیں ہے تو رکے رہتے ہیں ۔۔"

عین اسی وقت وجے کے چہرے کی ساری چمک دمک غائب ہو گئی۔
فریدون نے اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ وہ بولا۔
"مجھے فوراً واپس جانا ہے۔ براہ کرم میری چیز منگوا دیجئے۔"

وجے نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"آپ سے کیا یہی شرط طے ہوئی تھی کہ جب آپ روپے لائیں
فوراً آپ کو واپس کر دی جائے ۔۔"

فریدون نے شرمندہ ہو کر کہا۔

"نہیں ۔۔۔ ایسی تو کوئی شرط طے نہیں ہوئی تھی لیکن آپ
کو تو اس کی ضرورت نہیں ۔۔"

"اگر آج ضرورت نہیں تو کسی دن کل ضرورت پڑ سکتی ہے"

"مگر آپ کے کسی کام نہیں آ سکتی۔ اور میرے لئے ۔۔"

وجے نے کہا۔

اسے بیچتے ہوئے تو آپ نے کہا تھا کہ اگر کوئی اسے خریدے گا تو مجھ پر بہت بڑا احسان کرے گا اور اگر میں نے یہ کہا سمجھا کہ آپ نے مجھے ٹھگ لیا ہے تو آپ اتنے بے چین کیوں ہو گئے ــ؟"

نریندر اپنے دل میں بہت نادم ہوا ــــ چند لمحے نا دم رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"اس وقت میں نے یہ سوچا تھا کہ شاید پھر آپ کے کسی کام آ سکے گی۔ لیکن وہ تو آپ کے یہاں بیکار پڑی ہے ـــــ آپ نے تو اسے ایک طرف اٹھا کر رکھ چھوڑا ہے ـــ خیر مجھے یاد آ گیا آپ تجوری میں رکھ کر کبھی روپیہ سود پر دے رہے ہیں میں سود دے سکتا ہوں ــ"

وجے نے کہا۔

"آپ کتنا سود دیں گے ــــ؟"

"میں زیادہ سے زیادہ سود دینے کے لئے تیار ہوں ــ"

"ہم نے کلکتہ سے پتہ کیا ہے ــــ ضرور یہیں چار سو روپے میں بک سکتی ہے ـــ"

نریندر یہ سنکر اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھی بات ہے ـــ اسے وہیں بیچئے ـــ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ دو سو کے عوض چار سو چاہتے ہیں نا ــ؟"

وجے نے انکھیں چرا کر اپنی ہنسی کو چھپانا چاہا ــــــ اگر کوئی اور شخص ہوتا تو وہ اس طرح اس کے سامنے اپنی ہنسی کو چھپانے کی

کو سوال کر دیا۔

"اور کیا کہا تھا ۔۔۔ ذرا بتایئے تو سہی ۔۔۔"

فرید بولا۔

"اب مجھے وہ باتیں یاد کہاں رہی ہیں ! ۔۔۔ جو رقم دیں منگوا دیجئے، مجھے ساڑھے دس بجے کی گاڑی سے واپس کلکتے جانا ہے ۔۔۔ خوشی کی بات ہے کہ مجھے کلکتے ہی میں ایک اچھی سی نوکری مل گئی ہے اب مجھے پردیس نہیں جانا ہے ۔۔۔"

رجے کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔ "آپ بہت خوش نصیب ہیں۔"

"ہاں ۔۔۔" رشید نے جواب دیا ۔۔۔ "میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے ۔ دس بج رہے ہیں ۔۔۔"

لیکن اس وقت رجے کے چہرے کی ساری چمک دمک غائب ہو گئی۔

نوید نے اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ وہ بولا۔

"مجھے فوراً واپس جانا ہے ۔ براہ کرم میری چیز منگوا دیجئے۔"

رجے نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"آپ سے کیا یہی شرط طے ہوئی تھی کہ جب آپ روپے لائیں گے۔ فوراً وہ آپ کو واپس کر دی جائے ۔۔۔"

فرید نے شرمندہ ہو کر کہا۔

"نہیں ۔۔۔ ایسی تو کوئی شرط طے نہیں ہوئی تھی ۔ لیکن آپ کو تو اس کی ضرورت نہیں ۔۔۔"

"اگر آج ضرورت نہیں تو کسی دن بھی ضرورت پڑ سکتی ہے"

"مگر آپ کے کسی کام نہیں آ سکتی ۔ اور میرے لئے ۔۔۔"

"وجے نے کہا۔

"اسے بیچتے ہوئے تو آپ نے کہا تھا کہ اگر کوئی اسے خریدے گا تو مجھ پر بہت بڑا احسان کرے گا اور اگر میں نے یہ کہلا بھیجا کہ "آپ نے مجھے ٹھگ لیا ہے" تو آپ اتنے بے چین کیوں ہو گئے ۔۔۔؟"

نریندر اپنے دل میں بہت نادم ہوا ۔۔۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"اس وقت میں نے یہ سوچا تھا کہ شاید پھر آپ کے کسی کام آ سکے گی۔ لیکن وہ تو آپ کے یہاں بیکار پڑی ہے ۔۔۔ آپ نے تو اسے ایک طرف اٹھا کر رکھ چھوڑا ہے ۔۔۔ پھر مجھے یاد آ گیا آپ زیور رہن رکھ کر بھی روپیہ سود پر دیتے ہیں۔ میں سود دے سکتا ہوں ۔۔۔"

وجے نے کہا۔

"آپ کتنا سود دیں گے ۔۔۔؟"

"میں زیادہ سے زیادہ سود دینے کے لئے تیار ہوں ۔۔۔"

"ہم نے کلکتہ سے پتہ کیا ہے ۔۔۔ ضرور یہ چار سو روپے میں بک سکتی ہے ۔۔۔"

نریندر یہ سنکر اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھی بات ہے ۔۔۔ اسے رہنے دیجئے ۔۔۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ دو سو کے عوض چار سو چاہتے ہیں نا ۔۔۔؟"

وجے نے آنکھیں چرا کر اپنی خفت کو چھپانا چاہا ۔۔۔ اگر کوئی اور شخص ہوتا تو وہ اس طرح اس کے سامنے اپنی خفت کو چھپانے کی

کو سوال کر دیا۔

اور یہ کیا کہا تھا ــــ ذرا بتائیے تو سہی ــ"

فرید روکا۔

"اب مجھے وہ باتیں یاد کہاں رہی ہیں! ــــ خیر میرا چیک منگوا دیجئے۔ مجھے ساڑھے نو بجے کی گاڑی سے واپس کلکتے جانا ہے ــــ خوشی کی بات ہے کہ مجھے کلکتے ہی میں ایک اچھی سی نوکری مل گئی ہے۔ اب مجھے پردیس نہیں جانا ہے ــ"

دیپ کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔ "آپ بہت خوش نصیب ہیں۔"

"ہاں ــــ" فرید نے جواب دیا ــــ "میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ نو بج رہے ہیں ــ"

عین اس وقت دیپ کے چہرے کی ساری چمک دمک غائب ہو گئی۔ فرید نے اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ وہ بولا۔

"مجھے فوراً واپس جانا ہے۔ براہ کرم میرا چیک منگوا دیجئے۔"

دیپ نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"آپ سے کیا یہی شرط طے ہوئی تھی کہ جب آپ روپے لائیں فوراً وہ آپ کو واپس کر دی جائے ــ!"

فرید نے شرمندہ ہو کر کہا۔

"نہیں ــــ ایسی تو کوئی شرط طے نہیں ہوئی تھی۔ لیکن آپ کو تو اس کی ضرورت نہیں ــ!"

"اگر آج ضرورت نہیں تو کسی دن بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔" مگر آپ کے کسی کام نہیں آ سکتی۔ اور میرے لئے ــ

وجے نے کہا۔

"اسے بیچتے ہوئے تو آپ نے کہا تھا کہ اگر کوئی اسے خریدے گا تو مجھ پر بہت بڑا احسان کرے گا اور اگر میں نے یہ کہلا بھیجا کہ "آپ نے مجھے ٹھگ لیا ہے" تو آپ اتنے بے چین کیوں ہو گئے۔"

سریدر اپنے دل میں بہت نادم ہوا۔۔۔ چند لمحے نادم رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"اس وقت میں نے یہ سوچا تھا کہ شاید پھر آپ کسی کام آ سکے۔ لیکن وہ تو آپ کے یہاں بیکار پڑی ہے۔۔۔ آپ نے تو اسے ایک طرف اٹھا کر رکھ چھوڑا ہے۔۔۔ خیر مجھے یاد آ گیا آپ تو جیریں رہن رکھ کر بھی روپیہ سود پر دیتے ہیں۔ میں سود دے سکتا ہوں۔"

وجے نے کہا۔

"آپ کتنا سود دیں گے۔۔۔؟"

"میں زیادہ سے زیادہ سود دینے کے لئے تیار ہوں۔"

"ہم نے کلکتہ سے پتہ کیا ہے۔۔۔ ضرور یہی چار سو روپے میں بک سکتی ہے۔"

سریدر یہ سنکر اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ اسے وہیں بیچئے۔۔۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ دو سو کے عوض چار سو چاہتے ہیں نا۔۔۔؟"

وجے نے آنکھیں چند کر کے اپنی ہنسی کو چھپانا چاہا۔۔۔ اگر کوئی اور شخص ہوتا تو وہ اس طرح اس کے سامنے اپنی ہنسی کو چھپا نہ سکی

مرید حیرت سے دیکھتا رہا۔ اس نے دیش کی بات کا جواب نہ دیا جو کوار
آنکھوں کا مقصد انسان ہی کیا حیوان بھی سمجھ جاتے ہیں ــــ وہ چاہے
کتنا ہی سیدھا سادا کیوں نہیں تھا ورنہ تاڑ گیا کہ باپ بیٹے کی آنکھوں
سے کہنے ہی کوئی چیز نمایاں ہو رہی ہو مگر حسرت نمایاں نہیں ہو رہی
تھی ــــــ حساب ورنہ وہ دیش کو خوردبین دکھانے کے لئے گیا تھا۔
اسلام والا اس نے بہت سی باتیں اپنے کانوں سے سن لی تھیں ۔ اور
ماسٹر بہاری جس رور لاٹھی لیکر اسے خوردبین کی قیمت دینے گیا تھا۔
اس دن بوڑھے نصیحت کرنے کے بجائے کچھ کم کڑوی باتیں نہیں کہی
تھیں ــــ مرید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جب اس نے دھوکہ
نہیں کیا تھا۔ اور بڑا مال کرنے پر خوردبین کی قیمت دو سو کی بجائے چار سو
روپے مل رہی تھی تو پھر کیوں اس پر عتاب نازل کیا جارہا تھا۔ اس کے
علاوہ جیمک کا قرب کس نے پھیلایا تھا ــــ میں نے تو پھیلایا نہیں۔
شاید دیش نے ان کو کچھ بتایا ہو ـــــــ اتنے میں کالی پر
نے چق اٹھا کر اپنا سر کمرے کے اندر کیا ــــ ماسٹر بہاری کی نظر اس
پر پڑی تو وہ چیخ کر بولا۔

"سور کے بچے ــــ ایک اور کرسی تو لے آ ــــ"

کمرے میں موجود ہر ایک شخص چونک پڑا ــــ کالی پر بجلی کا
کڑکا تھا ــــ ماسٹر بہاری فوراً سنبھلے اور بولے ۔

"کالی پر ــــ کرسی لے آؤ ۔ ماں جی کے بیٹھنے کے لئے"

کالی پر چلا گیا تو بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے انہوں نے بڑے سکون
سے کہا ــــ بیمار آدمی کا کمرہ ہے ــــ اس طرح جلد باری کیا کرو

"ملاسی بٹیا۔ آدمی کو آپے سے باہر نہیں ہونا چاہیئے۔"
ملاسی نے تحکم آگیں لہجہ میں کہا۔

"آدمی اس طرح نہ کرے تو کیا کرے ـــ یہ نوکر بہت ہی حرام زادہ ہے۔ نہ کہنا مانتا ہے۔ نہ کوئی خبر دیتا ہے۔ گھر میں ایک غیر شخص کو گھسنے کی اجازت دیدی۔ ایک بے ادب شخص کو۔ جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ ایک شریف عورت کی عزت کیوں کر جاتی ہے۔"

جس طرح جھٹکا لگنے سے شرابی کا نشہ ہرن ہو جاتا ہے عین اسی طرح وینے کی بے خودی اور خود فراموشی کا عالم ٹوٹ گیا۔ اس نے سریندر کا ہاتھ چھوڑ دیا اور دیوار کی طرف منہ کر کے لیٹ گئی۔

کالی بجلی کی سی تیزی کے ساتھ ایک اور کرسی لے آیا ـــ سریندر پلنگ پر سے اٹھا اور کرسی پر بیٹھ گیا ـــ راس بہاری کو وینے کے چہرے کے جذبات تاڑنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی ـــ وہ جھینپ اور بولے

"میں سب کچھ سمجھتا ہوں ملاسی تمہارا ناراض ہونا جائز ہے۔ لیکن اتنا تو سوچنا چاہیئے کہ کوئی ارادی طور پر تو قصور کرتا نہیں۔ اگر ہر ایک شخص آداب سے واقف ہو تو پھر فکر کی بات ہی کیا ہے۔ انسان کو اصولاً جہیں سے اپنی غلطی کو درست کرنے کا موقع دینا چاہیئے۔"

یہ غلطی کس کی تھی اسے تو سمجھئے بابا۔ وینے بولی۔ ملاسی نے کہا۔

"نہیں بتا جی ـــ ایسی بیہودگی برداشت نہیں کی جا سکتی۔ میرے گھر کے نوکر جتنے بدنصیب ہیں اتنے بیوقوف بھی ہیں۔ میں کل ہی اسے جواب دیدوں گا۔"

رائس سپاڈی نے ہنستے ہوئے بڑی چالاکی سے کمرے کی دیواروں کو
تاکتے ہوئے کہا۔

"طبیعت خراب ہو تو یہ واہی تباہی بکنے لگتا ہے — اسی پر کیا
موقوف ہے — میں لوڈو کھیل چکا ہوں — بیماری کی بات سن کر
گھبرا جاتا ہوں — مگر یہیں آدمی کو جھینک ہوئی تھی اس لئے وہ
ذرا سا خوف پھیلا گئے —"

پرسیڈر اتنی دیر خاموش بیٹھا تھا — اب اس سے یہ زیادتی
برداشت نہ ہوئی — وہ بولا۔

"نہیں — میں کوئی خوف پھیلا کر نہیں گیا —"

ملاکس نے زمین پر پاؤں پٹکتے ہوئے کہا۔

"آپ ہی تو ڈر گئے تھے — کالی پر اس بات کا گواہ ہے —"

پرسیڈ نے کہا۔

"کالی پرکو سے بڑی بھول ہوئی —"

ملاکس عجیب نظروں سے نہ جانے کیا کہنا چاہتا تھا کہ اس کے چہرے سے
دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا کر رہے ہو ملاکس — جب وہ انکار کر رہے ہیں تو کالی پرپر
یقین رکھنا ضروری ہے — یہ ضرور سچ کہہ رہے ہوں گے —"

ملاکس اس پر بھی کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بوڑھا رائس بولا۔

"اس معمولی سی بیماری پر اپنا دماغ خراب نہ کرو ملاکس — دھیرج
سے کام لو — دیوتا ہمارے امتحان کے لئے ہی مصیبت نازل کرتے
ہیں —" اور پھر تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہ کر بولے۔

"اگر وہ بھولے سے بیماری کی بات کہہ بھی گئے تو ہوا کیا۔ اچھے اچھے ڈاکٹروں سے بھی بھول ہو جاتی ہے۔ یہ تو ابھی بچے ہیں۔"

پھر وہ فریدر کی طرف منہ پھیر کر بولے۔

"جانے دیجئے۔ آپ بتا رہے ہیں کہ بخار معمولی ہے۔ تشویش کی کوئی وجہ نہیں۔ کیا یہی آپ کا خیال ہے نا۔۔؟"

فریدر اب تک کسی قسم کی توہین چپ چاپ برداشت کر چکا تھا۔ لیکن اس دفعہ اس سے تیکھا جواب دیئے بغیر رہا نہ گیا وہ بولا۔

"میرے خیال سے آپ کا کیا بگڑے گا اور کیا بنے گا۔ آپ مجھ پر تو بھروسہ کر نہیں رہے ہیں۔ اس سے تو زیادہ اچھا ہے کہ آپ کسی لائق ڈاکٹر کو بلوا کر اس کا مشورہ لیں۔"

یہ بات بہت کڑوی تھی۔ لیکن اسے یہ جواب دینے کا پورا اختیار تھا۔ ملاس دفعتاً اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لڑائی جھگڑا کرنے پر تل گیا۔

"تمہیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ تم کس سے بات کر رہے ہو۔ اگر تم اس گھر میں نہ ہوتے تو مار مار کر تمہارا ۔ ۔ ۔"

بلا وجہ کوئی جھگڑا کھڑا کر کے اسے پیٹ پر تل جانا۔ ملاس کی یہ حرکت فریدر کی سمجھ میں نہ آئی۔ ایسا کیوں ہو رہا تھا۔ ملاس کے دل میں حسد کی آگ روشن تھی۔ فریدر کو آج بھی اس بات کا پتہ چلا۔

در اصل جن دنوں وہ گاؤں میں تھا ان دنوں ملاس اور رحمے کے رشتہ کی بات لوگ دبی زبان میں کرتے تھے۔ کھل کر کچھ نہیں کہتے تھے۔ جب ابرہیم سدر کے قیام کے دوران ان دونوں کا رشتہ لگا ہوا تو وہ گاؤں سے جا چکا تھا۔ آج باپ بیٹے کی باتوں سے اس سے

ایک ہی بات، تو ہوسکتی تھی مگر اس پر ٹھیک طرح سوچنے کے لئے اس کے پاس وقت نہیں تھا ــــ اس وقت وجے نے رمیدر کی طرف منہ پھیر کر دیکھا۔ اور وہ بولی۔

"میں جب تک زندہ رہوں گی ــــ آپ کی احسان مند رہوں گی ــــ ان لوگوں نے اگر مجھے کسی دوسرے ڈاکٹر کو دکھانے کا فیصلہ کر لیا ہے تو آپ میری خاطر اس بے عزتی کو برداشت نہ کیجئے ــــ واپس جاتے ہوئے دیپالی بالو کو ضرور دیکھتے جائیے ــــ"

اس کے بعد اس نے دوبارہ منہ پھیر لیا۔ راس بہاری بہت پہلے ہی اصل معاملہ کو سمجھ گئے تھے۔ وہ فوراً بول اٹھے۔

"کمال ہے ــــ آپ نے جسے بلایا ہے اس کی بے عزتی کرنے کی ہمت کس میں ہے ــــ؟"

اس کے بعد وہ بیٹھے کرسی پر کسی انداز میں کھنکارتے رہے اور بیچ ہی بیچ اس بات کی طرف اشارہ کرتے رہے کہ بیماری کی وجہ سے بلاس بالو کا دماغ ٹھکانے نہیں رہا ــــ وہ مذہبی فلسفہ، علم و دانش اور پند و نصیحت کی باتیں بھی کرتے رہے ــــ رمیدر باپ بیٹے کے ہاتھوں اپنی توہین کروا کر اٹھ کھڑا ہوا ــــ اس نے اپنا بیگ اٹھایا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

راس بہاری نے پیچھے سے آواز دی۔

"نریندر بابو ــــ آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے ــــ"

یہ کہہ کر وہ اٹھے اور نیچے اتر گئے ــــ

نریندر کو ایک کمرے میں بٹھا کر انہوں نے تمہید باندھتے ہوئے کہا۔

"پانچ امیدواروں میں سے تم میرا تمہیں بالو کہوں یا اور کچھ ــــ لیکن ایک

بات میں معقول نہیں سکتا کہ تم میرے دوست حگدلیش کے بیٹے ہو ــــــ میرا بھائی اور حگدلیش دونوں سورگ سدھار چکے ہیں۔ صرف میں ہی باقی رہ گیا ہوں۔ ہم تینوں دوست کیا تھے ــــــ میں کھل کر نہیں بتا سکتا ہریندر ــــــ غم سے میرا سینہ پھٹا جا رہا ہے ــــــ حرومیں کی قیمت دیتے ہوئے میں نے تم سے کچھ الٹی سیدھی باتیں کہہ دی تھیں ــــــ لالہ اچانک راس بہاری لال کو اس دن کا سارا واقعہ یاد آ گیا ــــــ وہ بولے ـــ

"تم نے ایسے کام چیز بیچ دی تھی ہریندر ــــــ اس پر تجھے بہت غصہ آ رہا تھا ــــــ" پھر ذرا ہنس کر بولے ــــــ دیکھو بیٹا ــــــ بات اصل ہوا تھا کہ تم کو ایسا سمجھ کر ــــــ خیر جانے دو ــــــ میں نہ جانے کتنے لوگوں کے نزدیک بہت بڑا ہوں ــــــ نہ جانے کتنے لوگ مجھے گالیاں دیتے ہیں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم کبھو جھوٹ نہیں بول سکتے ــــــ اس لئے تم ہی کہو ــــــ اگر ذرا سے جھوٹ بولنے پر گالی گلوچ سے چھٹکارا مل جائے تو ایسا جھوٹ بولنے میں کیا حرج ہے ــــــ میں بوڑھا ہو چکا ہوں ــــــ اس دنیا میں رہتے ہوئے کافی وقت بتا چکا ہوں ــــــ میرے بال بھی سفید ہو گئے ہیں ــــــ" لالہ راس بہاری لال پھر نرمی لگا ہوں سے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے بولے ــــــ "کیا ایک بات تم جانتے ہو ہریندر ــــــ اس بڑھاپے اور اس سخت کاری کے افق میں یہ نہیں جان سکا کہ کونسی بات کبھی چاہیئے اور کونسی نہیں ــــــ یہ جانتا ہوتا تو میں آج تمہارے دل کو ہرگز تکلیف نہ پہنچاتا۔"

آپ نے جو کچھ کہا سچ ہی کہا ــــــ اس میں ملال رکھنے والی کونسی بات ہے ــــــ لالہ ہریندر نے بڑے انکسار کے ساتھ کہا۔

راس سہاری گردن ہلا کر بولے ۔

نہیں ــــ نہیں ــــ ایسی بات نہ کہو ــــ فرید ــــ تیکھی باتیں
دل پر تیر کی طرح لگتی ہیں ۔ جو سنتا ہے اسے بُرا محسوس ہوتا ہے اور کہنے
والے کو بھی کچھ کم بُرا نہیں لگتا ــــ ہے ــــ ایسو ر ۔"

فرید سر جھکائے بیٹھا رہا ــــ راس سہاری نے کہا۔

"نہیں تو یاد ہے ۔ جب مجھے پتہ چلا کہ تم خود دیس میں سیج رہے تو
تو میں خاموش بیٹھا نہ رہ سکا ــــ میں نے سوچا تم بڑے دکھ کے ساتھ
جو دیس پہنچی ہو گی ــــ اس کی قیمت چاہے کچھ بھی تھی لیکن جب رماں
دے دی تھی تو پھر زیادہ لیت ولعل کرنا ٹھیک نہیں تھا ۔ میں نے
سوچا دیر ہو جائے کہ تمہیں روپے دے ــــ میں خود ہی کیوں نہ
جا کر روپے دے آؤں ــــ تمہیں شاید روپوں کی سخت ضرورت
ہو ــــ اس لئے میں نے ایک دن تاخیر نہ کی ــــ آخر تم میرے
دوست جگدیش کے بیٹے تھے ــــ ۔"

فرید نے اس دن کی کڑی اور کسیلی باتیں یاد کر کے کہا۔

"کیا وہ قیمت نہیں دینا چاہتی تھیں ــــ ؟"

بوڑھے نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں نہیں ۔ ایسی بات کیونکر ہو سکتی تھی ۔ خیر تمہیں تو معلوم ہی ہے ۔
جانے دو ــــ" یہ کہہ کر وہ اچانک خاموش ہو گئے ۔

اس سہاری آدمی کو کیا جانتے تھے ــــ انہوں نے اب کے
اپنے مطلب کی بات چھیڑی ــــ فرید کی آج کی بات چیت سے
پتہ چل گیا تھا کہ فرید کو اصل معاملہ کا علم نہیں تھا ۔ وہ بولے ۔

" مجھے بلاس کا یہ آج کا رتاؤ پرسہت عدہ ایلے ہے راگر وہ ملاس کی رائے لیکر خود ہی خرید تی تو یہ بات ہی پیدا نہ ہوتی ـــ تمہیں کہہ دیکیا یہ وجے کا فرض نہیں تھا کہ وہ اس سے صلاح لیتی ـــ ؟"

مرید رکی سمجھ میں یہ آیا کر خود ہی خرید تے وقت ملاس کی صلاح لینا وجے کا فرض کیوں تھا ـــ وہ خاموش رہا اس بہاری بولے۔

وجے کی بیاری کی خبر سنتے ہی ملاس بیقرار ہو اٹھا ـــ ایسا ہونا ضروری بھی تھا ـــ سارے بھلے اور برے کی ذمہ داری انہی پر ہے ـــــــ دوا ، ڈاکٹر کا انتخاب کرنا بھی تو اس کا کام ہے۔ اس کی رائے کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا ـــ وجے بھی تو اس بات کو سمجھتی ہے اگر اس نے ذرا دو نہ پہلے یہ بات سوچ لی ہوتی تو آج یہ حادثہ کیوں ہوتا سمجھ کچھ بھی نہیں ہے۔ اسے سوچنا چاہیئے تھا "

وجے کو کیوں سوچنا چاہیئے تھا ـــ یہ بات ابھی تک مرید ر کی سمجھ میں نہ آئی ـــــ لیکن اس کے دل میں ایک وسوسہ پیدا ہوا۔ وہ متعجب حیر نگاہوں سے لڑ کے کی طرف دیکھتا رہا۔

" اس بہاری بولے ـ

" ٹھیا ـــ تم ملاس کے دل کی حالت کو سمجھ کر اس کی کہی ہوئی باتیں بھول جانا ـــ اور اپنے دل میں کوئی میل نہ لانا ـــ میں مرید ر تمہیں یہ بھی بتادوں کہ ان دونوں کی شادی میا کتہ میں ہو رہی ہے۔ اگر تم کلکتہ ہی میں رہو تو اس نیک کام میں ضرور شریک ہونا ـــ میں تمہیں ابھی سے دعوت دے رہا ہوں ـــ "

مرید ر کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کے منہ سے صرف اتنا نکلا "اچھا"۔

اس پر راس بہاری بہت خوش ہوئے اور بڑھ چڑھ کر باتیں سنانے لگے ۔ انھوں نے بتایا کہ یہ شادی گھگواں کی مرضی سے ہو رہی ہے ۔ یہ شادی تو دونوں کے پیدا ہوتے ہی طے پا گئی تھی ۔ وہ کہتے ساری باتیں ہو چکی تھیں ۔ پھر وہ دفعتاً بول اٹھے ۔ اچھا تو کیا ابھی تم کلکتہ ہی میں رہو گے ۔ کوئی کام ملا یا نہیں ۔ ؟"

سریدر نے کہا۔

ہاں ۔ ولایتی ادویات کی دوکان میں معمولی نوکری مل گئی ہے ۔

راس بہاری نے خوش ہو کر کہا۔

"بہت اچھی بات ہے ۔ دواؤں کی دوکان ۔ منافع بخش کاروبار ہے ۔ تم وہاں ٹک گئے تو دونوں سے دولت بٹور لو گے ۔"

سریدر نے اس بات پر کوئی طرح کی اور صرف اتنا ہی کہا۔

"جی ہاں ۔"

"تنخواہ کیا ملتی ہے ۔"

"ابھی تو صرف چار سو روپے مل رہے ہیں ۔ بعد میں بڑھ بھی سکتی ہے ۔"

"چار سو ۔" راس بہاری کے منہ سے نکلا ۔ آنکھیں ماتھے کی طرف چڑھا کر بولے ۔ "آہا ۔ بہت اچھا ۔ بہت اچھا سن کر بہت خوشی ہوئی ۔"

دھوپ کافی تیز ہوتی جا رہی تھی ۔ یہ دیکھ کر سریدر اٹھ کھڑا ہو گیا۔

اس نے پوچھا ۔ برستی کا اب کیا حالت ہے ۔ ؟"

داس بہاری نے بتایا۔

"اسے اس کے گاؤں کے گھر پہنچوا دیا گیا ہے ——— اس کی حالت کیا ہے ——— میں کچھ نہیں کہہ سکتا ——"

دونوں کمرے سے باہر نکلے ——— داس بہاری کو ایک بار اور اوپر جانا تھا ——— بیٹا انتظار کر رہا ہوگا۔ اس نے دوا کا انتظام کیا ہے اس بات کا پتہ بھی کر نا تھا ——— برآمدہ کے قریب آکر بریندر ایک بار پھر پلٹا ——— اس نے راہن بہاری کے قریب جاکر آہستہ سے کہا۔

"میری طرف سے بلاسں بابو سے کہہ دیجئے گا کہ بیمار کی حالت دیکھ ڈاکٹر بھی لو کھلا جاتا ہے ——— اور ڈاکٹر کے منہ سے بھی کچھ نا سمجھ باتیں نکل جاتی ہیں ——"

یہ کہہ کر وہ مڑا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا ایک طرف کو چل پڑا۔ اس نے کھانا نہیں کھایا تھا ——— نہایا نہیں تھا —— اس کڑی دھوپ میں اس کا سر گرم تھا ——— لیکن وہ دیہرا گاؤں کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ اب اسے کوئی چیز اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ چلتے چلتے وہ اپنے آپ سے بار بار یہی سوال کر رہا تھا ——— مجھے کیا غرض پڑی ہے۔ ایک عورت نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کے قابل عزت بوڑھے کو دیکھتا جاؤں۔ میں نے جسے کبھی اپنی آنکھوں سے دیکھا نہیں اسے کیوں دیکھنے جا رہا ہوں۔ میں کیوں اس کڑی دھوپ کی پروا تک نہیں کر رہا ——— بھاگتا جا رہا ہوں ——— یہ سوچتے ہوئے بھی واپس نہ مڑ سکا وہ دیال بابو کو دیکھنے کے لئے اس کے دروازے تک پہنچ گیا۔

٭ ٭ ٭

نواں باب

سرسید نے کاغذ کے ایک پرزے پر اپنا نام اور اپنی ولایت کی ڈگری
لکھ کر کاغذ کا وہ پرزہ اندر بھجوا دیا۔ اسے پڑھ کر دیال بابو گھبرا گئے۔
اتنا بڑا ڈاکٹر پیدل چل کر انہیں دیکھنے آیا ہے —— انہیں یہ خیال تک نہ
آیا اسی ڈاکٹر ہی کو وہ اسی کے اس گھر سے محروم کر کے وہاں رہ رہے ہیں۔
جب چھریرے بدن کا ایک نوجوان ان کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ حیرت
سے اسی کی طرف دیکھتے رہ گئے —— انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے
ان کی بیماری کتنی ہی سخت کیوں نہ ہو وہ بچ جائیں گے —— وہ
تو ڈاکٹر کے آتے ہی چارپائی پر اٹھ کر بیٹھ گئے —— وہ
تو یہاں تک سوچنے لگے کہ ڈاکٹر کو اسٹیشن تک چھوڑنے کے لئے
جا سکتے ہیں —— ڈاکٹر نے انہیں بتایا کہ ان کی بیماری
معمولی ہے —— جلد اچھے ہو جائیں گے —— اس پر انہیں
خیال آیا کہ وہ جو خود بستر علالت پر دراز ہے۔ مگر اس کو ان کی بیماری
کا کتنا خیال ہے —— ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے —— ڈاکٹر اور

بوڑھے آچاریہ میں باتیں ہونے لگیں — آج نریندر کے دل میں بہت سی کدورت جمع ہو چکی تھی لیکن بوڑھے آچاریہ کے اطمینان، سکون، اور انکسار دیکھ کر وہ آدمی دھل گئی — اس عمر میں بھی ان کے دل میں دھرم کے کتنی محبت تھی — کتنی عقیدت تھی — انہیں کسی دھرم کے خلاف کوئی شکایت نہیں تھی — ان کا یہ اعتقاد تھا کہ اگر آدمی خود ناپاک ہے تو کوئی بھی دھرم اسے پاک نہیں بنا سکتا نریندر سوچنے لگا کہ اگر آچاریہ جی یہ خیالات راس بہاری کے کانوں میں پڑ جائیں تو کیا وہ ان کو یہاں رہنے دیں گے یا نہیں —
بوڑھے آچاریہ نے راس بہاری اور ملاس بہاری کی بھی تعریف کی۔ در اصل وہ جس کے بارے میں بھی بات کرتے تھے اس کے متعلق یہی کہتے تھے کہ اس جیسا نیک اور پاکباز آدمی انہوں نے ساری دنیا میں دیکھا ہی نہیں — نریندر بوڑھے دانشور کے اس بھولے پن پر دل ہی دل میں ہنسا — اس کے بعد انہوں نے بتایا کہ بیاکہ میں ملاس اور وجے کی شادی ہو رہی ہے — میری خواہش ہے کہ اس وقت میں ہی ان کے گورو کے فرائض ادا کروں — وہ بڑی گرمجوشی سے باتیں کر رہے تھے اس لئے یہ دیکھ ہی نہ سکے کہ آخری بات نے ان کے مہمان کے چہرے کی رنگت بدل دی ہے —۔

بوڑھے آچاریہ نے بڑا اصرار کیا کہ نریندر نہا دھو کر کھانا کھالے۔ مگر وہ کسی طرح بھی راضی نہ ہوا — ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جب نریندر بڑے احترام کے ساتھ نمسکار کر کے باہر نکل گیا تو اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کے نزدیک ساری دنیا کیوں بے کیف ہو گئی۔

تھی - ہدی پار کرنے کے بعد اس نے زمیندار کے محل کی طرف دیکھا تو
اس کی دونوں آنکھیں جل اٹھیں --- وہ منہ پھیر کر سیاں کی طرف
سے سیدھا ریلوے اسٹیشن کی طرف تیز تیز قدم اٹھانے لگا --- اگر آج
اس کے دل پر اتنا بڑا گھاؤ نہ لگتا تو شاید وہ اپنے دل کو پہچان ہی نہ سکتا۔
ابھی تک تو وہ صرف اتنا ہی جانتا تھا کہ آج تک اس کے دل نے صرف
علم اور سائنس سے محبت کی ہے --- اس کا یقین تھا کہ سائنس
اور علم کے سوا اس کے دل میں اور کسی کے لئے جگہ نہیں ہوگی اس لئے
اس نے دنیا کی ساری آرزوؤں اور تمناؤں کی طرف سے منہ پھیر
لیا تھا --- لیکن آج جب اس کے دل پر چوٹ لگا تو اسے معلوم ہوا
کہ اس کے دل نے چپکے چپکے ایک اور چیز کو بھی جگہ دیدی ہے --- یہ
دیکھ کر وہ اپنی نظروں میں آپ حقیر ہو گیا --- اس کی بات کو سمجھنے میں
کوئی رکاوٹ نہیں ہو رہی تھی --- وجے کا رتناؤ --- اس کی بات
چیت، اس کی زیر لب ہنسی --- اس کے دل میں آگ لگ گئی جب
اس نے یہ سوچا کہ وجے اس کے بارے میں بلاس سے باتیں کر کے کتنی
ہنسی ہوگی --- اگلے دل ہی کی بات ہے کہ رجے نے اس کی عزیز ترین
حور میں جیسی کہ اسے گھر سے نکال دیا تھا --- اپنے آپ کو
ملامت کرتے ہوئے اس نے اپنے دل سے کہا --- جو کچھ
میرے ساتھ ہوا اچھا ہی ہوا --- میں اسی قابل تھا۔ اس
کے ذرا سے اشارہ پر میں اتنی دور چلا آیا --- مجھے یہی سزا ملنی چاہئے
تھی --- بہت اچھا کیا جو بلاس نے میری بے عزتی کر کے مجھے گھر سے
نکال دیا --- ورنہ میں نہ جانے اور کتنا بیوقوف بنتا۔ ۱۱

وہ اسٹیشن پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ خورد میں اس کے لئے اتنی بڑی مصیبت کا باعث بنی تھی۔ اسے کالی پر لئے کھڑا تھا ـــ وہ ملا تھیک قریب آ کر بولا۔

"ڈاکٹر صاحب ـــ بی بی جی نے یہ سمجھائی ہے۔!"

مرید رنے جھلا کر پوچھا۔

"کیوں ـــ ؟"

کیوں ـــ ؟ اس سوال کا جواب کالی برنہیں دے سکتا تھا۔ خوردمیں ڈاکٹر صاحب کی تھی ـــ اس خوردمیں کی بدولت کیا کیا کچھ ہوا تھا۔ اس کا سارا حال کالی برکو معلوم تھا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ نے یہ واپس جو مانگی تھی ـــ!"

مرید رنے دل ہی دل میں اور کچھی غصہ سے بل کھا کر کہا۔

"نہیں ـــ میں نے نہیں مانگی ـــ میرے پاس دینے کیلئے اتنے روپے نہیں ہیں ـــ!"

کالی بر نے سمجھا ڈاکٹر روٹھ گئے ہیں ـــ وہ پرانا نوکر تھا۔ روپے پیسے کے معاملہ میں وہ دیجے کی عادت کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اس نے کچھ ہنس کر اور کچھ سمجھانے کے انداز میں کہا۔

"واہ ـــ کیا یہ بڑی بھاری قیمت ہے ـــ بی بی جی کے لئے دو چار سو روپیہ چیز ہی کیا ہے ـــ آپ لے لیجئے ـــ جب روپیہ کا انتظام ہو جائے تو بھیج دیجئے گا ـــ!"

روپوں کے انتظام کی بات سن کر مرید ر کے غصہ میں اضافہ

مرور ہوا — لیکن اس نے بڑے سکون سے کہا۔
"اسے واپس لے جاؤ کالی پر — میں دو سو روپے کے
بدلے میں چار سو روپے نہیں دوں گا۔!"
کالی پر نے کہا۔
"نہیں ڈاکٹر صاحب — یہ نہیں ہوگا۔ آپ اسے ساتھ
لے جائیں — میں اسے گاڑی میں رکھ کر جا جاؤں گا۔!"
اس جرار دہیں سے کالی رکل اپنی سی ایک غرض سے آئی تھی ملاس
اسے ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا — ملاس سر بیدر کا دشمن تھا —
اس لئے کالی پر کو سر بیدر کے ساتھ گہری ہمدردی تھی — وجے نے
دربان کو حکم دیا تھا کہ وہ حوروں میں لے جائے۔ لیکن کالی پر خود ہی
اسے کندھے پر لاد لایا تھا۔
اس نے کہا۔
"ڈاکٹر بابو — آپ نے جانتی۔ ہوسکتا ہے کہ لی لی جی اچھا
ہونے پر آپ سے اس کی قیمت بھی نہ لیں —!"
یہ بات سنکر سر بیدر آگ بگولہ ہو گیا — یہ ٹھیک ہے اس نے
ملایا اور ملاس نے اس کی بے عزتی کی — ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ یہ بھی ملاس ہی کی ایک چال ہے —!"
سر بیدر نے چیخ کر کہا۔
"چلے جاؤ — میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ —!"
یہ کہہ کر سر بیدر ایک طرف کو چل پڑا۔ کالی پر کاٹھ کے الو کی
طرح وہیں ہکا بکا کھڑا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ

معاملہ آخر کیا ہے ــــ تھوڑی دیر کے بعد کالی پر نے فرسٹ کلاس
کے ڈبہ کی کھڑکی کے قریب جاکر آواز دی۔
"ڈاکٹر صاحب ــــ!"
نرمیندر دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے منہ پھیر کر دیکھا تو
اس کی نظریں کالی پر پڑیں۔ نوکر پرنسپل انڈیل کر وہ دل ہی دل میں
سمجھتا رہا تھا۔ اس لئے اس نے ہنستے ہوئے کہا۔
"اب کیوں آئے ہو ــــ؟"
کالی پر نے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا اور بولا۔
"اپنا پتہ لکھ دیجئے ڈاکٹر صاحب ــــ!"
میرا پتہ کیا کروگے ــــ؟!
"میں کچھ نہیں کروں گا۔ بی بی جی نے کہا تھا ــــ!"
بی بی جی کا نام سن کر اپنے آپ میں نہ رہا ــــ وہ ڈانٹ
کر بولا۔
"چلے جاؤ ــــ ہٹ جاؤ یہاں سے۔ بابو جی کہیں کا۔!"
کالی پر چونک کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ گارڈ نے سیٹی بجائی
اور گاڑی چل دی۔
جب وہ واپس آکر اوپر کے کمرے میں گیا تو وہ پلنگ کی پٹی
پر سر رکھے آنکھیں بند کر کے لیٹی ہوئی تھی۔ قدموں کی آہٹ سنتے
ہی اس نے آنکھیں کھول دیں۔
کالی پر نے کہا۔
"ڈاکٹر بابو نے تو روپئے نہیں لئے۔ واپس کر دیئے ــــ!"

وجے کی آنکھوں میں کوئی جذبہ بیدار ہوا ۔۔ کالی پرنے ہاتھ
کا کاغذ اور پنسل میز پر رکھ دی اور ۔ پھر اس نے کہا۔
باپ رے باپ ۔۔ اس کا سمی کیا غصہ ہے ۔ میں نے
یہ پوچھا تو اتنے بگڑے کہ مارنے کے لئے لپکے ۔۔ "
اس کی اس بات کے جواب میں کچھ وجے نے کچھ نہ کہا۔
کالی پر راستے بھر یہی سوچتا ہوا آرہا تھا کہ مالکن کچھ پوچھے گی
تو وہ کیا جواب دے گا۔ وجے کے دل میں کوئی جوش و خروش
نہ پاکر اس نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا ۔۔ وجے کی آنکھیں
ابھی تک ویران تھیں ۔۔ دفعتاً اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا
کہ وجے نے جان بوجھ کر یہ فضول سا کام اس کے سپرد کیا تھا
وہ تھوڑی دیر تک خاموش کھڑا رہا۔ اور پھر دھیرے دھیرے
کمرے سے باہر چلا گیا۔

یا یوں تو دل میں وجے کی بیماری دور ہوگئی لیکن بدن کی کمزوری
دور نہ ہوئی ۔۔ مالکن نے اچھے ڈاکٹروں کی دوا اور دیگر باتوں
میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ۔۔ مگر کمزوری دن بہ دن بڑھتی جا رہی
تھی ۔۔ پھاگن کا مہینہ ختم ہو رہا تھا۔ بیچ میں صرف چیت
کا مہینہ رہ گیا تھا ۔۔ راس بہاری کی یہ خواہش تھی کہ جیسے کہ کہا
اس لڑکے کی شادی کر دوں ۔۔ لیکن دولہا جس قدر روز بروز
طاقتور ہوتا گیا۔ دلہن اتنی ہی کمزور ہوتی گئی۔ یہ دیکھ کر راس
بہاری ہر روز آکر تشویش کا اظہار کرتے کوشش میں کسی طرف

سے کبھی کوئی کمی نہیں ہو رہی تھی ۔۔۔ تیار مال کیا تھا ۔۔۔ خوردہ میں
کے بارے میں اتنا رہ واقعہ کیسی رکسی طرح باپ بیٹے کے کانوں تک پہنچ گیا
اس واقعہ کو سنتے ہی چھوٹے بادشاہ اچھلے اور کودنے لگے انہوں نے
بیٹے کو سمجھایا کہ اس دراندازی باتوں کے لئے وہ ایسا اقدام کر بیٹھے گا۔
باپ کی نگاہوں میں ملازم چاہے کتنا ہی گستاخ کیوں نہیں تھا لیکن وہ
اپنے بوڑھے باپ کی دانشمندی کا قائل تھا ۔۔۔ وہ اُن کو بہت مانتا تھا
لیکن باپ کی کسی بات کی مخالفت کر سکی ہمت اس میں نہیں تھی ۔ اس
اس سے رہا نہ برداشت نہ ہوا ۔ اس معمولی سی بات پر وہ کالی پر سے
جھگڑ پڑا ۔۔۔ پہلے تو اس نے اسے زدوکوب کرنے کی دھمکی دی، اور پھر
گماشتہ کو حکم دیا کہ وہ اس کا حساب صاف کر دے ۔ اس طرح کالی پر
کو نوکری سے جواب دیدیا گیا ۔

دیدوں اور حکیموں نے ہر ایک کی تحقیق کر کے کہ تمام ...
وہ جب ندی سے واپس آئی تو کالی پر سے روتے ہوئے گلے سے کہا۔

بابو جی ۔۔۔ چھوٹے بابو نے مجھے جواب دے دیا ہے ۔ اب

"مجھے نہ تیرا درد ہو کر یہ جیا ۔۔۔ کیوں ۔۔۔"

کالی پر روٹھا ہو بولا

"بابو جی ۔۔۔ میرے بھاگ ... رنگ ... ہمارے ...
بے عمر بھر کبھی کوئی ایک ... نہیں دکھاتی ۔۔۔ ہاں جی ۔۔۔ مگر آج ۔
یہ کہہ کر وہ بار بار ... چیخنے لگا ۔۔۔ رو ... اس نے
پوچھا اس کا حال ... نہیں ہے ... نہیں کہ اگر ... بار
سے ... سخت سست کہا ... اچھا چھوڑئے بابو ... ایک آکر ...

دیکھ سکتے ۔۔۔ ان کو اس بات پر غصہ آگیا کہ میں نے ڈاکٹر بابو کو خود دوا
دینے کے لئے جانے کی بات انہیں کیوں نہ بتائی۔ اور میں ڈاکٹر کو
گھر میں کیوں بلا کر لایا تھا ۔۔۔!"
وسے ملی کیا پر کرسی پر بیٹھ گئی ۔۔۔ بہت دیر تک اس کے منہ سے
ایک بھی بات نہ نکلی۔ بعد میں اس نے پوچھا۔
"وہ ہیں کہاں ۔۔۔!"
کالی پر نے کہا۔
"کچہری گھر میں بیٹھے کام اب دیکھ رہے ہیں۔!"
وجے نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر بولی۔
"کوئی ضرورت نہیں ۔۔۔ تو جا کر کام کر ۔۔۔!"
یہ کہہ کر وہ خود بھی چلی گئی۔ ایک گھنٹے کے بعد اس نے کمرے کی کھڑکی
میں سے دیکھا ۔۔۔ بابو کچہری سے نکل کر اپنے گھر کی جانب روانہ ہوگیا
اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ آج وہ اس کی مزاج پرسی کے لئے کیوں نہیں آیا تھا۔
دیال بابو صحت یاب ہو کر باقاعدہ کام پر آنے لگے تھے۔ شام کو وہ گھر
جاتے تو کبھی کبھی وجے ان کے ساتھ ہو لیتی اور وہ ان سے باتیں کرتی ہوئی
کافی دور تک نکل جاتی۔ ڈاکٹر کے متعلق دیال بابو کا دل احترام اور
عقیدت سے لبریز ہو چکا تھا۔ بیماری کی بات چلتی تو وہ اس نئے
ڈاکٹر کی تعریف کے پل باندھ دیتے۔ وجے چپ چاپ ان کی باتیں
سنا کرتی۔ دیال بابو کی ہمت نہ ہوتی کہ وہ کہتے کہ اس نئے ڈاکٹر کو بلا کر ایک
بار دعوت کر کے کھانا کھلایا جائے۔ وہ دونوں خاموش پاکر ہزار اشاروں سے
اپنے دل کی بات ظاہر کرنے کی کوشش کرتے۔ ٹھیک سے کہہ دو۔ نوکر ر

لیکن یہ وید اور حکیم جھوٹی دوائوں سے روپیہ بٹور رہے ہیں۔ایک بار انہوں نے لکھ ہی دیا۔

"میں قسم کھانے کو تیار ہوں کہ یہ وید ان سب سے بہت ہی قابل اور رحیم ہے ۔۔۔!"

پانچ چھ دنوں کے بعد وہ اچانک وجے کے کمرے میں داخل ہوئے اور بولے۔

"میں اس کالی پرکو مزید اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتا۔!"

وجے کو اسی بات کا اندیشہ تھا۔پھر بھی اس نے پوچھا۔

"کیوں ۔۔۔؟"

"جس شخص کو تم اپنے گھر میں رکھنے کا حوصلہ نہ کرسکیں اسے میں اپنے گھر میں کیونکر رکھ سکتا ہوں۔ ذرا سوچو تو سہی ۔۔۔!"

وجے نے دل ہی دل میں ناراض ہو کر کہا۔

"مگر وہ بھی تو میرا ہی گھر ہے ۔۔۔!"

دیال بابو سر مسدہ ہو کر بولے۔

"گھر تو تمہارا ہی ہے ۔۔۔۔ اور ہم سب تمہارے ہی دست نگر ہیں۔ لیکن ۔۔۔!"

وجے نے پوچھا۔

"کیا اسکول نے آپ کو منع کیا ہے ۔۔۔؟"

دیال بابو خاموش رہے ۔ وجے سمجھ گیا اور بولا۔

"تو پھر کالی پر کو میرے پاس کھیج دیجئے۔ وہ میرے پتا جی کا لڑکا ہے ۔۔ میں اسے الگ نہیں کرسکتا ۔۔۔!"

دیال بابو ایک منٹ کے لئے خاموش رہے اور پھر بولے۔

"یہ اچھی بات نہ ہوگی بیٹی ——— ان کی مرضی کے خلاف جانا ٹھیک نہیں ہے ——"

وہ کچھ سوچ کر بولی

"تو پھر مجھے آپ کیا حکم دیتے ہیں بابا ——؟"

دیال بابو نے کہا۔

"میں کوئی حکم نہیں دے سکتا ——— تمہیں کچھ نہیں کرنا ہوگا۔ کالی پر خود ہی گوپال جانا چاہتا ہے ——— میں سمجھ رہا ہوں کہ کچھ دنوں کے لئے وہ دو روز چلا جائے ——"

وجے نے ایک لمبا سانس لیا اور بولی۔

"جانا ہے تو جائے۔ لیکن جانے سے پہلے اسے تھوڑی دیر کے لئے یہاں بھیج دیجئے گا ——"

دیال بابو وجے کے چہرے پر لمحے کے آثار دیکھ کر حیران رہ گئے اس دن اس سلسلے میں کوئی بات کرنے کی ان میں ہمت نہ ہوئی۔

اس کے بعد چار پانچ دن تک دیال بابو دکھائی نہ دیئے ——— کچہری آفس سے پوچھنے پر وجے کو پتہ چلا کہ وہ کام پر نہیں آتے ہیں ——— ان کا حال جاننے کو وہ آدمی بھیج کر ان کا حال پوچھے۔ اتنے میں کمرے کے باہر ان کی کھانسی کی آواز سنائی دی۔ وجے خوش ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی وہ بڑے احترام کے ساتھ انہیں کمرے میں لائی۔

دیال بابو کی بیوی بہت بیمار رہتی ہے ——— بیوی کی بیماری کے باعث تین دن کام پہ نہ آسکے۔ ان کو خود ہی کھانا تیار کرنا

بڑا ـــــ وہ دیال بابو کے ریکھا ماچہرے کی طرف دیکھ کر سمجھ گئی کہ تشویش کی کوئی بات نہیں تھی ــــ اس کے باوجود اس نے پوچھا۔

"اب وہ کیسی ہیں ـــــ؟"

دیال بابو بولے۔

"اب تو اچھی ہیں ـــــ سریندر بابو کو خط لکھا تھا کہ شام کو آتے تھے اور دوا دے گئے ـــ ان کی دوا تو جادو کرتی ہے جادو ـ بیٹی چوبیس گھنٹوں میں بیماری بارہ آنے دور ہو گئی ـــ!"

وجے ریکھا ہنستے ہوئے بولی۔

"اچھی کیوں نہ ہوگی آپ کا ان پر اعتقاد بھی تو بہت ہے!"

دیال بابو بولے۔

"یہ تو ٹھیک ہے ـــ لیکن اعتقاد بھی تو یوں ہی نہیں ہوتا۔ ہم نے آزمائش کی ہے ـــ ایسا دکھائی دیتا ہے جیسے گھر میں اس کے قدم رکھتے ہی سب ٹھیک ہو جاتا ہے ـــ!"

"ضرور ٹھیک ہو جاتا ہوگا ـــ" یہ کہہ کر وجے پھر ہنسی۔

اس دفعہ دیال بابو خود بھی ہنسے۔

"وہ صرف ایک ہی مریض کو اچھا نہیں کر گئے بیٹی ـــ بلکہ ایک اور شخص کو بھی دوا دے گئے ہیں ـــ"

یہ کہہ کر انھوں نے کاغذ کا ایک ٹکڑا کھول کر میز پر رکھ دیا ـــ یہ ایک نسخہ تھا ـــ اوپر وجے کا نام لکھا ہوا تھا ـــ طرز تحریر دیکھ کر وجے کو یوں محسوس ہوا جیسے تو اس پر ستے کے پھول پچھاور کر رہا ہو ـــ ایک لمحہ کے لیے اس کا چہرہ سرخ ہو کر پھر پیلا پڑ گیا ـــــــ

—— دیال مالو اپنی کامیابی پر اتنے خوش تھے کہ انہوں نے وچے کے چہرے کی طرف دیکھا ہی نہیں۔ وہ بولے۔

"میں تمہیں زیادہ سوچنے نہیں دوں گا بیٹی —— یہ دوا تمہیں ایک بار ضرور آزمانی پڑے گی —— "

وچے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے بولی۔

"یہ تو اندھیرے میں تیر مارنے کے "

دیال مالو نے بڑے فخر کے ساتھ کہا۔

"یہ بات ہے —— بیٹی کہ تم ان کو دیسی ڈاکٹر سمجھتی ہو —— جو صرف نام سن کر نسخہ لکھ دیتا ہے —— وہ ولایت پاس ڈاکٹر ہیں بہت بڑی ڈگری لیکر آیا ہے —— مریض کو آنکھوں سے دیکھے بغیر وہ دوا نہیں دیتے —— ان کو اپنی ذمہ داری کا پورا احساس ہوتا ہے بیٹی —— "

وچے نے اپنی آنکھوں کو گھماتے ہوئے کہا۔

"انہوں نے مجھے اپنی آنکھوں سے تو دیکھا ہی نہیں —— کس نے کہا کہ وہ مجھے دیکھ گئے ہیں —— یقیناً تو انہوں نے آپ کی بات سن کر لکھ دیا ہے —— "

دیال مالو گردن ہلا کر بولے۔

"نہیں۔ نہیں —— ایسا کبھی نہیں ہو سکتا —— کل شام کو جب تم اپنے باغیچے کا جنگلہ پکڑے کھڑی تھیں تو وہ ٹھیک ہمارے سامنے سے گذر رہے تھے —— تمہیں اچھی طرح دیکھ گئے ہیں۔ شاید اس وقت تم سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔"

وجے جونک کر رہ گئی۔

"کیا بھول رے صاحبوں میا لکس میں رکھا تھا — ؟ سرینہ ہیٹ تھا — ؟"

دیال بابو زور سے ہنسے اور بولے۔

"کون کہہ سکتا ہے کہ وہ حقیقی صاحب نہیں — کون کہہ سکتا ہے کہ وہ ہمارے بنگالی بھائی ہیں — میں خود بھی تو انہیں دیکھ کر حیران رہ گیا تھا —!"

وہ سامنے سے گزرے — ٹھاٹ آنکھوں کے آگے سے — بار بار اسے دیکھتے گئے — لیکن اس نے ان پر ایک بھی نظر نہ ڈالی۔ اس نے ان کو انگریز پولیس افسر سمجھ کر اپنی نگاہیں جھکا لی تھیں۔ وجے کے دل میں ایک طوفان اٹھا — جسے سن رسیدہ دیال بابو بھی نہ دیکھ سکے — دیال بابو نے کہا۔

"بیچ میں صرف جیت کا مبیہ رہ گیا ہے — میا کے پہلے یا دوسرے ہفتے میں بیاہ ہو گا — میں نے ڈاکٹر بابو سے کہا کہ ملنچی کی کمزوری دور نہیں ہو رہی۔ کوئی ایسی دوا دیجئے جس سے —" دیال بابو کی بات ادھوری ہی رہ گئی —!!

وجے نے دیال بابو کو اچانک سہارا دیتے ہوئے دیکھا تو اچانک اس کی نظر دروازے کی طرف اٹھ گئی — بلاس بابو کمرے کی طرف آ رہے تھے۔ بلاس بابو نے دیکھا کہ کوئی بات ہو رہی تھی جو اس کے کمرے میں آنے پر فوراً بند ہو گئی — اس پر غصہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پاس پڑی ہوئی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اس کے

سامنے وہ نسخہ پڑا تھا۔ اس کی طرف نگاہ اٹھتے ہی اس نے اسے اٹھا لیا۔ اور شروع سے لیکر آخر تک پڑھا۔ اور پھر بولا۔
" میں ڈاکٹر سعید کا نسخہ دیکھ رہا ہوں ۔۔۔ یہ یہاں پر آیا کیسے ؛ کیا ڈاک سے آیا ہے ۔۔ ؟"
کسی نے اس کی بات کا جواب نہ دیا ۔۔۔ وہ منہ پھیر کر کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔
ملاس تھوڑی دیر کے بعد ہی ہنس کر بولا۔
" ڈاکٹر ہے تو بہت بڑا ۔۔۔ اسی لئے شاید دوسرے ڈاکٹروں کی دوا استعمال نہیں کی جاتی ۔۔۔ ان کی دوا ہسپتالوں میں ہی سڑتی رہتی ہے ۔۔۔ پیر ڈیپارٹمنٹ کی حالت ہے ۔۔۔ خیر جو ہوا سو ہوا ۔۔۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس بدمعاش ڈاکٹر نے نسخہ بھیجا کیسے ۔۔۔ ؟
ڈاک ہی سے بھیجا ہوگا ۔۔ ؟"
اس سوال کا بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔
اس نے دیال بابو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
" آپ ابھی ابھی ایک لمبا لیکچر جھاڑ رہے تھے ۔۔۔ پیر بھی یہی سنائی دے گیا تھا ۔۔۔ میں پوچھتا ہوں کہ آپ کو اس کے متعلق کچھ علم ہے ۔۔۔؟"
دیال بابو رسیداری کے سلسلے میں ملاس بابو کے تحت ہی کام کرتے تھے ۔ وہ ملاس کو چیتا سمجھ کر بہت ڈرتے تھے ۔۔۔ اس نے کالی پر سے بھی ان کے بارے میں بہت کچھ سن لیا تھا ۔۔۔ نسخہ ہاتھ میں لیتے ہی ان کا دل کانپ اٹھا۔ ملاس کا سوال سنکر انہیں ایسا معلوم ہوا

یہ کسی نے اس کے ہونٹ سی دیئے ہوں ـــــ

ملاکس تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہا اور پھر بولا۔

"آپ دفعتاً سہم کیوں گئے ہیں؟ کیوں سہم گئے؟ میں پوچھتا ہوں کہ آپ کو اس نسخہ کے متعلق کیا کوئی علم ہے ـــــ؟"

نوکری اور بال بچوں کا خیال ملازم کو بزدل بنا دیتا ہے۔ دیال بابو اس سوال پر چونک اٹھے۔ دھیمی آواز میں کہا

"یہ نسخہ میں ہی لایا تھا ـــــ!"

"اوہ ـــــ آپ کو یہ نسخہ کہاں ملا ـــــ؟"

دیال بابو نے کانپتے ہوئے لہجہ میں سارا قصہ سنا دیا۔

ملاکس تھوڑی دیر تک سہما ہوا بیٹھا رہا۔ پھر اس نے پوچھا۔

"آپ سے کہا تھا کہ آپ گذشتہ سال کا حساب بنا دیں ـــــ کیا آپ نے بنایا ـــــ؟"

دیال کے منہ پر ہوائیاں چھوٹنے لگیں۔ اس نے کہا۔

"ابھی ـــــ دو تین روز میں بنا دوں گا۔"

بیوی بیمار تھی ـــــ مجھے کھانا تیار کرنا پڑتا تھا۔ آ ہی نہیں سکا۔

ملاکس نے دیال بابو کی نقل اتارتے ہوئے ہاتھ لہرا کر کہا۔

"آ ہی نہیں سکا ـــــ مجھے تو آپ نے بے حال کر دیا ـــــ میں نے تو پہلا ہی سے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ اس بوڑھے ٹٹو سے میرا کام نہیں چلے گا ـــــ"

اب اتنی دیر کے بعد میں نے منہ پھیر کر دیکھا ـــــ اس کا چہرہ بہت

سنجیدہ ہو رہا تھا ۔۔۔ اس کی دونوں آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے
[illegible] اس نے سخت [illegible] کہا۔
[illegible] جانتے ہو ۔۔۔ دیال بابو کو یہاں کون لایا ہے ۔۔۔ تمہارے
پتا جی نہیں ۔۔۔ اس کو میں لائی ہوں ۔۔۔"
ماسٹر کو دھچکا سا لگا ۔۔۔ اس نے وجے کو اس قدر مشتعل کبھی کبھی
نہیں دیکھا تھا ۔۔۔ لیکن وہ بھی جھکنے والا نہیں تھا ۔۔۔ اس لئے
اس نے چند لمحوں کے لئے خاموش رہنے کے بعد جواب دیا۔
"کس کو نا معنی لایا ہو ۔۔۔ مجھے ہیجڑوں کی ضرورت نہیں ۔۔۔ میں کام
چاہتا ہوں ۔۔۔ کام سے میرا مطلب ہے ۔۔۔"
وجے بولی۔
"ان گھر میں مصیبت آ گئی ہو۔ وہ کیسے کام پر آ سکتا ہے ؟"
"مصیبت کی دہائی تو سب ہی لوگ دیتے ہیں ۔۔۔ مگر یہ رونا دھونا
سنکر میرا کام تو نہیں چل سکتا ۔۔۔ میں نے ایک ضروری کام کرنے کا
حکم دیا تھا ۔۔۔ وہ ہوا کیوں نہیں ۔۔۔ میں اس کی وجہ سننا چاہتا ہوں
مصیبت کی بات نہیں سننا چاہتا ۔۔۔"
وجے کے ہونٹ لرزنے لگے۔
"سب ہی جھوٹے نہیں ہوتے ۔۔۔ کبھی جھوٹ موٹ کی دہائی نہیں
دیتے ۔ مصدر کا آچار یہ ایسی جھوٹی دہائی نہیں دے سکتا ۔ اس بات کو
جانے دیجئے ۔۔۔ جب آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ ضروری کام کرنا ہے
تو خود کیوں نہیں کرتے ۔۔۔ آپ چار روز کہاں رہے ۔ آپ پر
کونسی مصیبت آ پڑی تھی ۔ آپ نے چار روز کا ناغہ کیوں کیا ۔ ؟"

ملاکس سوچتا رہ گیا اور بولا۔
"کیا میں یہی کھاتہ بھی لکھوں۔۔۔؟"
"ہاں۔ حرج ہی کیا ہے۔ آپ ہر مہینے دو سو روپے تنخواہ پاتے ہیں۔۔۔
میں روپیہ یونہی تو نہیں دیتی۔ کام کرنے کے روپے دیتی ہوں"
ملاکس نے ایک احمق کی طرح کہا۔
"کیا میں نوکر ہوں۔۔۔؟ کیا میں تمہارا ملازم ہوں۔۔؟"
وجے کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔۔۔ اس نے بڑے ہی تیکھے لہجہ میں کہا۔
"جسے کام کرنے کی تنخواہ دی جاتی ہے اسے اس کے علاوہ اور کیا کہا جاتا ہے۔۔۔؟ میں آپ کی بہت سی باتیں چپ چاپ برداشت کرتی رہی ہوں۔۔۔ جائیے۔۔۔ یہاں سے چلے جائیے۔۔۔ آج سے میرا اور آپ کا مالک اور نوکر کا رشتہ ہے۔ اس کے سوا اور کوئی رشتہ نہیں۔ اگر آپ اس اصول کے تحت کام کرسکتے ہیں تو کیجئے نہیں تو اپنا راستہ لیجئے۔ میرے دفتر میں آپ کی ضرورت نہیں۔۔۔!"
ملاکس اچھل کر کھڑا ہو گیا۔۔۔ دائیں ہاتھ کی انگلیاں چٹخاتے ہوئے بولا۔
"تمہارا یہ حوصلہ۔۔۔!"
وجے بولی۔
ہاں۔۔۔ اور تمہاری یہ اکڑ فوں میری ہی جاگیر میں نوکری کرنا اور مجھے ہی آنکھیں دکھانا۔۔۔ آپ کو مجھے تم تو کر کہنے کا اختیار کس نے دیا۔۔۔؟ بتاؤ تمہیں میرے ہی نوکر کو نکال دینے کا اور میرے

مہمان کی توہین کرنے کا اختیار کس نے دیا۔ ؟ آپ کا اتنا حوصلہ کیسے ہوا؟"
ملاکسں غصہ سے پاگل ہوگیا۔ گرج کر بولا۔
"تمہارے مہمان کی خوش نصیبی ہے کہ میں نے اس کا ہاتھ نہیں توڑا ۔۔۔
ذرا سی بکواس ۔۔۔ عورت ۔۔۔ پھر کبھی اسے دیکھ لیا تو "
یہ جھگڑا اسکر گوپال کہیں یا سنگھ کو ملا لایا تھا۔ کنڈیا سنگھ کو دروازے
میں کھڑا دیکھ کر وہ کچھ شرما گئی اور سیر لوٹی۔
" میں جانتی ہوں کہ خوش نصیب کون ہے ۔۔۔ خوش نصیب تو
تم ہو کہ تمہیں اس پر ہاتھ اٹھانے کا حوصلہ ہوا ۔۔۔ وہ ایک اعلیٰ تعلیم
یافتہ شخص ہیں۔ بہت بڑے ڈاکٹر ہیں ۔ وہ ایک بیمار عورت کے گھر
میں ہمدردی کرنے کے خیال سے جیب جاپ چلے گئے ۔ میری اس بات
کو سمجھ لیجئے گا نہیں ۔ آئندہ ان کے بدن کو چھونے کی کوشش کیجئے گا تو مجھ
سے سمجھئے گا ۔۔۔ سامنے ہو کر یہ کوشش ۔ کیجئے گا ، ایسی کوشش کرنے
کی خواہش ہو تو اپنے ساتھ چار پانچ ایسے ہی ٹولی کر لے جائیے گا ۔۔۔
سمجھ گئے نا جائیے ۔۔۔ کالی جنگ ختم ہو چکی ۔۔۔ پیچھے سے لڑکر مجھ اوپر
آ گئے نہیں جائیے "
" وہ سے جواب کا انتظار کئے بغیر ۔ سرے کمرے میں چلی گئی ۔

دسواں باب

بیٹے کے منہ سے سارا وہ سن کر غصہ مایوسی اور امیدوں پر پانی پھر جانے کے خیال سے راس بہاری کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور علم و دانش کا نقلی نقاب جو اس نے اوڑھ رکھا تھا وہ اس کے چہرے سے اتر کر نیچے گر پڑا۔ انہوں نے حسد آلود لہجے میں کہا۔

ارے بھائی — ہندو ہم لوگوں کو اگر نیچ ذات کہتے ہیں تو تھوڑے ہی کہتے ہیں — ہم نیچ ہوں یا جو ہے کچھ اور آخر ہیں تو دھوبی — کوئی برہمن یا کشتری کا بیٹا ہوتا تو حکمت عملی سے بھی کام لیتا اپنی بھلائی اور برائی کا اسے خیال ہوتا۔ اسے معلوم ہے کہ کب کیسا برتاؤ کیا جاتا ہے — اب جاؤ — [illegible] لے کر اپنا خاندانی کام کرو — [illegible] کی طرح ہیں بڑھاپا کر بیٹے سیاہ ہو لیے دو تھر تری میں آئے کر — لیکن خود سے بہرہ ہوا — ہوتے اس پر حکم چلانے کی کوشش کی — [illegible] دانش کی مٹی — [illegible] دار جیسے کے ڈر سے [illegible]

ایک گھاٹ پانی پیتے تھے ـــــ تو نے اس کی ناک میں نکیل ڈالنے کی
کوشش کی ـــــ احمق کہیں کے ـــــ عزت گئی ـ اتنی بڑی زمینداری
کا سہارا گیا ـــــ ہر مہینے جو دو سو روپے تنخواہ ملتی تھی وہ بھی گئی ـــــ
جا اب گھاس کے بیٹے ـــــ جا کر کھیتی باڑی کر اب تو میرے پاس آیا ہے
آنکھیں لال پیلی کا بیا کر اس کی شکایت کرنے ـ جا میری آنکھوں کے
سامنے سے دور ہو جا ـــــ شیطان ـــــ بدمعاش ـ ۸۱
ملا اس نے دل میں سمجھتا رہا تھا کہ اگر یہ حادثہ ـ ہوتا تو بہت اچھا تھا ـ
اس نے حرف حرف وضاحت پیش کرنے کی کوشش کی توں توں اس کے
پتا کے غصہ میں اضافہ ہوتا چلا گیا ـــــ وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے
دوسرے کمرے میں چلے گئے ـــــ راس بہاری غصہ میں جا ہے بیٹے
سے کہہ دیں ـ لیکن وہ جلد بازی سے کام لیکر معاملہ بگاڑ نہیں
دیا کرتے تھے ـ وہ دوسرے دن اپنے تمام معاملات کو پرسکون کرنے
کے بعد وجے کی بیٹھک میں داخل ہوئے ـ
وجے کا غصہ دھیرے دھیرے مٹ گیا تھا ـــــ وہ اپنے اس
اشتعال پر نادم تھی ـ گھر کے نوکروں کے سامنے بلند آواز میں جو ناٹک
کھیلا گیا تھا اس کا چرچا گاؤں کے گھر گھر میں ہو رہا تھا یہ سوچ
کر وجے گھر ہی سے نہیں نکلی تھی کہ کھیتوں میں ـــــ چوپال میں
اور کنوؤں پر لوگ اس واقعہ کا ذکر کر کے ہنس رہے ہوں گے ـ
اس بات پر وہ اور بھی شرما رہی تھی کہ جس شخص کی اس نے نوکر کہہ کر پھرتی کی
تھی ـ دو دن بعد اس کے گلے میں مالا پہنا کر اسے اپنا سوامی بنا لیگی ـ
راس بہاری اس کے کمرے میں آکر چپ چاپ بیٹھ گئے ـ

وجے اس کی طرف دیکھ نہ سکی ــــ اسے معلوم تھا کہ راس بہاری کا مردود آئیں گے
وہ ان سے کیا کہے گی ــــ اس نے کل تمام سارا کچا چٹھا تیار کر لیا تھا
وہ بالکل تیار ہو کر بیٹھی تھی ــــ راس بہاری تھوڑی دیر تک خاموش
رہنے کے بعد بولے ۔
" بیٹی وجے ــــ کچھ نہ پوچھ ــــ میں کل کس قدر خوش ہوا۔
دوڑ کر تمہیں مبارک باد دینے کے لئے آنا چاہتا تھا مگر طبیعت خراب تھی
بیٹی یہی تو میں چاہتا ہوں ــــ یہی تو میرا ارمان مدت سے میرے دل میں
تھا۔ مجھے تم سے یہی تو امید تھی ۔
پھر انہوں نے ایک گہرا سانس لیکر کہا۔
" میں بھگوان سے اب بھی پرارتھنا کرتا ہوں کہ وہ مجھے سکھ اور
دکھ میں عدل و انصاف کی طرفداری کرنے کا حوصلہ دے ۔
یہ کہہ کر انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے
ماتھے پر رکھ لئے ۔
تھوڑی دیر بعد انہوں نے آنکھیں کھولیں اور بولے ۔
" میری سمجھ میں ابھی تک یہ بات نہیں آرہی بیٹی وجے کہ بلاس جیسے
عمگین اور افسردہ شخص کا بیٹا ہو کر اتنا ہوشیار کام کرنے والا کیسے
ہو گیا۔ اس کے پتا کو آج بھی سنسار کے دھندوں کا کوئی شعور نہیں۔
مگر وہ اتنی سی عمر میں اتنا پختہ کار منتظم بن گیا ہے ۔!"
یہ کہہ کر انہوں نے پھر اپنا سر جھکا لیا ۔
وجے خاموش بیٹھی رہی ۔ راس بہاری تھوڑی دیر تک خاموش
رہ کر پھر بولے " میں چاہتا ہوں کہ کام ابھی بلاس کا آورسٹی ہے۔

کام کی ماں کے سامنے۔۔ باقی باتوں کی طرف سے ایک آنکھ بند کر لیتا ہے۔ کام کو ٹھکرا نا اور کام سے گریز کرنا، آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سر رگوں کی عزت نہ کی جائے۔ دیال بابو جیسے ذی ہوش انسان کو تو اسے معاف کر دینا چاہئے تھا۔ کام نہ کرنا بھی معاری قصور ہے اور اطلاع دیئے بغیر غیر حاضر رہنا بھی ـــ ملاس کو تو ہر وقت تمہاری زمینداری کے فائدے کی فکر رہتی ہے تم نے للاس کو جو سزا دی ہے میرا خیال ہے کہ وہ اسے راہ راست پر لے آئیگی اور وہ آئندہ محتاط رہے گا ـــ میں تو خوش ہوں کہ اسے تم نے ایک اچھا سبق سکھایا ہے ـــ !"

وجے لے منہ سے کچھ نہیں کہا۔ اس بہاری کچھ سوچتے رہے اور پھر مسکرا کر بڑے ہی نرم لہجے میں بولے۔

میرے دونوں بیٹوں کی ایک بہت بڑی خوبی ہے کہ ان کا دل محبت اور رحم و کرم کا سرچشمہ ہے۔ ان میں سے ایک اگر اپنے کام میں پورا ہے۔ دوسرا رحم و کرم کا پتلا ہے۔ میں تو کل ہی سے یہ سوچ رہا ہوں کہ بھگوان نے ان دونوں کی جوڑی ملا دی ہے تو دکھوں سے بھری دنیا میں سورگ اتر آئے گا میری تو بھگوان سے یہی پرارتھنا ہے کہ وہ مجھے یہ دن دکھانے کے لیے تھوڑی سی زندگی اور عطا کر دیں "!

اس دفعہ انہوں نے میرے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بھگوان کو پرنام کیا اور پھر بولے "میں تو حیران ہوں کہ ملاس رحم و کرم کا متوالا ہے۔ !"

اور اس کے بعد انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا

"بیٹا! ملاس قدر دان ہوا ـــ اپنے بیٹے کی باتیں تمہارے

سامنے دوہرا رہا ہوں۔ جیسے تم اسے مجھ سے کم جانتی ہو ۔۔۔ تمہارے
ہاتھوں سے تو وہ دھرم کی تبلیغ کا کام کر رہا ہے ۔۔۔ تمہاری ذات
ہی تو اس کی طاقت ہے ۔۔۔ کل تو میں واقعی حیران و ششدر رہ
گیا ۔۔۔ رہی یہ عقل و فراست اور معاملہ فہمی تم نے پہلے کہاں
چھپا رکھی تھی بیٹی ۔۔۔ ؟"

وجے کا دل کھسا اٹھا۔ مگر وہ خاموش بیٹھی رہی۔ راس بہاری
گھڑی کی طرف دیکھ کر چونکے اور پھر بولے۔

"بس تین بج گئے ۔۔۔ مجھے ابھی دیال کی بیوی کا حال پوچھنے کے
لئے جانا ہے ۔۔۔"

وجے نے آہستہ سے پوچھا۔

"اب وہ کیسی ہے ۔۔۔؟"

"اچھی ہی ہے ۔۔۔" یہ کہہ کر راس بہاری دروازے کی طرف
بڑھے۔ اور پھر اچانک رک گئے ۔۔۔ "اوہ، میں نے اصلی اصل
بات تو کہی ہی نہیں ۔۔۔" وہ واپس آ گئے اور کھینچ کر کرسی
پر بیٹھ گئے ۔۔۔ "تمہیں اپنے بڈھے کاکا کی ایک بات ماننی پڑے گی
وجے ۔۔۔ بولو ۔۔۔ مانو گی ۔۔۔" اور وجے کے چہرے کے آثار
بھانپ کر بولے۔ ۔۔۔ "تم مالکن ہو ۔۔۔ اس ہندوستان کے
سر پر شفقت کا ہاتھ رکھو گی نا ۔۔۔؟"

"کہئے تو سہی ۔۔۔"

راس بہاری نے کہا۔

"کل سے وہ سویا نہیں ۔۔۔ کل وہ غرور کے مارے نہیں آیا۔

آج اگر آئے اور تم سے معافی مانگے تو میں اسے فوراً معاف کر دیتا۔
اسے اپنے کیے کی سزا مکافات لینے دیتا۔"
وشٹ کے چہرے پر برہمی کے آثار دیکھ کر جس پلے سے مہیپال نرم
لہجے میں بولے۔
"تمہیں جو دکھ ہو رہا ہے ۔۔۔ یہ بات کا علم مجھے
محسوس ہوتی ہے ۔۔ میں کیا تمہیں پہچانتا نہیں ہوں ۔۔۔ تم میرے ہی
تو بیٹے ہو ۔۔۔ میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ تمہیں اس کی
نسبت زیادہ دکھ ہو رہا ہے۔"

راس بہاری کے چلے جانے کے بعد وجے لکشمی بے حرکت بیٹھی
رہی۔ اسے ان باتوں کی توقع ہی نہیں تھی۔ اس نے تو یہ اندازہ کیا تھا
کہ وہ اپنے دل کو مضبوط بنا لے گی اس کا۔ یہ خیال تھا کہ ماسٹر اکیلا
چوٹ کھا کر گیا ہے بدلہ لینے کے لیے وہ اکیلا نہیں آئے گا۔
راس بہاری کو ساتھ لائے گا۔

لیکن راس بہاری جب دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا ہوا
باہر چلا گیا تو صرف وشٹ کے سینے پر سے بوجھ کا پتھر ہٹ گیا
کہ جس شخص کا وہ بہت احترام کرتی تھی اس کے لیے بھی اس کے
دل میں اب کوئی احترام نہ رہا ۔۔۔ چونکہ ماسٹر کے بتائے اشاروں
ہی اشاروں میں جہاں اسے کو یہ ہدایت کی تھی کہ وہ اس کے بیٹے
کو آسانی سے معاف نہ کرے ۔۔۔ وہاں اپنے بیٹے کی تعریف سمجھتا
کا سمجھتا ۔۔۔ بہر کیف راس بہاری کی آمد نے وشٹ کا دل کمزور
کر دیا تھا۔

اتنے میں کالی پرنے آ کر کہا۔

"ہاں جی ـــ تو پھر گھر خط لکھوا دوں کہ نہیں آ سکوں گا ـــ؟"

کالی پرساد ہکلا رہا تھا ـــ وجے نے ذرا مسکرا کر جواب دیا۔

"میں تو یہ کہتی ہوں کالی پرساد کہ تم نے گھر خط لکھوا دیا ہے تو پھر ایک مہینے کے لئے چلے ہی جاؤ ـــ اس کی بات بھی رہ جائیگی اور اس طرح تم گھر بھی رہ آؤ گے۔ بہت دنوں سے گئے نہیں ہو۔"

کالی پرساد کا یہ جواب سنکر حیران رہ گیا ـــ آخرکار راضی ہو کر بولا۔

"اچھا تو میں ایک مہینہ کے لئے گھر چلا جاتا ہوں۔ ماجی!"

کالی پرساد کے چلے جانے سے وجے اپنی کرنی پر بہت پشیمان ہوئی۔ وہ کالی پرساد کو روک نہ سکی۔ دراصل کالی پرساد کو روکتے ہوئے بھی اسے شرم محسوس ہو رہی تھی

وجے کی رسیداری کا کام برآمدے سے ملحق کمروں میں ہوتا تھا۔ سامنے ہی بجلی کا ایک کھمبا پڑا تھا جہاں تک اوپر کی منزل کے بالائی کمروں سے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا ـــ اس کے بالکل مشرق کی جانب دیوار میں ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جس سے پتہ چلتا تھا کہ کون ملازم کس وقت آتا ہے اور کب جاتا ہے۔

ـــ اس دن کے بعد یہاں وہ گھر کے اندر آئے ـــ وہ غیر حاضری کا کام کرنے آتے تھے ـــــــــ بے شرم کے مارے ـــ

سیر بھی نہیں پوچھ سکتی تھی اب تو بلاس سہاری کبھی ادھر
نہیں آتا تھا۔ ایک روز راس سہاری دس منٹ کے لئے ٹھہرے تھے انہوں
نے اپنی بیماری کے سوا اور کوئی بات نہ کی۔

آدمی کے دل میں کیا ہے، درماں نے سوچا آخر ان سے جاتے جاتے
وہ بیٹے کی شکایات کر گئے تھے کہ کس طرح اس نے ان کے اطوار بدل
دیئے تھے ——— وہ سب تعلق ہی اور اسکی جھلاہٹ میں
کئی دن گذر گئے۔

آج تیسرے پہر وہ ندی کے کنارے ٹہلنے کے لئے گھر سے باہر
نکلی تو بوڑھا مائی نہیں کھالوں کا ایک بہت بڑا پلندہ لئے ہوئے
اس کے سامنے آکھڑا ہوا اور نمسکار کر کے بولا۔

"سرکار ——— آپ کیا کہیں باہر جا رہی ہیں۔ کنہیا سنگھ
کہاں ہے۔؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"ہاں! ذرا دیکھا ہی ندی کنارے سیر کے لئے جا رہی ہوں۔
——— درماں کی ضرورت نہیں کیا آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟"

مائی نے کہا۔

"ہاں کام تو ہے سرکار ——— اگر ضرورت نہیں تو کل سہی۔"

یہ کہہ کر وہ لوٹنے لگا تو وہ نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں ——— اگر ضروری کام ہے تو بتائیے۔ آپ اتنا بڑا پلندہ لیکر
کہاں جا رہے ہیں ———؟"

اس نے جواب دیا۔ "حضور آپ ہی کے پاس آ رہا تھا۔"

۔ کہ تیرہ برس کا حساب تیار ہے ۔۔۔ ملا کر دیکھ لیجئے ۔ اور دستخط کر دیجئے ۔۔۔ اور چھوٹے بابو کا حکم ہے کہ چالو مالی سال کے روزانہ جمع خرچ پر آپ کے دستخط ہوا کریں گے ۔"

وجے ورا کمسا کر واپس آئی اور پچھلے کمرے میں بیٹھ گئی ۔ نائب اس کے پیچھے پیچھے آیا اور اس نے میز پر بہی کھاتہ رکھ دیا ۔ وہ بہی کھاتہ کھولنے لگا تو وجے نے اسے روکتے ہوئے کہا

" یہ حکم چھوٹے بابو نے کب دیا ۔۔۔ ؟"

" آج ہی سویرے ۔۔۔ ۔"

"کیا آج صبح کو وہ آئے تھے ۔۔۔ ؟"

" وہ تو روز آتے ہیں ۔۔۔ ۔"

" کیا اس وقت دفتر میں ہیں ۔۔۔ ؟

نائب گردن جھکا کر کہا ۔

" وہ صبح ادھر چیک کرا کے ابھی گئے ہیں ۔۔ "

اس دن کا واقعہ کسی بھی ملازم سے چھپا نہیں رہا تھا ۔۔۔ نائب وجے کا اشارہ سمجھ چکا تھا ۔۔۔ وہ دھیرے دھیرے بہت سی باتیں کہہ گیا ۔۔۔ لالس بہاری ہر روز ٹھیک گیارہ بجے دفتر میں آتا ہے ۔۔۔ کسی کے ساتھ زیادہ بات چیت نہیں کرتا ۔ کام کر کے پانچ بجے گھر لوٹ جاتا ہے ۔۔۔ ۔ بال بابو کی بیوی کو جب تک مکمل طور سے آرام نہیں آ جاتا تب تک انہیں دفتر آنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔۔۔ انہیں چند روز کی چھٹی دے دی گئی ہے ۔۔ اس نے اتنی باتیں وجے کو بتائیں ۔

بچے کے چہرے پر ترنم کی سرخی دوڑ گئی تھی ـــــ وہ چپ چاپ
ساری باتیں سنتی رہی لیکن اسے معلوم ہو گیا کہ ملاس بہاری نے
ولایت کیا طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ اس نے مائیک کو یہ بتا کر گریز کیا کہ
ابھی تک تو ان کے دستخط لوگ سے کام چلتا تھا۔ اس لئے ان ہی کے دستخطوں
سے چلے گا۔ اس نے مائیک سے کہا۔

"یہ کاغذات یہیں چھوڑ جائیے ـــــ کل صبح دستخط کر دوں گی۔
پھر آپ آ کر لے جائیے گا ـــــ"

مائیک چلا گیا اور وہ وہیں بے حس و حرکت بیٹھی رہی ـــــ
سورج غروب ہو رہا تھا ـــــ وہ نہ جانے کتنی دیر یوں ہی بیٹھی رہتی
لیکن وہ کرلال تیس لے کمرے میں داخل ہوا (وہ مالکن کو اندھیرے
میں اکیلی بیٹھا دیکھ کر چونک پڑا ـــــ وہ ہڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔
باہر آتے ہی وہ مسرت سے کھڑی ہو گئی۔

اس کی نگاہ ایک ایسی چیز پر پڑی جو اس کے تصور میں بھی نہیں
آ سکتی تھی ـــــ کیا وہ کسی بھی بہانے اس گھر میں پھر قدم نہیں رکھ سکتا۔
اس دن والا صاحب ہیٹ پہنے ہوئے مکان کے اندر داخل ہو رہا تھا
اور راجی کی طرف آ رہا تھا۔

آج اس نے اسے پولیس افسر نہ سمجھا ـــــ اس کے دل میں
مسرت کی لہر اٹھ رہی تھی ـــــ مگر دل میں ایک کسک بھی
پیدا ہو رہی تھی۔

جیوٹ لمبے نوجوان سے تھے، پھاٹک کے اندر قدم رکھا تو وہ
مڑی اور لپک کر اپنے کمرے میں چلی گئی ـــــ مائیک نے ایک صاحب کو

مکان میں داخل ہوتے دیکھا تو ٹھٹھک کر رہ گیا مگر اس نے اس صاحب کو
پہچان لیا جس نے قریب آکر اس سے کچھ سوال پوچھا تھا۔ نائب صاحب
کو سوال لینے کے بعد مڑنے تو سلام سے جواب دیا
"ہاں ۔۔۔ دوا ہی یاد رکھ کر دیتا ہوں ۔۔۔"
مرض نے اصلی کا سوال اور نائب کا ۱۰۱ اس نسخ لیا تھا ۔۔۔
چند لمحوں بعد نریندر کمرے میں داخل ہوا۔ اور اس نے ہاتھ جوڑ کر
نمستے کی۔
اس نے اپنا بیگ میز پر رکھ دیا اور مسکراتے ہوئے بولا۔
"میں دیکھو رہا ہوں کہ میری دوا نے معجزہ دکھایا ہے ۔۔۔"
وہ سوچ رہی تھی کہ وہ شاید اس سوال کا جواب نہیں دے
سکے گی ۔۔۔ یوں ایک دم اسے احساس ہوا کہ نریندر کے نرم اور ملائم
لہجے نے اس کے دل کے تار پر انگلی رکھ دی تھی ۔۔۔ خود فراموشی
کے عالم میں اس نے کہا۔
"آپ نے یہ کیسے جانا ۔۔۔ مجھے دیکھ کر یا کسی سے سن کر ۔؟"
نریندر بولا۔
"سن کر ۔۔۔ کیوں ۔۔۔ کیا آپ نے دیپالی بابو کے منہ سے سنا نہیں
کہ میرے نسخہ کو استعمال کرنے کے بجائے اس پر پڑا رہنے ہی سے آدھی
بیماری جاتی رہتی ہے ۔"
یہ کہہ کر نریندر نے جو قہقہہ بلند کیا ۔۔۔ جس کی گونج سے در و دیوار
کانپ اٹھے۔
وہ سمجھی کہ وہ دیپالی بابو کے منہ سے ساری بات سن کر ہی

یوں مذاق کر رہا ہے ـــــ وہ اس کے قہقہہ پر جھنجھلا اٹھی اور چٹکی
لیتے ہوئے بولی۔
"شاید ماتی آپ ہی بیماری دور کرنے کے لئے آپ اسے لکھنے آئے
ہیں ـــ؟"
اس کمنتی پر سریندر کی ہنسی رک گئی۔ پھر وہ بولا
"سچ کہہ رہا ہوں ـــ!"
وجے نے کہا۔
"اسی لئے شاید آپ بہت خوش رہتے ہیں ـــ!"
سریندر نے سنجیدگی سے کہا۔
خوش ہو رہا ہوں ـــ؟ نہیں ـــ جب میں نے یہ بات سنی
تھی تو پہلے پہل واقعی بہت خوش ہوا تھا۔ مگر بعد میں مجھے رنج ہوا۔
ملاس مالک کا غصہ بہت خراب ہے ـــ غصہ میں آکر دوسرے کی توہین
کر دیتے ہیں۔ لیکن وہ بعد میں پچھتاتے ہیں۔ ـــ اگر کوئی غصہ میں
آپ کی توہین کرتا ہے تو اس کا مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ اینٹ
کا جواب پتھر سے دیں ـــ میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے اس واقعہ پر
حقیقتاً بہت دکھ ہوا ہے ـــ!"
وجے دل ہی دل میں بہت خوش ہوئی کہ اس آدمی کا دل کتنا وسیع
اور پاکیزہ ہے ـــ وہ چھیڑنے کی غرض سے بولی۔
"آپ کو دکھ بھی ہوا ہے۔ مگر آپ کی ہنسی بھی نکلی جا رہی ہے۔"
یہ کہہ کر وہ خود بھی ہنس پڑی۔
"میں سچ کہتا ہوں مجھے سخت رنج پہنچا ہے ـــ مجھے اس

دقت ۔ علوم نہیں تھا کہ آپ دونوں کے درمیاں کا رشتہ ہے ۔"
وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا اور پھر بولا ۔۔۔ "اس دن ملاس کے
پتا جی نے مجھے پیچھے بٹھا کر ساری باتیں سمجھا دی تھیں ۔۔۔۔ کل دیال
بابو نے یہی بات کہی ۔۔۔۔ یہ باتیں سن کر میں واقعی شرمندہ ہوں ۔
آپ دونوں سکھی رہیں ۔۔۔!"
اس کا آخری جملہ سن کر دوسے کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ۔
وہ منہ موڑ کر اپنے آنسو چھپانے لگی ۔
رسیدرنے پوچھا ۔
"اس روز کالی پر کے ہاتھ آپ نے خود مس اٹیسن پر کیوں
بھجوائی تھی ۔۔۔ "
دحے رسد صاحب گلا صاف کر کے بولی ۔
"اپنی چیز آپ نے خود ہی لوٹانی چاہی تھی ۔۔۔!"
رسیدر نے کہا ۔
لیکن آپ نے اس کے ہاتھ قیمت کی بات تو کہلوا نہ بھیجی ۔
ویسے تو میرا ،
دحے نے کہا ۔
"سمار میں مجھ سے غلطی ہو گئی تھی ۔۔۔ لیکن آپ نے اس
غلطی کی مجھے بہت بڑی سزا دی ۔۔۔!"
رسیدر نے شرمندہ ہو کر کہا ۔
"سوالی پر نے تو کہا تھا . . "
دحے بات کاٹتے ہوئے بولی ۔۔۔ "میں ساری بات سن چکی

ہوں۔ میں اس بات پر فخر کیونکر کر سکتی تھی کہ میں آپ کو کوئی انعام
دے رہی ہوں۔ آپ نے مجھے یہاں آکر اپنے ہاتھوں سے سرا ہوتی آپ نے
نوکر کے ذریعہ مجھے ذلیل کیوں کیا۔؟"
یہ کہتے کہتے اس کا گلا بھر آیا۔
رمیندر نے شرمندہ ہوکر وجے کے منہ کی طرف دیکھا —— وہ
گردن جھکا کر کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی —— اس کی گردن میں سونے
کی کنٹھی کا ہیرا چمک رہا تھا۔ —— دونوں تھوڑی دیر تک خاموش
رہے —— پھر رمیندر نے کہا۔
"دراصل غلطی مجھ سے ہوئی ——"

وجے نے پوچھا۔
"آپ سے غلطی کیونکر ہوئی ——؟"
رمیندر نے بڑے پرسکون لہجے میں کہا۔
"اس بیماری کے بارے میں (بقول میرے) جو ہیں ہوئی تھی اس کے سلسلے
میں آپ نے کچھ باتیں کہی تھیں —— یہی وجہ تھی کہ رات بیماری کا وہ مجھے
پیچھے لے جاکر سمجھاتے رہے —— وہیں انہوں نے انکشاف کیا کہ
ملاس سے آپ کا کیا رشتہ ہے —— میں فوراً سمجھ گیا کہ ملاس مجھ
سے بلا وجہ دشمنی مول نہیں لے رہا —— اس کے پاس اس کے لئے
مضبوط وجہ موجود تھی —— اس کے باوجود آپ نے بیماری کی حالت
میں جو باتیں کہیں نہیں —— اس نے میری نیند حرام کر دی —— میں
بار بار سوکر اٹھ گیا تھا —— لیکن آپ یہ سنکر حیران ہوں گی کہ جب
آپ کو صرف ایک نظر دیکھنے کے لئے یہاں اس واقعہ کے بعد دو تین

مار آ چکا ہوں — ۔"

یہ کہہ کر وہ ہنس پڑا — پھر بولا۔

ایک موت میری گردن پر سوار ہو گیا تھا —۔"

وحیدہ نے کوئی جواب نہ دیا — وہ چپ چاپ بیٹھی رہی — پھر اچانک اٹھ کر ساتھ والے کمرے میں چلی گئی — بریندر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے آپ سے کہا۔

مجھ سے نہ جانے پھر کوئی غلطی ہو گئی ہے —"

اتنے میں ملازم نے آکر کہا۔

" بابو جی — آپ چائے لیں گے نہیں — آپ کے لئے چائے تیار ہو رہی ہے — "

بریندر نے گھبرا کر کہا۔

" مجھے چائے کی ضرورت نہیں —"

" بی بی جی نے کہا ہے کہ آپ ذرا بیٹھے رہیں — " یہ کہہ کر نوکر چلا گیا۔

بریندر کو اور بھی حیرت ہوئی۔

وحیدہ منٹ کے بعد وحیدہ نوکر کے ہاتھ میں چائے اور اپنے ہاتھ میں کھانے کی چیزوں کی ایک طشتری لئے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی وہ اپنے رخساروں پر سے آنسوؤں کے نشان تو چھپانے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی ایک دل تھا کہ بریندر اپنے ہاتھ سے اس کی ٹھوڑی پکڑ لیتی۔

لیکن آج وہ ایسا کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔

نوکر میز پر چائے کا سامان رکھ کر چلا گیا۔

ملتجی سی رکدکر وحے رسیدر کے قریب کرسی پر بیٹھ گئی ــــ رسید ملتجی سی پڑھتیا ۔ اور کھانے میں یوں مصروف ہوگیا جیسے اسے سخت بھوک لگی تھی ۔

"ایک چھوٹی سی بات کی ماوتی کی بدو رحے نے ابتدا کی"
آپ نے ابھی بات تو ختم ہی نہیں کی ـــ!!
کونسی بات ـــ" رسیدر نے پوچھا۔
اس پاگل عورت کی بات جو آپ کی گردن پر سوار ہوگیا تھا ـــ
کیا وہ عورت اب آپ کی گردن سے اتر چکا ہے ۔؟"
رسیدر ہنستا ہوا بولا ۔
ہاں ـــ اب اتر چکا ہے ـــ!"
وحے بولی ۔
"پھر تو آپ بچ گئے ـــ ورنہ وہ آپ کو کچھ اور دور لے جاتا"
رسیدر نے چائے کا پیالہ منہ سے لگاتے ہوئے کہا ۔
"ہاں ـــ!"
وحے کوئی اچھی سی بات کہنا چاہتی تھی مگر اسے کوئی بات سوجھی ہی نہیں ـــ تھوڑی دیر کے لئے کمرے میں خاموشی مسلط رہی ۔
ـــ رسیدر ـــ چائے کا پیالہ خالی کر کے میز پر رکھ دیا ـــ جیب سے گھڑی نکال کر بولا ۔
"صرف دس منٹ باقی ہیں ـــ میں چلتا ہوں"
وحے نے بڑے پیار سے پوچھا ۔
"کیا کلکتہ واپس جانے کے لئے یہی آخری ٹرین ہے ؟"

ریسیور رکھ کر کھڑا ہو گیا ـــ ـــ اور سر پہ ہیٹ رکھتے ہوئے بولا۔

"ایک گاڑی اور کسی جاتی ہے ـــ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جائے گی ـــ جاتا ہوں ـــ نمسکار ـــ!"

اپنی چھڑی اٹھا کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

دسواں باب

پلاسی ٹھیک وقت پر دفتر آتا تھا اور اپنا کام ختم کرنے کے بعد واپس چلا جاتا تھا ــــ کوئی ضروری بات ہوتی تو آدمی بھیج کر وجے کی صلاح لے لیتا تھا ــــ لیکن خود کبھی کمرے کے اندر پاؤں نہیں رکھتا تھا ــــ وجے سمجھ گئی تھی کہ جب تک وہ اسے خود نہیں بلائے گی تب تک وہ اس کے پاس نہیں آئے گا ــــ اب پلاسی کے برتاؤ سے غرور اور نخوت کی بو نہیں آتی تھی ــــ اس لئے وجے کا غصہ کبھی کا ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

وجے یہ سوچ کر کبھی دل ہی دل میں نادم ہوتی تھی کہ اس روز اس نے ایک ناٹک کھیلا تھا ــــ وجے کو اس بات پر بھی ترس آ رہا تھا کہ جو شخص زمینداری کے کام کے سلسلے میں اتنا بلند مرتبہ رکھتا تھا اسے اس نے بہت ہی حقیر سا دیا ہے۔ اس کے دل میں یہی کھد بد لگی ہوتی تھی کہ ایک دن دفتر کے ملازم نے پہر کر اس کے کمرے میں داخل

ہو کر کہا

"ملاسس بابو آپ سے ملنا چاہتے ہیں ۔۔۔!"

دتے خط لکھ رہی تھی۔ دتے نے منہ اٹھائے بغیر کہا۔

"آنے دو ۔۔۔!"

اس کے دل میں کئی وسوسے پیدا ہوئے ملاسس کمرے میں داخل ہوا تو وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی ۔۔۔ مسکرا کر کے بولی۔

"آیئے ۔۔۔!"

ملاسس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کام بہت زیادہ تھا اس لئے میں نہ آ سکا ۔۔۔ کیا آپ کی صحت تو اچھی ہے ۔۔۔؟"

دتے نے گردن ہلا کر کہا۔

"ہاں ۔۔۔!"

"کیا وہاں دوا مل رہی ہے ۔۔۔؟"

دتے نے اس سوال کا جواب نہ دیا ۔۔۔ اور ملاسس نے بھی ایسا سوال نہ دہرایا ۔۔۔ وہ بولا۔

"کل نئے سال کا پہلا دن ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کل سب کو جمع کر کے بھگوتی پوجا کی جائے ۔۔۔!"

ملاسس نے اپنے پہلے سوال کے جواب پر زور نہیں دیا تھا۔ اس سے دتے کے دل پر سے بھاری بوجھ اتر گیا۔ وہ خوش ہو کر بولی۔

"یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے ۔۔۔!"

"ہاں ۔۔۔ لیکن کسی وجہ سے مندر جانے کی سہولت نہیں مل سکے گی،

اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو اسی جگہ
" ہاں ہاں گھر کو پھولوں اور بیلوں سے سجایا جاسکتا ہے۔ آپ کے مکان میں پھولوں کی کوئی کمی نہیں ہے —— مالی کو حکم دیدو کہ وہ سویرے آجائے "
ملاسں نے اپنی مسرت کو دباتے ہوئے کہا۔
میں سارا بندوبست کر دوں گا —— "
وحے نے کچھ سوچ کر کہا۔
کل نئے سال کا پہلا دن ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ کل کچھ کھانے پینے کا انتظام بھی ہونا چاہئیے۔
ملاسں نے اس تجویز کی بھی تائید کی —— وہ بولا۔
میں گماشتے کو اس سلسلے میں حکم دیدوں گا —— "
ملاسں جب دو چار مزید باتیں کرکے وہاں سے چلا گیا تو بہت دنوں کے بعد وحے کے دل میں اطمینان اور مسرت کی لہر اٹھی —— اس روز کے واقعہ کے بعد اسے جو دکھ ہو رہا تھا اب وہ ختم ہو چکا تھا۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا —— وہ ملاسں بہاری کی باتوں پر غور کرنے لگی اس نے دیکھا کہ ملاسں اس بہت زیادہ محبت کرتا ہے —— یہ بات اس کے حسد سے ظاہر ہوتی تھی —— لیکن وحے کے دل میں اس کے لئے پیار کا جذبہ ابھی تک بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ شام کے اندھیرے میں جب وہ تنہا ہوتی تھی تو اسے یہ احساس ہوتا تھا کہ کسی شخص کی پرچھائیں اس کے قریب آبیٹھی ہے —— اور وہ شخص ملاسں نہیں ہوتا تھا —— کتابوں کا مطالعہ اور سلائی کا کام چھوڑ کر جب وہ گہری سوچ میں ڈوب جاتی

تو اس کے ذہن میں ملاس کا دور دور تک کہیں پتہ نہ ملتا ملاس چلا گیا تو وہ اپنے پیچھے اپنا کوئی نقش نہ چھوڑ گیا

بہرکیف اس نے ملاس کو معاف کر دیا

اگلے روز صبح کو وجے بیدار ہوئی تو اس نے سنا کہ ملاس نوکروں کے ہمراہ گھر سجانے میں مصروف ہے ـــــ وہ کسی جلدی سے تیار ہو گئی اور نیچے آکر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ نے مجھے جگایا نہیں ـــــ ؟"

ملاس پیار بھرے انداز میں بولا۔

"اس کی ضرورت ہی نہیں تھی ـــــ !"

وجے نے ہنس کر جواب دیا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اتنی سست ہوں کہ اس کام میں بھی آپ لوگوں کی مدد نہیں کر سکتی ـــــ خیر ـــــ یہ بتائیے کہ میں کیا کر سکتی ہوں ـــــ ؟"

آج بہت دنوں کے بعد ملاس ہنسا اور بولا۔

"تم یہ نگرانی کر سکتی ہو کہ کسی کام میں کوئی چوک تو نہیں ہوئی !"

"بہت اچھا ـــــ !"

یہ کہہ کر وجے ایک کرسی پر بیٹھ گئی ـــــ تھوڑی دیر کے بعد اس نے پوچھا۔

"کھانے پینے کا کیا انتظام کیا ـــــ ؟"

ملاس نے بے فکری سے کہا

"سب ہو چکا ہے ـــــ کوئی فکر نہ کیجئے ـــــ !"

"تو پھر میں اس طرف ہی کیوں نہ جاؤں ـــ۔،"

"ہاں لیکن ٹھیک ـــ اگر ملاس کام میں جٹ گیا

آٹھ بجے تک سارا کام مکمل ہوگیا ـــ اس عرصہ میں وہ

ملاس کے پاس کئی بار آئی اور چھوٹے موٹے کاموں میں اس کا

مشورہ لیتی رہی ـــ دونوں کو اس بات کا احساس تک نہ

ہوا کہ بار بار کا پردہ معدوم ہوگیا ہے اور بات چیت پھر

بے تکلفی سے ہونے لگی ہے۔

رجے نے ہنستے ہوئے کہا۔

میں دیکھ رہی ہوں کہ اس جوش و خروش میں ہم سے

ایک بھول ہوگئی ہے ـــ ۔"

"وہ کیا ـــ" ملاس نے پوچھا۔

"ہم ہیں تو صرف چار یا پانچ آدمی ـــ لیکن کھانے کا انتظام

بیس آدمیوں کے لئے کیا گیا ہے ـــ ۔،"

یہ تو کوئی برتکی بات نہیں ـــ ۔" ملاس بولا "بابو جی نے

اپنے کئی رشتہ داروں کو دعوت دی ہے۔ کل کون آئے گا۔؟

اس بات کا مجھے کوئی علم نہیں ـــ ۔،"

رجے نے حیران ہوکر کہا۔

"یہ بات مجھے پہلے تو بتائی ہی نہیں گئی ـــ ۔،

کیا بابو جی نے خط لکھ کر تمہیں اس کی اطلاع نہیں دی تھی؟"

"نہیں ـــ ۔"

لیکن انہوں نے تو صاف طور پر کہا تھا۔ "ملاس کچھ

کہتے کہتے رک گیا

وجے نے پوچھا۔

"کیا کہا تھا ——؟"

ملاکس نے ایک لمحہ کے لئے سوچ کر جواب دیا۔

"شاید مجھ سے سننے میں غلطی ہوئی —— یا میں وجے لکھنے کی بات بھول گئے ——!"

وجے نے اور کوئی سوال نہ کیا۔ اور اچانک اس کے دل میں اٹھی ہوئی مسرت کی لہر دب گئی۔

آدھ گھنٹے کے بعد راس بہاری خود حاضر ہوئے۔ اور نو بجے تک وہ سب لوگ آ گئے جن کو مدعو کیا گیا تھا —— ان لوگوں میں سب برہمو سماجی نہیں تھے —— راس بہاری نے ان سب کا صدق دل سے سواگت کیا —— جن لوگوں سے وجے کا تعارف نہیں تھا۔ ان کا وجے سے تعارف کروایا گیا —— انہوں نے تعارف کراتے ہوئے یہ بھی اشارہ کر دیا کہ ان کے بیٹے کا وجے سے بیاہ ہونے والا ہے —— وجے نے ان سب مہمانوں کو بیٹھ جانے کی دعوت دی —— اتنے میں دیال بابو بھی آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ وہ اکیلے نہیں تھے —— ایک چنچل دوشیزہ بھی ان کے ہمراہ تھی —— وہ کافی خوبصورت تھی —— اس کی عمر وجے سے کچھ زیادہ تھی —— دیال بابو نے اپنی بھانجی کہہ کر سب سے اس کا تعارف کرایا۔ اس لڑکی کا نام نلنی تھا —— کلکتہ کے کالج میں بی اے میں پڑھتی تھی، گرمیوں کی چھٹیاں ابھی شروع

نہیں ہوئی تھیں لیکن ماں جی کی بیماری کی خبر سن کر چلی آئی تھی اور خیال
تھا کہ گرمیوں کی چھٹیاں یہیں کاٹ کر جائے گی۔
رشتے سے کلکتہ میں ملی کو کہیں اسی۔ دیکھا ہو یہ بات نہیں
تھی ـــ لیکن دونوں میں بات چیت کبھی نہیں ہوئی تھی وجے نے
بڑے تپاک سے اس کا خیر مقدم کیا اور اس کا ہاتھ کھینچ کر اسے
اپنے کمرے میں لے آئی ـــ اسے اپنے قریب بٹھا کر اس سے باتیں
کرنے لگی۔

یوں جا ساز جشن وکے شروع ہونے والی تھی سب لوگ باہر برآمدے
میں جمع ہو رہے تھے عین اس وقت گھر کے اندر راس بہاری کی آواز سنائی
دی۔ وہ بڑے احترام کے ساتھ کسی سے کہہ رہے تھے۔
"آؤ بیٹا آؤ ـــ میں جانتا ہوں کہ تم بہت مصروف رہتے ہو۔
لیکن مجھے امید نہیں تھی کہ تم وقت نکال کر آسکو گے ـــ"
اتنا کون سا مصروف آدمی ہے۔ یہ جاننے کے لئے وجے نے
منہ اٹھا کر دیکھا تو سامنے سریندر کھڑا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں پر اعتبار
نہ آیا ملی نے بھی اس طرف منہ اٹھا کر کہا
"سریندر بابو"

اسے راس بہاری نے بلایا تھا اور وہ دعوت منظور کر کے اس
گھر میں آگیا تھا ـــ یہ کیسا حیرت انگیز واقعہ تھا کہ وجے کی
سوچنے کی ساری طاقتیں غائب ہو گئیں ـــ وہ اس
طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکی ـــ اتنے میں راس بہاری اسے
اندر لے آیا ـــ ان کے پیچھے پیچھے کچھ اور لوگ بھی چلے آئے

راس بہاری نے سریندر اور ملاکس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
تم دونوں بھائی ہو چونکہ تم دونوں کے پتا گہرے دوست تھے۔ آج
نئے سال کا پہلا اور مبارک دن ہے ـــــ میری یہ خواہش ہے کہ تم دونوں
ایک دوسرے کو معاف کردو ـــــ"
یہ کہتے کہتے ان کا گلا رندھ گیا سریندر سے برداشت نہ ہوا۔
اور اس نے آگے بڑھ کر ملاکس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔
اور بولا۔
" ملاکس ماما ـــــ میرے سارے قصور معاف کردو ـــــ
میں آپ سے معافی مانگتا ہوں ـــــ"
ملاکس نے ہاتھ جوڑ دیئے اور سریندر سے بغلگیر ہو کر بولا۔
قصور تو میرا تھا سریندر ـــــ تم مجھے معاف کردو ـــــ"
لوٹ سے راس بہاری کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ بولے۔
اے بھگوان ـــــ میں تیرا لاکھ لاکھ شکر بجا لاتا ہوں ـــــ
تو بڑی دیالو ہے ـــــ"
یہ کہہ کر انہوں نے دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے سے لگائے
اور چادر کے کونے سے اپنی آنکھیں پونچھتے ہوئے انہوں نے
کہا۔
"کاش یہ دن تم دونوں کی دوستی کا پیام ہو ـــــ"
دیال ماما کے سوا کوئی حقیقت حال کو نہیں جانتا تھا۔
راس بہاری نے دیال ماما کے چہرے کے جذبات کو بھانپ لیئے
اور بولے ـــــ یہ آرہی جاتے اور آتے دونوں وقت کا حق ہے۔

[illegible] ہے اور میرا وہ بھی بیٹا ہے۔ آج میرے
لئے بڑی مسرت کا دن ہے کہ میرے دونوں بیٹے گلے مل بیٹھے ہیں۔
[illegible]
[illegible] کو اصل معاملہ کا علم نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے
بھی خوشی کا اظہار کیا۔ ""
راس بہاری اپنی آنکھیں پونچھتا ہوا ایک کرسی پر جا بیٹھا۔
لوگوں نے اس کے گمبھیر چہرے کی طرف دیکھ کر اندازہ لگایا کہ اس کے
دل میں جذبات کا طوفان اٹھا ہوا ہے۔ اس لئے وہ ایک
بھی لفظ کہنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ دیال بابو اپنی سفید داڑھی
کو سہلاتے ہوئے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے سکوت گیتا کا یہ ٹکڑا
ترنم کرنے سے پہلے کہا۔
"جس جگہ پاکیزہ دل ملتے ہیں وہاں بھگوان موجود ہوتا
ہے۔ ""
اس کے بعد انہوں نے بیدرہ منٹ تک ایڈریس دیا۔
جسے سب نے ہمہ تن گوش ہو کر سنا۔ راس بہاری زاروقطار
رو رہے تھے۔
وجے کے دل کی بات کوئی نہ جان سکا۔ وہ پتھر کی مورتی
بن کر بیٹھی رہی۔ اس نے جب آنکھیں اٹھائیں تو وہ بھی پتھرائی
ہوئی تھیں۔ ""
راس بہاری نے اٹھ کر دیال بابو کو گلے سے لگا لیا اور بولے۔
"دیال بھیا ‑ تمہاری ہی آشیر باد سے ""

- دیال باو کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں مگر وہ خاموش رہے۔
ساتھ کے کمرے میں ضیافت شروع ہوئی۔ راس بہاری اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور بولے۔

میں آج آپ سے ایک اور آشیرواد کی بھیک مانگتا ہوں۔ اگر آج س مالی زندہ ہوتے تو ابھی بیٹی کے بیاہ کی بات تو وہی آپ لوگوں سے کہتے ـــــ مجھے یہ بات کہنی پڑتی ـــــ آج یہ سرداری میرے کندھوں پر آپڑی ہے ـــــ اس میں دولہا اور دولہن کا باپ ہوں۔ میں نے اس مہینہ کے آخر میں بیاہ کی تاریخ مقرر کر دی ہے پورنیما کے موقع پر ـــــ آپ آشیرواد دیجئے کہ یہ مبارک کام خوش اسلوبی سے سرانجام پاتے ـــــ "

یہ کہہ کر انہوں نے جیب سے سونے کے کڑے نکالے اور دیال باو کے ہاتھ میں دے دیئے ـــــ

دیال باو نے طلائی کڑے لیکر وجے کی طرف بڑھے اور ہاتھ بڑھا کر بولے

"اپنے دونوں ہاتھ ادھر تو لاؤ بیٹیا ـــــ "

ست سا کر بیٹھی ہوئی وجے نے کوئی حرکت نہ کی ـــــ دیال باو نے پھر اپنی التجا دہرائی۔ مگر وہ بدستور بےحس و حرکت بیٹھی رہی ملی وجے کے قریب بیٹھی تھی ـــــ اس نے وجے کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے ـــــ دیال باو نے وجے کے دلی جذبات کو جانے بغیر وہ کڑے ہتھکڑیوں کی طرح وجے کے کلائیوں میں پہنا دیئے۔ اور آشیرواد دی۔

کوئی بھی اصل معاملہ کو سمجھ نہ سکا۔ سب نے یہی جانا کہ وجے
شرما رہی تھی اس لئے اس نے اپنے ہاتھ آگے نہیں بڑھائے تھے۔
چاروں طرف سے مبارکباد کی صدا آنے لگی۔
کھانے پینے کا کام ختم ہوا ——— دیر ہو رہی تھی اس لئے
لوگ ایک ایک کر کے وہاں سے چل پڑے ——— راس بہاری جانتا تھا۔
کہ وجے نے کس طرح مہمانوں کا خیال رکھتے ہوئے چپکے سے کپڑے
پہن لئے تھے ——— بہرکیف وہ بھی اٹھا اور ایک لڈو بھی رکھتے
ہوئے مسکرا کر بولا
"میں بھی چلتا ہوں ——— بڑھا آدمی ہوں ——— دھوپ تیز
ہوگئی تو گھر پہنچنا مشکل ہو جائے گا ———!"
اس کے بعد وہ آشیرواد دیتے ہوئے دھیرے دھیرے کمرے
سے باہر نکل گئے۔
سب لوگ چلے گئے ——— نیکس۔ وجے اور جانکی اب بھی برآمدے
میں کھڑی باتیں کر رہی تھیں۔ وجے نے کہا۔
"تم سے مل کر میں بہت خوش ہوئی ہوں ——— میں یہاں
تنہا ہوں ——— ایسا کوئی نہیں تھا جس سے دو باتیں کر سکوں۔
آپ جب چاہیں یہاں آ سکتی ہیں ———!"
نانی نے خوش ہو کر کہا۔
"میں ضرور آیا کروں گی ———!"
وجے بولی۔
"شاید میں آج سہ پہر کو آپ کی مزاج پرسی کے لئے آؤں۔!"

اور پھر دھوپ کی طرف اشارہ کرکے بولی۔
دیال ماں تو شاید دفتر میں ہیں ـــــ آپ اکیلی کیسے جائیں گی۔
کیا میں انہیں بلا کیھوں ـــــ ۱۱"
یہ کہہ کر وجے کسی ملازم کی تلاش میں آگے بڑھی۔ کسی نے
اسے روک لیا اور بولی۔
" وہ تو کام ختم کرکے شام کو گھر آئیں گے۔ ۱۱"
اچھا تو میں دربان کو بلاتی ہوں ـــــ وہ آپ کو گھر تک
چھوڑ آئے گا ـــــ ۱۱"
" نہیں ـــــ اس کی ضرورت نہیں ـــــ ۱" ملی نے
جواب دیا ـــــ میں مریدر ماں کا انتظار کر رہی ہوں۔ وہ اپنے
اپنے ماما سے ملنے گئے ہیں۔ ابھی آجائیں گے ـــ ۱"
وجے نے حیراں ہوکر پوچھا۔
"کیا آپ مریدر ماں کو جانتی ہیں ـــ ؟"
"پہلے تو نہیں جانتی تھی۔ برسوں باباجی کی چیٹھی ملی تو میں نے
اسٹیشن پر انہیں دیکھا۔ ہم دونوں ساتھ ہی آئے ہیں ـــ ۱"
وجے بولی۔
" اوہ ـــ یہ بات ہے ـــ ۱"
ملی نے کہا۔
" ہاں ـــ بڑے ہی حیرت انگیز آدمی ہیں ـــ دونوں کی
ملاقات دوستی میں تبدیل ہوگئی ہے ـــ آج دوپہر کو ہمارے
گھر میں کھانا کھاکر کلکتہ جائیں گے ـــ میری ماں تو انہیں اپنا

اگر پوچھ چکا ہوں تو پھر کیا ہوا ــــ آپ فوراً ناراض ہو جاتی ہیں
یہ آپ میں بھاری نقص ہے ــ!"
وجے نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔
"آپ کی طرح کوئی بے عیب کیونکر ہو سکتا ہے ــــ اس پر کبھی
دیکھئے۔ کالی پر جیسے لوگ بھی ہیں جو آپ کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں
کہ آپ بہت غصیلے ہیں ــ!"
کالی پر کا نام سنکر پریدرشی نے زوردار قہقہہ بلند کیا۔ ا۔ پھر
ہنسی روک کر اس نے کہا۔
"آپ تو بہت سخت رو ٹھ جاتی ہیں ــــ تصوروار کو ہرگز
معاف نہیں کرتی ہیں ــ!"
وفورِ شرم سے وجے کا چہرہ سرخ ہو گیا ــ اور پھر اس نے
بات کا رخ پلٹتے ہوئے کہا۔
آپ یہیں نہا دھو کر کھانا کھا لیجئے ــ!"
یہ کہہ کر وجے نے ملنی کے منہ کی طرف دیکھا۔
"ماجی جی راہ دیکھ رہی ہوں گی ــ!" ملنی نے کہا۔
وجے نے کہا۔
"میں ابھی آدمی بھیج کر انہیں مطلع کئے دیتی ہوں ــ!"
ملنی تذبذب و پنج میں پڑ گئی۔ اور پھر وہ سوچ کر بولی۔
"مجھے تو جانا ہی پڑے گا ــــ ماجی بیمار ہیں ــ دوپہر کو اُن
کے پاس رہے بغیر کام نہیں چلے گا۔
بات سچی تھی اس لئے وجے نے کوئی ضد نہ کی ــــ ملنی نے

بیٹا سمجھتی ہے ــــ ۔"

وجے نے گردن ہلا کر کہا۔

"ہاں ــــ بڑے ہی حیرت انگیز آدمی ہیں ــــ ۔"

ملنی کہنے لگی۔

"مجھے خوشی ہوئی کہ آج ملاس بابو سے ان کا ملاپ ہو گیا ہے ــــ ملاس بابو کے پتا بھی حیرت انگیز آدمی ہیں ــــ میرے خیال میں تو ہمارے سماج کے ہر ایک فرد کو ان کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے۔ جس دن راس بہاری کا آدرش یعنی برہم دھرم گھر گھر میں داخل ہو جائے گا ــــ اس دن میں سمجھوں گی کہ ہم سب کی کوششیں بر آئیں ــــ ۔"

عین اس وقت انہوں نے دیکھا کہ اکشے ہاتھ میں ٹوپی لئے ہوئے ان کی طرف آ رہا تھا

وجے نے ملنی کو مخاطب کر کے کہا۔

"وہ دیکھو ــــ وہ آ رہے ہیں ــــ ۔"

اکشے نے نزدیک آ کر وجے سے کہا۔

"یہ کیا دیکھ رہا ہوں ــــ اتنی سی دیر میں آپ دونوں میں صحبت بھی ہو گئی ــــ آج نئے سال کا پہلا دن کس قدر مبارک ہے۔ آپ اتنی غمگین کیوں ہیں ــــ ؟"

وجے نے بڑی سادگی سے کہا۔

"آپ ایک دن میں یہ سوال کتنی بار پوچھئے گا ــــ بھلا"

اکشے ہنس پڑا "کیا یہ سوال میں پہلے بھی پوچھ چکا ہوں ؟"

اگر پوچھ چکا ہوں تو پھر کیا ہوا ۔۔۔ آپ فوراً ناراض ہو جاتی ہیں
یہ آپ میں تمھاری نقص ہے ۔۔۔!"
وجے نے ایسی ہنسی دباتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا ۔
"آپ کی طرح کوئی بے عیب کیونکر ہو سکتا ہے ۔۔۔۔ اس پر بھی
دیکھئے ۔ کالی پر جیسے لوگ بھی ہیں جو آپ کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں
کہ آپ بہت غصیلے ہیں ۔!"
کالی پر کا نام سنکر بریدر نے زوردار قہقہہ بلند کیا ۔ اور پھر
ہنسی روک کر اس نے کہا ۔
"آپ تو بہت سخت روٹھ جاتی ہیں ۔۔۔ قصوروار کو ہرگز
معاف نہیں کرتی ہیں ۔۔۔!"
دو دو شرم سے وجے کا چہرہ سرخ ہو گیا ۔ اور پھر اس نے
بات کا رخ پلٹتے ہوئے کہا ۔
آپ یہیں نہا دھو کر کھانا کھا لیجئے ۔۔۔!"
یہ کہہ کر وجے نے ملی کے منہ کی طرف دیکھا ۔
"مامی جی راہ دیکھ رہی ہوں گی ۔۔۔!" ملی نے کہا ۔
وجے نے کہا ۔
"میں ابھی آدمی بھیج کر انہیں مطلع کئے دیتی ہوں ۔!"
ملی تذبذب و پیچ میں پڑ گئی ۔ اور پھر وہ سوچ کر بولی ۔
"مجھے تو جانا ہی پڑے گا ۔۔۔۔ مامی بیمار ہیں ۔۔۔ دوپہر کو اُن
کے پاس رہے بغیر کام نہیں چلے گا ۔
بات سچی تھی اس لئے وجے نے کوئی ضد نہ کی ۔۔۔ ملی نے

اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر فوراً کہا۔

"ریندر بابو ـــــ آپ یہیں بیٹھ کر کھانا کھا لیجئے ـ میں ماکرجی سے کہہ دوں گی ـــــ لیکن کلکتہ جانے سے پہلے ملتے ضرور جائیے گا ـــــ"

"آپ نے سمجھ کیا اتنا ہی سنگدل سمجھ رکھا ہے کہ میں ایسی دھوپ میں آپ کو چھوڑ کر چلا جاؤں گا ـــــ"

اور پھر اس نے ملی کی طرف منہ پھیر کر کہا۔

"آپ کے یہاں تو ایک روز بہت اچھا کھانا کھاؤں گا ـــــ اب اجازت دیجئے ـــــ اچھا نمسکار ـــــ"

اس کے بعد اس نے ملی سے کہا

"چلئے ـــــ"

اس نے ٹوپیا اپنے سر پر رکھ لی۔

ملی اس کے قریب آگئی ـــــ ان دونوں کا دھیان اس طرف گیا ہی نہیں کہ سال پر چڑھی ہوئی دو چھپکلیوں کی طرح دہکتی ہوئی آنکھیں ان کو گھور رہی تھیں ـــــ وجے سر سے پاؤں تک ایک شعلہ جوالہ بنا ہوا تھا ـــــ ریندر جاتے جاتے لوٹ آیا اور بولا۔

"آج خوشی کا دن ہے ـــــ کیا آپ مجھے ایک تحفہ نہیں دے سکتیں ـــــ؟ میں دو سو روپے آپ کو کل یا پرسوں لوٹا دوں گا ـــــ"

ریندر نے ہنسنا چاہا مگر وجے کے چہرے کی طرف دیکھ کر

نہیں رہ سکا۔"

وجے نے کہا

"دام لیکر تحفہ دیا ——— ایسے میں تحفہ نہیں سوداکاری کہتی ہوں ——— تجارت ——— میں آج کے مبارک دن پر اسے بیچنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی ——"

وجے کی سنگدلی پر سریندر حیران و ششدر رہ گیا ——— وہ آج تک وجے کے مزاج کو سمجھ نہیں سکا تھا ——— سریندر پہچان ہی نہ سکا کہ آج وجے حسد کی آگ میں جل رہی تھی ——"

سریندر نے اداس ہوکر کہا۔

"آپ سے میری حالت چھپی ہوئی نہیں ہے ——— میں نے اپنی بےبسی اور بیچارگی کو کبھی نہیں چھپایا ——— آپ مجھے میری بےبسی کیوں یاد دلا رہی ہیں ——"

اور پھر اس نے للی کی طرف مڑکر کہا۔

"میں تو تمہیں بھی اپنا سارا حال بتا چکا ہوں کہ کس طرح اپنے پتا کا قرض چکانے کے لئے گھربار سے ہاتھ دھو چکا ہوں ——— کہئیے کیا میں نے تمہیں ساری باتیں نہیں بتائیں ——؟"

"ہاں ———" للی نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

وجے کا رنگ زرد پڑ گیا۔ وہ دونوں کو چپ چاپ دیکھتی رہی۔

سریندر نے پھر دوسرے لہجے میں کہا۔

"آپ کو میری بات پر بہت دکھ ہوا ہے ——— خیر جانے دیجئے ——— اگر میں نے آپ کے سامنے کوئی گستاخی کی ہے تو مجھے

معاف کرو
[illegible] کر دو

[illegible] میں

[illegible] دیکھ لیا ——؟"
[illegible] آپ کو سب کچھ بتا دوں گی
[illegible] کر ایک کھڑا ہے
[illegible] معاف کر دیجئے —— میں واپس جاتا

[illegible] اس نے کہا۔
[illegible] اس طرح لوٹ جانا کہاں تک مناسب
[illegible] میں آج کہیں نہیں جا سکتا۔ اپنی امی جی
[illegible] گا ——"
[illegible] بڑھتی جا رہی تھی —— اس نے پھر بھی
[illegible] ہوئے کہا۔
[illegible] اب آپ کب آئیں گے ؟"
[illegible] گا ——"
[illegible] آیا تھا اسی راستے پر ہو لیا۔ جب
[illegible] نے دیکھا کہ ایک لڑکا ہاتھ ہلا ہلا
[illegible] ہے —— وہ کوئی اشارہ

کر رہا تھا ـــــ ریڈر یک بیک رک گیا ـــــ چند لمحوں کے بعد
ہرلیتیں آ پہنچا ـــــ اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔
"آپ کو ماجی نے بلایا ہے ـــــ!"
"مجھے ـــــ ؟"
"ہاں ـــــ آپ کو ـــــ جلیئے نا ـــــ!"
ریڈر تھوڑی دیر تک بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ اور پھر بولا۔
"تجھے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے ـــــ مجھے نہیں بلایا ہوگا ـــــ!"
ہرلیتیں نے یقین کے ساتھ گردن ہلا کر کہا۔
"آپ ہی کو بلایا ہے ـــــ کیا آپ کے سر پر ٹوپی نہیں ہے۔
جلیئے ـــــ!"
ریڈر نے پھر تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہ کر کہا۔
"تیری ماں جی نے تجھ سے کیا کہا تھا ـــــ ؟"
"میں تو آ رہا تھا ہوں کہ ماں جی چھت سے دوڑتی ہوئی آئیں
ـــــ انہوں نے مجھ سے کہا ـــــ ہرلیتیں جا ـــــ اور بابو جی
کو پکڑ لا ـــــ ان کے سر پر صاحبوں جیسا ٹوپ ہے ـــــ دوڑ
کر جا۔ تجھے ایک اچھا جوتا لے دوں گی ـــــ جلیئے نا ـــــ!"
اب ریڈر کی سمجھ میں آیا کہ ہرلیتیں اتنا بیقرار کیوں تھا۔
وہ جوتا لینا چاہتا تھا ـــــ ریڈر کے جی میں آئی کہ وہ ہرلیتیں کو
جوتے کے دام دیکر وہاں سے چلا جائے ـــــ لیکن وہ سوچ میں
پڑ گیا ـــــ ویجے نے مجھے کیوں بلایا ہے ـــــ؟ اس کے دل میں
کھٹ پٹ ہونے لگی ـــــ آخر اس نے اپنے دل میں کوئی فیصلہ کیا

اور سپرلسٹس کے پیچھے پیچھے ہولیا ——— راستہ بھر وہ سوچتا رہا۔
"جانے مجھے کیوں بلایا ہے ——؟" وہ یہ نہ سوچ سکا کہ ملا سیکھا کی
ایک بہت بڑی حقیقت تھی ——— اس نے باہر کے کمرے میں قدم رکھا تو
سامنے وجے کھڑی تھی ——— وہ مسکرا کر بولی۔
"آپ کچھ کھائے بغیر کہاں جا رہے تھے ——؟ میں بہت
بری ہوں —— خواہ مخواہ ناراض ہو جاتی ہوں اور آپ !"
"کس نے کہا کہ آپ بہت بری ہیں ——؟"
وجے کے ہونٹ لرز اٹھے —— اس نے کہا۔
"آپ ہی نے تو کہا تھا ——— آپ نے مجھے ملس کے سامنے اس
قدر شرمندہ کیوں کیا ——؟ آپ مجھے یہ سزا دیکر کھائے پیئے بغیر کیونکر
جا سکتے ہیں۔ میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے ——؟"
وجے کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور وہ منہ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔
رندھیر بت سا دیکھتا رہا ——— اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ
اس سوال کا کیا جواب دے ——"
اتنے میں ملازم نے آکر کہا۔
"چائے کے لئے پانی رکھ دیا گیا ہے ——"
وجے نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔
"جائیے ——— جا بیٹھئے ——"
ہاتھ دھو کر جب رندھیر کھانا کھانے بیٹھا تو وجے پنکھا ہاتھ میں
لیکر اس کے قریب آبیٹھی ——— رندھیر جی ہی جی میں شرما گیا
اور اس نے کہا —— "مجھے ہوا کی ضرورت نہیں ——— پنکھا آپ

ایک طرف رکھ دیجئے ۔۔۔!"
آپ کو ہوا کی ضرورت نہیں مجھے تو ہے ۔۔۔ وجے مسکرا کر بولی۔
"تاما جی کہا کرتے تھے کہ عورتوں کو خالی ہاتھ کبھی نہیں بیٹھنا چاہئیے ۔۔!"
"کیا آپ کھانا کھا چکی ہیں ۔۔۔؟" سریندر نے بات کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا ۔۔!
وجے نے جواب دیا۔
"عورت مرد کو کھلانے کے بعد کھاتی ہے ۔۔!"
سریندر نے خوش ہو کر کہا۔
"سرہم ساجی ہونے کے باوجود آپ ایسے خیالات رکھتی ہیں" وشے نے یہ بتایا کہ بہت سے سرہم سماجیوں کے گھر میں الٹی باتیں ہوتی ہیں ۔۔۔ وہ بولی۔
اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے ۔ میں نہ تو ولایت سے آئی ہوں اور نہ ہی کالج سے ۔۔!"
نوکر نے دروازے کے قریب آکر کہا۔
"ہاں جی ۔۔۔ منشی جی حساب کا ہی کھاتہ لیکر آئے ہیں!"
وجے نے گردن ہلا کر کہا۔
آج حساب دیکھنے کا وقت نہیں ۔۔۔ ان سے کہہ دو کہ کل آئیں ۔۔!"
"بہت اچھا ماں جی ۔۔!" نوکر بولا۔
نوکر کے چلے جانے کے بعد سریندر وجے کے منہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔۔ یہ بات مجھے بہت پسند ہے ۔۔!"

بھونڈا پن ہے ۸۹

— یہ سمجھ کر کہ آپ کو "ماں جی" کہتے ہیں — آپ رسم سماجی
کیوں ہیں — جدید خیالات کیسی رکھتی ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ
قدیم رسم و رواج کی بھی پابند ہیں۔ آجکل میں کچھ جدید گھرانوں
میں مریض دیکھنے کے لئے جاتا ہوں — وہاں نوکر گھر کی مالکن کو
"میم صاحب" کہتے ہیں۔ اور گھر کی مالکن اس بات پر خوش ہوتی ہے'
یہ کہہ کر فریدہ نے ایک زوردار قہقہہ بلند کیا — وجے بھی
ہنس پڑی۔ فریدہ نے ہنستے ہوئے کہا۔
'اب میرے لئے یہ دیکھنا باقی رہ گیا ہے کہ ان میم صاحبوں کے
بچے کب ماں کی بجائے "ممی" کہہ کر بلاتے ہیں — !!'
اس نے ایک بار پھر ایسے قہقہہ سے گھر کے در و دیوار ہلا دیئے
وجے بولی۔
"آپ کھانا کھانے کے بعد دل بھر دوسرے لوگوں کی باتیں کرکے
خوش ہوتے رہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں — لیکن اس
وقت کھانا تو کھا لیجئے — !"
فریدہ نے تیزی سے دو چار لوالے توڑے اور اس کے بعد
پھر بھول گیا کہ اسے کھانا جلد ختم کرنا چاہئیے — وہ بولا۔
"میں بھی چار برس ولایت میں رہا ہوں لیکن"
وجے نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔
اگر آپ ولایت ہو آئے ہیں تو پھر دوسروں کی غیبت
کیوں کرتے ہیں — ؟"

"اچھا ـــــ اب نہیں کروں گا ـــــ" فرید پھر کھانے میں جٹ گیا۔

دو چار نوالے ہی منہ میں ڈال کر بولا۔

"اب نہیں کھایا جاتا ـــ"

"واہ! آپ نے تو کچھ بھی نہیں کھایا ـــــ اچھا میں منع نہیں کرتی ـــــ آپ دوسروں کی عیب کرتے ہوئے ہی کھانا کھاتے ـــ"

فرید ہنستا ہی چاہتا تھا کہ اچانک بہت سنجیدہ ہوگیا۔ اور بولا۔

"آپ کہتی ہیں کہ میں نے کچھ کھایا ہی نہیں ـــ میں تو بہت کھا گیا ہوں ـــــ اگر آپ کلکتے میں میری خوراک دیکھیں تو حیران رہ جائیں ـــــ میں تو بہت کم کھاتا ہوں ـــــ نوکر بھی لاپرواہ ہے ـــ کھانا ساکر رکھ جاتا ہے اور خود کہیں چلا جاتا ہے ـــ مجھے کسی روز دو نج جاتے ہیں اور کسی روز چار۔ ٹھنڈا اور سوکھا کھانا ملتا ہے ـــ مرتی چاروں طرف بکھیر جاتا ہے اس لئے میں کسی دن کھانا کھاتا ہی نہیں ہوں ـــ"

غصہ سے دیے کا چہرہ سرخ ہوگیا ـــــ وہ تند و تیز لہجے میں بولی۔

"ایسے نوکر کو نکال باہر کیوں نہیں کرتے ہو ـــ؟"

"یہی نہیں ـــــ ایک روز کسی نے صندوق میں سے دو سو روپے نکال لئے ـــــ ایک دن میں خود کہیں سو روپے کا نوٹ گم کر بیٹھا ہو

کنواروں کے لئے بڑی مصیبت ہے ۔۔۔"

وجے خاموش بیٹھی رہی ۔۔۔

مرید نے ذرا سے توقف کے بعد کہا۔

مجھے ملازمت میں پسند نہیں ۔۔۔ میں نوکری کر ہی نہیں سکتا۔ دراصل میری ضروریات بہت کم ہیں۔ آپ جب کوئی مہربان شخص مجھے دو وقت کی روٹی دیدے تو میں ایسا کام کرسکتا ہوں بس اور کچھ نہیں چاہتا ۔۔۔ لیکن آج کل ایسا مہربان شخص میسر آنا بہت مشکل ہے ۔۔۔"

اور پھر اس نے سرد آہ بھر کر کہا۔

آپ کے پتا زندہ ہوتے تو وہ ضرور مجھے عزت سے کمانا دلا دیتے ۔۔۔"

وجے نے اس کو کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ نے میرے پتا کے بارے میں یہ رائے کیسے قائم کرلی۔ آپ تو ان کو پہچانتے بھی نہیں تھے ۔۔۔"

مرید نے کہا۔

نہیں ۔۔۔ میں نے انہیں کبھی دیکھا نہیں تھا ہوسکتا ہے کہ انھوں نے کبھی مجھے کہیں نہ دیکھا ہو ۔۔۔ اس کے باوجود مجھے بہت محنت کرتے تھے ۔۔۔ جانتی ہو ۔۔۔ کس نے جیب روپے دیکر ولایت بھیجا ہوتا ۔۔۔ تمہارے پتا نے ہی بھیجا تھا کیا آپ کو کوئی بات نہیں بتا گئے ۔۔۔"

کیا مطلب ۔۔۔ آپ اپنے اشارے کی وضاحت کریں

تو میں کوئی جواب بھی دوں ۔۔۔!"

"رہنے دیجئے ۔۔۔ اب اس بات کا ذکر چھیڑنا مناسب نہیں ۔۔۔!"

"مگر بتائیے تو سہی ۔۔ میں سننا چاہتی ہوں ۔۔!"

"اس بات کو چھیڑنے کا اب وقت ہی نہیں ہے ۔ اب اسے سن کر آپ کیا کیجئے گا ۔۔!"

وجے نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں ۔۔۔ میں ضرور سنوں گی ۔۔!"

فرید ہنسا ۔۔ اور پھر ذرا جھینپ کر بولا۔

"میں کیا کہوں ۔ کہتے ہوئے شرم آتی ہے ۔۔۔ شاید آپ یہ سمجھیں گی کہ میں چالاکی سے آپ کو بہلا رہا ہوں"

وجے بے قرار ہو گئی ۔۔۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"میں اب آپ کی مزید خوشامد نہیں کر سکتی ۔ پاؤں پڑتی ہوں ۔ بتائیے تو سہی ۔۔۔ میرے پتا نے کیا کہا تھا ۔؟"

"بتانے سے پہلے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں ۔۔۔ کیا میرے مکان کے بارے میں انہوں نے کبھی آپ سے کوئی بات نہیں کہی تھی ۔۔ ؟"

وجے اور بھی بے چین ہو گئی ۔۔۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

فرید نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا تو آپ ناراض ہو گئیں ۔۔۔ ولایت روانہ ہوتے وقت مجھے پتہ چلا کہ آپ کے پتا جی مجھے وہاں بھیج رہے ہیں ۔۔ آج

تیس روز ہوئے دیال بابو نے مجھے خطوط کا ایک پلندہ دیا تھا ——— جس کمرے میں ٹوٹا پھوٹا سامان رکھا تھا وہیں ایک میز کی دراز سے یہ خطوط نکلے۔ ان میں دو خط آپ کے پتا جی کے لکھے ہوئے تھے۔ آپ کو شاید معلوم ہوگا کہ میرے پتا نے قرض اتارنے کے لئے جوا کھیلنا شروع کر دیا تھا ——— ایک خط میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس خط میں نیچے جاکر آپ کے پتا نے میرے پتا کو لکھا ہے کہ جوا کھیلنا چھوڑ دو اور مکان کی فکر نہ کرو ——— سریدر میرا بیٹا ہے۔ میں وہ مکان اس کو جہیز میں دیا جا رہا ہوں۔

وجے نے منہ اٹھا کر پوچھا۔

"اور کیا لکھا تھا ———؟"

"آپ کے پتا نے بہت سی باتیں لکھی ہیں ——— لیکن یہ خط بہت دن پہلے کا لکھا ہوا ہے ——— شاید بعد میں انھوں نے اپنا ارادہ بدل لیا ہو ——— یہی وجہ ہے کہ انھوں نے آپ سے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا ہو ———"

وجے کے چہرے پر پتا کی آخری خواہش نمایاں ہو گئی۔ اس نے ایک لمبا سانس لیا ——— تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد بولی۔

"تو پھر آپ دعویٰ کر کے مکان کیوں نہیں لے لیتے ———؟"

وجے ہنس پڑی ———"

سریدر نے بھی مذاق کرتے ہوئے کہا۔

"دعویٰ ضرور کروں گا ——— اور آپ کو گواہ بناؤں گا

مجھے امید ہے کہ آپ عدالت کے سامنے سچی بات کہیں گی ۔۔۔"
وجے نے گردن ہلا کر کہا۔
"ضرور ۔۔۔ لیکن آپ مجھے گواہ کیوں بناتے ہیں ۔۔۔؟"
"آپ گواہ نہیں بنیں گی تو میں یہ ثابت کیسے کر سکوں گا کہ مکان
واقعی میرا ہے ۔۔۔"
وجے نے سنجیدگی کے ساتھ کہا۔
" عدالت میں جانے کی ضرورت نہیں ۔۔۔ پتا جی کا حکم سر آنکھوں
پر ۔۔۔ وہ مکان میں آپ کو لوٹا دوں گی ۔۔۔"
سریندر کی سمجھ میں نہ آیا کہ وجے طنز کر رہی تھی یا واقعی خلوص
سے کام لے رہی تھی ۔
"کیا آپ ان کا خط پڑھے بغیر مکان لوٹا دیں گی ۔۔۔۔؟"
سریندر نے پوچھا۔
وجے بولی ۔
"نہیں ۔۔۔ میں خط پڑھنا چاہتی ہوں ۔۔۔ اگر انھوں نے یہ بات
لکھی ہوگی تو میں ان کا حکم ہرگز نہیں ٹال سکوں گی "
سریندر نے کہا۔
"مگر میرے پاس یہ ثبوت موجود نہیں ہے کہ آپ کے پتا آخری
دم تک اسی بات پر قائم تھے ۔۔۔"
"وہ قائم نہیں تھے ۔۔۔ اس کا بھی کوئی ثبوت موجود نہیں
ہے ۔۔۔"
" اگر مکان واپس نہ لوں اور دعویٰ بھی نہ کروں تو ۔۔۔"

"آپ کی نوابی کے لڑکے سہی تو ہیں۔ نانی نے جو جیر دان کر دی ہے میں اسے اپنے پاس نہیں رکھ سکتی ـــ۔"

رجے کی یہ بات سنکر ہریندر دل ہی دل میں خوش ہوا۔ لیکن اس نے کہا۔

آپ نے جب مکان ایک اچھے کام کے لیے دان دیدیا ہے ـــ تو میرے لیے یہ بھی آپ کا گناہ نہیں ہوں گا ـــ میں وہ مکان واپس لیکر کیا کروں گا ـــ میرا کون ہے جو وہاں رہے گا۔ کیا آپ ملاس بابو کو اس بات پر راضی نہیں کر سکتیں کہ اس مکان میں جو شخص آباد ہے یہ مکان اسی کو دیدیا جائے۔

آخری جملہ سنکر رجے جل بھن گئی۔ اس نے حتم آگئیں لہجہ میں کہا۔

" اپنی چیز کے متعلق کسی دوسرے کی رائے لینے کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

اور پھر اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

- اگر آپ کو مکان کی ضرورت نہیں ہے تو اس کی قیمت مجھ سے لے لیجیے ـــ اس طرح آپ کو ملامت نہیں کرنی پڑے گی ـــ آپ ایسا کام کر سکیں گے ـــ کیا آپ اس بات پر راضی ہیں ـــ ہریندر بابو ـــ "

ہریندر سوچ میں پڑ گیا ـــ میں لاکھ غریب سہی ـــ لیکن یہ بھیک قبول نہیں کر سکتا ـــ رجے ملاس کے خلاف ہی سہی لیکن رجے ملاس کی بات کو ٹھکرا نہیں سکے گی ـــ بیتیا کی کرسی اور کچھ

حاصل نہیں ہو گا۔
وہ چند لمحوں کے لئے وجے کے منہ کی طرف دیکھتا رہا اور پھر بولا۔
"میں آپ کے دل کی بات سمجھتا ہوں۔ آپ کسی نہ کسی بہانے ایک غریب کو کچھ چیزیں دینا چاہتی ہیں۔"
"آپ جانتے نہیں ہیں کہ جب آپ ایسی کوئی بات کہتے ہیں تو مجھے بہت رنج ہوتا ہے۔"
سریندر نے ہنستے ہوئے کہا۔
آپ ہی کہئے ۔۔۔ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں۔"
وجے نے سنجیدگی سے کہا۔
"میں تہہ دل سے سچی بات کہتی ہوں ۔۔۔ میرے دل میں کھوٹ نہیں ہے ۔۔۔ آپ ہی کا دل صاف نہیں ہے ۔۔۔ آپ کو میری کسی بات پر یقین ہی نہیں آتا ۔۔۔ میں تو صرف پتا جی کے حکم کی تعمیل کر رہی ہوں ۔۔۔ ان کے حکم مطابق آپ کی چیز لوٹا رہی ہوں۔"
سریندر نے سنجیدہ ہو کر کہا۔
"اگر آپ اپنے پتا جی کے حکم کی تعمیل کریں گی تو اور بھی بہت سی چیزیں لوٹانی پڑیں گی ۔۔۔ صرف مکان ہی لوٹانا نہ پڑے گا۔"
"اچھی بات ہے ۔۔۔ آپ اپنی ساری چیزیں واپس لے سکتے ہیں۔"

اس دفعہ بریدر نے ایک ما
"آپ ہی تو مجھے دعوتی کرے
دعوٰی نہ کروں تو میری لوائے لڑے
ہمارے دی تھی ــــــ کیا آپ کو
آپ کو کیا کیا دینا پڑے گا "
"ان کا ایک اور خط میرے
نے مجھے مکان ہی جس میں دیکر اپ
اس جگہ آپ کو جو کچھ نظر آرہا ہے
ہے ــــ اگر میں دعوٰی کر جاتا ہوا
بلینگ، نوکر چاکر اور راں نوکروں
کر سکتا ہوں ــــ کیا آپ ایسے پتا
مجھے دے سکیں گی ــــ ؟"
وہ سر سے پیر تک کانپ
بعیر کشمند تیلی کی طرح بیٹھی رہی۔
ہوئے کہا۔
"لولو ــــ کیا یہ سب کچھ
سے صلاح کر لیجئے ــــ"
یہ کہہ کر بریدر ہنس پڑا۔
وہ نے منہ اوپر اٹھایا تو اس
میں رہ گئی ــــــ وہ کا رنگ فق

چہرہ دیکھ کر فرید گھبرا گیا، اُس نے کہا۔
"آپ پریشان کیوں ہو گئیں ـــ زیادہ سے زیادہ اتنا ہو سکتا ہے
اس سے پیروں کا ڈرامہ ماسٹر ہو سکتا ہوں ـــ میں بیاد ہوں
کردوں تو مجھے بالکل مات میں بند کردیا جائے گا ـــ۔"
صبیحہ نے ساری باتیں اطمینان سے سنیں اور بولی۔
"ذرا دیکھوں تو سہی ـــ تیاگی کا خط کہاں ہے ـــ۔"
فرید نے مذاق کرتے ہوئے کہا۔
"واہ! میں کیا اسے جیب میں لئے پھرتا ہوں ـــ آپ
اسے دیکھ کر کیا لیں گی ـــ؟"
"کچھ بھی ہو ـــ میں چاہتی ہوں آپ کے ساتھ چلتی رہوں
ـــ اسے وہ دونوں خطوط دے دیجئے گا ـــ وہ آپ کے ساتھ
کلکتہ جائے گا ـــ!"
"کیا آپ کو اتنی ہی جلدی ہے ـــ؟"
"ہاں ـــ!"

* * *

اس دفعہ نریندر نے ایک بلند قہقہہ سر کیا اور بولا۔

"آپ ہی تو مجھے دعویٰ کرنے کا مشورہ دے رہی تھیں، میں اگر دعویٰ نہ کروں تو میری لوائے لڑکے سے دعویٰ کرانے کی دھمکی بھی آپ ہی نے دی تھی ــــ کیا آپ کو معلوم ہے کہ دعویٰ دائر کیا گیا تو آپ کو کیا کیا دینا پڑے گا۔"

"ان کا ایک اور خط میرے پاس ہے ــــ تمہارے پتا جی نے مجھے مکان ہی جہیز میں دے کر اپنے گھر سے روانہ نہیں کیا ــــ اس جگہ آپ کو جو کچھ نظر آرہا ہے ــــ وہ سارا جہیز میں شامل ہے ــــ اگر میں دعویٰ کرنا چاہوں تو اس مکان، فرنیچر، آئینہ، کاٹ پلنگ، نوکر چاکر اور ان نوکروں کے مالک تک کے لیے دعویٰ کر سکتا ہوں ــــ کیا آپ اپنے پتا جی کے حکم کے مطابق یہ ساری چیزیں مجھے دے سکیں گی ــــ؟"

وجے سر سے پیر تک کانپ اٹھی ــــ وہ کوئی جواب دیئے بغیر کٹھ پتلی کی طرح بیٹھی رہی ــــ نریندر نے چٹکی لیتے ہوئے کہا۔

"بولو ــــ کیا یہ سب کچھ دے سکو گی ــــ؟ بلاس بابو سے صلاح کر لیجئے ــــ"

یہ کہہ کر نریندر ہنس پڑا۔

وجے نے سر اوپر اٹھایا تو اس کی ہنسی اس کے ہونٹوں ہی میں رہ گئی ــــ وجے کا رنگ فق ہو گیا تھا ــــ اس کا زرد

چہرہ دیکھ کر فرید گھبرا گیا۔ اس نے کہا۔

"آپ پریشان کیوں ہو گئیں — میں تو بات کر رہا تھا کہ ان سب چیزوں کا مداوا کیونکر ہو سکتا ہوں — میں کیا دعویٰ کروں کہ تو مجھے مالک فائل بند کر دیا جائے گا —"

صفیہ نے یہ ساری باتیں ان سنی کر دیں اور بولی۔

"ذرا دیکھوں تو سہی — بتائیے وہ خط کہاں ہے —"

فرید نے مذاق کرتے ہوئے کہا۔

"واہ! میں کیا اسے جیب میں لئے پھرتا ہوں — آپ اسے دیکھ کر کیا لیں گی —"

"کچھ بھی ہو — میرا جی چاہتا ہے آپ کے ساتھ بیٹھ رہی ہوں — اسلئے وہ دونوں خط دے دیجئے گا — وہ آپ کے ساتھ کلکتہ جاتے تھے —"

"کیا آپ کو اتنی ہی عادت ہے —"

"ہاں —"

گیارہواں باب

رات کنور وجے کی آنکھ نہیں لگی تھی ـــــ اس کی آنکھوں کے پپوٹے بوجھل تھے ـــــ وہ اگلے روز صبح کو جب تھکی سی چور پیچھے کے کمرے میں آئی تو اس نے دیکھا کہ میز پر بہی کھاتوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا اور کماستہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے وجے کو دیکھتے ہی کہا۔

"آج یہ سارے بہی کھاتے واپس مل جانے چاہئیں ـــ!"

وجے نے اسے حکم دیا کہ وہ دو گھنٹے کے بعد آئے۔ اس نے اوپر کا بہی کھاتہ اٹھایا اور کرسی پر بیٹھ گئی ـــ اس نے اعداد و شمار کی طرف دیکھا ـــ کام کرنے کو اس کا جی نہیں چاہ رہا تھا وہ بار بار کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی ـــ دفعتاً اس نے دیکھا کہ موڑھا رام سہاری باغیچے میں ایک پیڑ کے نیچے کھڑا ہے اور ہر کسی سے کچھ پوچھ رہا ہے ـــ دونوں کی باتیں سنائی نہیں دے رہی

تھیں۔ لیکن راس بہاری کے اشاروں سے وہ ساری بات سمجھ گئی تھی۔۔۔!"

چند لمحوں کے بعد راس بہاری بابو ہرلیتیں کو چھوڑ کر دفتر کی طرف چلے گئے۔ ہرلیتیں گھر کی طرف آرہا تھا۔ وہ نے کھڑکی سے ہاتھ کر اسے اپنے پاس بلالیا اور پوچھا۔

راس بہاری بابو تم سے کیا پوچھ رہے تھے۔؟"

ہرلیتیں نے کہا۔

"ماں جی گما شتے سے روپیہ لے کر میں پتنگ لانے چلا گیا تھا نا؟ اور جب ڈاکٹر بابو کھانا کھا رہے تھے تو کیا اس وقت میں گھر میں تھا۔۔۔؟

"نہیں تو۔۔۔!"

ہرلیتیں بولا۔

"تب۔۔۔ بڑے بابو پوچھ رہے تھے کہ ماجی اور ڈاکٹر بابو میں کیا باتیں ہو رہی تھیں۔۔۔ بتا سالے۔ نہیں تو تجھے سیاہی سے سر منڈوا کر کوڑے لگواؤں گا۔۔۔!"

وہ خاموش ہو گئی اور واپس آکر بہی کھاتہ دیکھنے لگی۔ شب بیداری کے باعث اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اسے بہی کھاتہ کا ایک بھی ہندسہ نظر نہ آیا۔۔۔ اور اب تو اس کی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں۔۔۔ چند لمحوں کے بعد دروازے پر راس بہاری نے دستک دی۔۔۔ پھر وہ اندر چلے آئے اور کواس کر ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔

وجے نے بھی کھاتے پر سے نظر اٹھا کر کہا۔
"آیئے ۔۔۔ آج اتنی سویرے کیسے آنا ہوا ۔۔۔؟"
راس بہاری نے اس سوال کا جواب نہ دیا اور بولا۔
"آج تمہاری آنکھیں بہت لال ہو رہی ہیں بیٹی۔ ٹھنڈ تو نہیں لگ گئی ۔۔۔؟"
"نہیں ۔۔۔ مجھے کچھ نہیں ہوا ۔۔۔!"
"آنکھیں لال ہونے کا کوئی سبب تو ہوگا ۔۔۔؟"
وجے نے کوئی جواب نہ دیا ۔۔۔ راس بہاری نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔
"دھوپ کے ڈر سے سویرے سے چلا آیا بیٹی۔ ساری دستاویزات دیکھنی ہیں نا۔ کیا تم نے سنا نہیں۔ کچھ لوگ کسوتی پاڑہ کی سرحد کے سلسلے میں مقدمہ دائر کرنے والے ہیں۔!"
زمینداری کے متعلق اہم دستاویزات میں مالی اپنے ہی پاس رکھتے تھے ۔۔۔ ان کے کھو جانے کا ڈر رہتا تھا۔ وہ اپنی خواب گاہ کی لوہے کی الماری میں ان دستاویزات کو بند کر کے رکھتے تھے۔
وجے نے سر اٹھا کر کہا۔
"آپ سے کس نے کہا کہ وہ لوگ مقدمہ دائر کر رہے ہیں؟"
راس بہاری نے ہنس کر کہا۔
"کسی نے نہیں کہا بیٹی ۔۔۔ لیکن مجھے خبر مل جاتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کیا اتنی بڑی زمینداری اتنے روز چلا سکتا تھا۔؟"

"وہ کتنی زمین کے بارے میں دعوٰی کر رہے ہیں۔؟"
راس بہاری نے دل ہی دل میں حساب لگا کر کہا۔
"دو بیگھے سے کیا کم ہو گی۔؟"
رجے نے لاپرواہی سے کہا۔
"تو پھر لے لیں ـــــ ذرا سی جگہ کے لئے مقدمہ بازی کی کیا ضرورت ہے۔؟"
راس بہاری نے سنجیدہ ہو کر کہا۔
"تمہارے منہ سے یہ بات سن کر بہت دکھ ہوا ہے بیٹی۔ ـــــ اگر آج دو بیگھہ زمین آسانی سے چھوڑ دیں گے تو کل دو سو بیگھے زمین چھوڑنی پڑے گی۔!"
ان کے اس اظہار خیال پر رجے مضطرب ہو گئی۔ وہ بولی۔
"ہمیں اس وقت دو سو بیگھے زمین تو نہیں چھوڑنی پڑ رہی۔ میں سمجھتی ہوں کہ معمولی سی بات کے لئے مقدمہ کی کوئی ضرورت نہیں ـــــ!"
راس بہاری نے بار بار سر ہلا کر کہا۔
"ایسا نہیں ہو سکتا بیٹی ـــــ تمہارے پتا جب ساری ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈال گئے ہیں تو آسانی سے دو بیگھے زمین بھی نہیں چھوڑوں گا۔ پرانی دستاویزات ایک بار ضرور دیکھنی پڑیں گی ـــــ ـــــ تمہیں تو تکلیف تو ہو گی بیٹی ـــــ انہیں ذرا اٹھا لاؤ۔!"
رجے وہیں بیٹھی رہی ـــــ اس نے پوچھا۔
"دستاویزات کو دیکھنا کیوں ضروری ہے ـــــ؟"

... ضروری ہے ۔۔۔"
(؟) دیکھنا ضروری ہے ۔۔۔"
جستا دیرات دیکھنے کا صرف ایک ہی سبب نہیں ہے
میں تمہیں ساری کیسے بتا دوں ۔۔۔ انہیں دیکھ کر ہی بتا
ہوں بیٹی ۔۔۔"
عین اس وقت گماشتہ بہی کھاتے لیجانے کے لئے کمرے
میں آیا ۔۔۔ وجے نے اسے دیکھ کر کہا۔
"ابھی کام ختم نہیں ہوا ۔۔۔ دوپہر کو لے جانا ۔۔۔"
گماشتہ "جو حکم سرکار" کہہ کر لوٹ ہی رہا تھا کہ وجے نے
اسے آواز دی۔
"ذرا ٹھہرو ۔۔۔ تم سے ایک کام ہے ۔۔۔ دفتر کا یادربان
کتنے دن سے کام پر آ رہا ہے ۔۔۔؟"
"تیس مہینے سے ۔۔۔" گماشتہ نے جواب دیا۔
"خیر جتنے بھی دن ہو گئے ہوں ۔۔۔ اب اس کی ضرورت
نہیں ہے ۔۔۔ اس کا آج ہی سارا حساب چکا دو ۔۔۔!"
گماشتہ حیرت سے وجے کی طرف تکنے لگا ۔۔۔ وہ پوچھنا چاہتا تھا
کہ بے چارے دربان نے کیا قصور کیا ہے جو اسے نوکری سے جواب دیا جا رہا
ہے مگر وہ یہ بات پوچھنے کی ہمت نہ کر سکا۔ وجے اس کی مسکراتی
نگاہوں کا مطلب سمجھ گئی ۔۔۔ اس نے کہا۔
"اس نے کوئی قصور نہیں کیا لیکن مجھے وہ پسند نہیں۔
اسے پورے مہینے کی تنخواہ دے کر رخصت کر دو ۔۔۔!"

راس بہاری کا چہرہ سرخ ہوگیا اس نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔
"لا قصور کسی کی روزی پر لات مارنا اچھا نہیں ہے بیٹی ۔۔۔"
وجے نے کوئی جواب نہیں دیا ۔۔۔ گماشتے نے یہ دیکھا تو بولا۔
"تو پھر اسے "
"ہاں ۔۔۔ آج ہی اسے رخصت کردو ۔۔۔" یہ کہہ کر وجے پھر کھانے دیکھنے لگی ۔۔۔ گماشتے کے چلے جانے پر راس بہاری نے اپنی بات دہرائی۔
"بیٹی ۔۔۔ ذرا تکلیف کرو ۔ یہ دستاویزات دیکھنی بہت ضروری ہیں ۔۔۔"
"کیوں ۔۔۔ ؟" وجے نے پوچھا۔
راس بہاری نے سنجیدہ ہوکر کہا۔
"بتا چکا ہوں کہ اس کی ایک خاص وجہ ہے ۔۔۔ میرے پاس اتنا وقت کہاں ہے کہ ایک ہی بات کو بار بار دہراتا رہوں ۔۔۔"
وجے نے بہی کھاتہ پر نظر جمائے ہوئے کہا۔
"آپ ٹھیک کہتے ہیں ۔۔۔ آپ کے پاس اتنا وقت نہیں ہے لیکن آپ نے کوئی ٹھوس وجہ بھی تو بیان نہیں کی ہے ۔۔۔"
کیا بتائے بغیر تم اٹھو گی نہیں ۔۔۔ ؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تم مجھ پر اعتبار نہیں کرتی ہو ۔۔۔"
وجے نگاہیں نیچی کئے کام میں مصروف رہی ۔ راس بہاری

میر یرا بھی جیرٹھی ٹیک کر دے ۔
"تم کس لئے میری توہین کر رہی ہو ؟"
دبے ہوئے پرسکون لہجہ میں کہا ۔
آپ مجھ پر کسی تو اعتبار نہیں کرتے ہیں ۔۔۔ آپ نے حسبِ طور پر مجھ پر پہرہ بٹھا رکھا ہے ۔۔۔ اس لئے اگر میں سمجھتی کہ آپ میری زمینداری کے متعلق اہم دستاویزات کسی اچھی نیت سے نہیں دیکھنا چاہتے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ۔۔۔ آپ کی توہین کیونکر ہوئی ؟"
داس بہاری دم بخود رہ گئے ۔ ان کی چال کو کلکتہ کے ماحول میں پلی ہوئی ایک نوعمر لڑکی نے خاک میں ملا دیا تھا ۔ ان کو یہ گمان تک نہیں ہوا تھا کہ وہ ان کے منہ پر ایسی بات بھی دے مارے گی ۔
داس بہاری کافی دیر تک خاموش بیٹھے رہے اور پھر کرسی کر کھڑے ہوگئے ۔۔۔ انہوں نے اس بے یارومددگار لڑکی پر آخری وار کیا ۔۔۔ انہوں نے کہا ۔
"میں نے ہی تمہاری عزت رکھنے کے لئے ایسا کیا ہے ۔ میں ان کا دوست ہوں ۔۔۔ اسی لئے میں نے تمہارے چال چلن کی نگرانی رکھنا ضروری خیال کیا ۔۔۔ کل تم نے ایک ایبی کو واپس بلا لیا اور اس کے سارا دن گذار دیا ۔ کیا میں اس کا مطلب سمجھ نہیں سکتا ہوں ۔۔۔ یہی نہیں ۔۔۔ اس روز تم آدھی رات تک اس سے ہنسی مذاق کرتی رہیں ۔۔۔ وہ رات کو کلکتہ نہ گیا ۔ بہانہ کر کے یہیں رہ گیا ۔ کیا تمہیں شرم نہیں آئی ۔۔۔ ؟ ہم لوگوں کا منہ تو کالا ہو گیا ۔ اب ہم سماج میں سر اٹھانے کے قابل بھی نہ رہے ۔۔"

راس بہاری نے کنکھیوں سے۔ ے کے زرد چہرے کی طرف دیکھا وہ خاموش بیٹھی ہوئی تھی ۔۔ ا
راس بہاری نے ذرا سے توقف کے بعد کہا۔
" کیا تم ان باتوں کو اچھا سمجھتی ہو ۔۔۔ تمہیں چپ رہنے سے کام نہیں چلے گا ۔۔۔ تمہیں ان باتوں کا جواب دینا ہو گا تم ہی کہو۔ اگر میں تمہاری بگڑی کرتا ہوں تو کیا برا کرتا ہوں ۔۔ ۱۱
ونجے نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا ۔۔۔ راس بہاری پھر چھیڑی میز پر مارتے ہوئے بولے۔
چپ رہنے سے کام نہیں چلے گا ۔۔۔ تمہیں میری بات کا جواب دینا ہو گا ۔۔۔ ۱۱
میں جھوٹی بات کا آپ کو کیا جواب دوں ۔۔۔ ؟"
راس بہاری نے مشتعل ہو کر کہا۔
" تم اس بات کو جھوٹا بتا کر مذاق میں اڑا دینا چاہتی ہو ۔۔ !"
ونجے چند لمحوں کے لئے خاموش رہی ۔۔۔ پھر اس نے ویسے ہی تند خو لہجہ میں جواب دیا۔
" میں کسی بات کو مذاق میں نہیں اڑانا چاہتی ۔۔ صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ یہ سراسر جھوٹ ہے آپ کو یہ بھی بتا دینا چاہتی ہوں کہ آپ خود بھی مکاری اور ریاکاری سے کام لے رہے ہیں ۔۔ !"
راس بہاری سٹپٹا اٹھے ۔۔۔ انہیں کوئی بات نہ سوجھی انہوں نے ونجے کے الفاظ ہی دہرائے۔
میں ریاکاری سے کام لے رہا ہوں ۔۔ ؟"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور بولی۔
"میں آپ سے بحث نہیں کرنا چاہتی ــــ اس وقت میں آپ کو
دستاویزات نہیں دکھا سکتی جب مقدمہ چلے گا تو دیکھا جائیگا۔"
یہ کہہ کر وہ ساتھ والے کمرے میں چلی گئی۔

اس نے سوچا ہوتا کہ جیسے بھی ہوگا وہ کل صبح ہی کلکتہ چلی جائے گی
اور وہ اس جنجال سے رہائی حاصل کرلے گی ــــ لیکن جب غصہ کا پہلا
ریلا اتر گیا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک مضبوط پھندے میں جکڑی گئی
ہے ــــ وہ کلکتہ جائے گی تو بدنامی اور کلنک کی افواہیں بھی اس
کے ساتھ جائیں گی ــــ اور اس کے لئے کلکتہ میں رہنا مشکل ہو جائے گا
مصیبت تو یہ تھی کہ وہ یہاں بھی گھر کے باہر قدم نہیں رکھ سکتی تھی
اسے معلوم تھا کہ نراس بہاری نے اسے اپنے پھندے میں رہا کرنے کے لئے
نہیں رکھا اور کبھی منشی جی سے جکڑ لینے کے لئے رسوائی کی دھمکی دی تھی
وہ یہ بھی جانتی تھی کہ وہ اس کی بدنامی نہیں کر سکیں گے لیکن پھر
بھی جب گماشتہ جی کھانے لیکر آیا تو اس نے بیماری کا بہانہ کر کے
جی کھانے نوکر کے ہاتھ اوپر منگوا لئے ــــ اسے گماشتے کی آنکھوں
سے آنکھیں ملاتے شرم آ رہی تھی ــــ وہ ڈرتی تھی کہ گماشتہ کے کانوں
تک بھی شاید اس کی رسوائی نہ پہنچ چکی ہو۔
وہ ایک بات سے ڈر بھی رہی تھی لیکن اس کی خواہش بھی کر رہی
تھی ــــ اس کا خیال تھا کہ نریندر اس کے پتا کا خط خود وہاں لائے گا۔
پانچ چھ روز کے بعد اسے ڈاک سے مطلوبہ خط مل گیا مگر نریندر

نہ آیا اس کے دل میں ایک شک جاگزیں ہو چکا تھا کہ اس بہاری نے وید کو خط لکھ کر کہیں اس گھر کا دروازہ اس پر بند نہ کر دیا ہو۔ ونجے خط ہاتھ میں لئے ہوئے سوچتی رہی ـــــ کافی دیر تک سوچ میں ڈوبے رہنے کے بعد وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی ـــ اس نے اپنے تیا کے دونوں خط اپنے ماتھے سے لگائے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی ـــ اس نے دونوں خط بڑے غور سے پڑھے ـــــ یہ خط پڑھ کر اسے معلوم ہو گیا کہ اس کے تیا کی کیا خواہش تھی۔

پانچ چھ دن گذر گئے ـــ ایک دن صبح ونجے کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ گھر میں بہت سے راج مزدور کام کرنے میں مصروف ہیں۔ وہ مکان میں سفیدی کرنے کی تیاری کر رہے تھے ـــ اسے فوراً یہ بات یاد آگئی کہ اس بہاری کا مقصد پورا ہونے میں صرف سات دن باقی رہ گئے تھے ـــ دن بھر کام ہوتا رہا ـــــــــ ونجے کو یہ حوصلہ نہ ہوا کہ وہ کسی کو بلا کر یہ پوچھے کہ کس حکم سے گھر میں سفیدی ہو رہی تھی ـــ

شام ہوئی تو ونجے بہت دنوں کے بعد کسمیا سنگھ کو ساتھ لیکر ندی کے کنارے سیر کے لئے نکلی ـــــ اچانک وہاں دیال بابو آپہنچے ـــ وہ بولے۔

میں تمہیں ہی ڈھونڈتا پھر رہا ہوں بیٹی ـــ ۔"

ونجے نے حیرت زدہ ہو کر وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا۔

دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں ـــ دعوت نامے چھپوانے ہیں ـــ آپ کے رشتہ داروں کو بڑے احترام کے ساتھ یہاں

لایا جائے گا۔ آپ ان کے نام لکھ دیجئے۔!"

وجے نے بڑے کرخت انداز میں پوچھا۔

"کیا دعوت نامہ میرے ہی نام سے چھپے گا۔؟"

دیال بابو کو معلوم تھا کہ یہ شادی مسرت انگیز نہیں پھر بھی انہوں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"نہیں بیٹی۔۔۔ تمہارے نام کیوں چھپے گا۔ راس بہاری کرتا دھرتا ہیں۔۔۔ تم دونوں کے بزرگ ہیں۔۔۔ ان کے نام سے چھپے گا۔!"

"کیا اس کا فیصلہ انہوں نے کیا ہے" وجے نے پوچھا۔

دیال بابو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔۔ انہوں نے ہی کیا ہے۔!"

وجے نے کہا۔

"تو پھر اس بات کا بھی وہی فیصلہ کریں کہ میرے رشتہ دار کون ہیں۔۔۔ ویسے میرا کوئی رشتہ دار نہیں۔!"

دیال بابو کو کوئی بات نہ سوجھی۔

وجے نے اچانک پوچھا۔

"آپ نے جو خط نریندر بابو کو دیئے تھے کیا وہ آپ نے پڑھے تھے۔؟"

"نہیں بیٹی! دوسرے کا خط میں بھلا کیوں پڑھوں گا"

انہوں نے آہستہ سے کہا۔ "نریندر کے پتا کا نام دیکھ کر ہی سمجھا تھا کہ وہ خط نریندر کو ملنے چاہئیں۔۔۔ میں ایک بار تم سے اس

سلسلے میں پوچھنا چاہتا تھا۔ مجھ سے غلطی ہو گئی بیٹی ۔۔"
وجے نے بوڑھے کو شرمندہ ہوتے دیکھ کر کہا۔
اس نے بتا کر حیران کر دیا آپ نے بہت اچھا کیا انہوں نے آپ کو
ان خطوط کے سلسلے میں کچھ بتایا تو نہیں ۔۔؟"
"نہیں ۔۔۔ اگر تم کچھ جاننا چاہتی ہو تو میں کل ہی ان سے پوچھ
کر آپ کو بتا سکتا ہوں ۔۔"
وجے نے بیقرار ہو کر پوچھا۔
"آپ کل ہی کیسے بتا سکتے ہیں ۔۔؟"
دیال بولے۔
"بتا سکتا ہوں ۔۔ آجکل وہ روزانہ ہمارے یہاں آتے ہیں۔"
وجے نے حیران ہو کر پوچھا۔
کیا آپ کے گھر میں کوئی بیمار ہے ۔۔۔؟ یہ تو آپ نے مجھے
بتایا ہی نہیں ۔۔"
دیال بابو نے ہنستے ہوئے کہا۔
"نہیں ۔۔۔ میری بیوی تو اب تندرست ہے ۔۔۔ نریندر
کی دوا اور بھگوان کی دیا ۔" انہوں نے ہاتھ جوڑ کر ایشور
کو پرنام کیا۔
وجے نے دیال کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"تو پھر وہ روزانہ کیوں آتے ہیں۔
دیال بابو نے مسمسی سی صورت بنا کر کہا ۔۔۔ جسم تھوڑی

کی محنت بڑی زبردست ہوتی ہے بیٹی ـــــ اس کے علاوہ آج کل
ریندر کا کام کاج بھی زیادہ نہیں ہے ـــــ کلکتہ میں ان کا کوئی
خاص دوست بھی نہیں ہے ـــــ اس لئے یہاں آگئے اور شام کو
میرے ہاں چلے آتے ہیں ـــــ میری بیوی تو انہیں اپنا بیٹا سمجھتی
ہے ـــــ ہے بھی بہت پیارا لڑکا ـــــ اوہ ـــــ باتیں کرتے ہوئے
اگر تم اتنی دور ہی نکل آئی ہو بیٹی تو پھر میرے گھر تک کیوں نہیں
چلتی ہو ـــــ"

"چلئے ـــــ"
یہ کہہ کر رجے اس کے ساتھ ہولی۔
دیال بابو نے ذرا سے توقف کے بعد کہا۔
"ایسا شریف، ایسا خوش مزاج اور سیدھا سادا لڑکا
دیکھا ہی نہیں ـــــ بی اے پاس کر کے ڈاکٹری پڑھنا
چاہتی ہے ـــــ وہ اس کی بہت مدد کرتا ہے ـــــ اس کی
حوصلہ افزائی کرتا ہے ـــــ"
رجے چونک پڑی ـــــ کلکتے سے اتنی دور آکر شام گزارنا
ـــــ رجے کو ریندر کی یہ حرکت بڑی عجیب معلوم ہوتی تھی۔
اب تو وہ ٹھٹھک کر رہ گئی ـــــ اس کے قدموں تلے سے زمین کھسکنے
لگی ـــــ"
اتنے میں دیال بابو نے کہا،
"ریندر کی مدد سے اس نے بہت سی کتابیں ختم کر لی ہیں۔
دونوں کو پڑھنے کا بہت شوق ہے ـــــ"

و جے سے رہا نہ گیا۔ اس نے کہا
کیا آپ کو اس سلسلہ میں کوئی شک تو نہیں ہے "
"کیسا شک بیٹی ۔۔۔ "
"میرا خیال ہے کہ ان سے یہ پوچھ لینا چاہیئے کہ وہ نلنی کے بارے میں کیا ارادہ رکھتے ہیں ۔۔۔؟"
"بات تو ٹھیک ہے ۔۔۔ میں چاہتا ہوں کہ دونوں آپس میں ذرا اچھی طرح گھل مل جائیں تو پھر پوچھوں۔"
"ایسا کرنے سے نلنی کی بدنامی ہو سکتی ہے ۔۔۔" وجے نے کہا۔
"نہیں ۔۔۔ میں نے اپنی بیوی سے بات کی تھی ۔ میری بیوی کو نریندر پر کامل یقین ہے ۔۔۔ وہ کہتی ہے کہ نریندر کے ہاتھوں ہرگز ہرگز کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ۔"
وجے جب دیال بابو کی بیٹھک کے نزدیک پہنچی تو شام کا دھندلکا گہرا ہو چکا تھا ۔۔۔ ایک میز کے گرد نلنی اور نریندر بیٹھے تھے ۔۔۔ سامنے ایک کھلی ہوئی کتاب پڑی تھی ۔۔۔ نلنی وجے کی طرف منہ کرکے بیٹھی تھی ۔۔۔ اس لئے سب سے پہلے اس نے اس کا خیر مقدم کیا ۔۔۔ نریندر فوراً کرسی چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے نمسکار کرتے ہوئے پوچھا۔
"آپ کی طبیعت کیسی ہے ۔۔۔؟"
وجے نے نمسکار کا جواب نہ دیا ۔۔۔ وہ خاموش رہی۔ نلنی سے مخاطب ہو کر بولی ۔۔۔ "آپ تو ایک دن بھی میرے یہاں نہ آئیں ۔۔۔"

فریدہ نے سامنے آکر مسکراتے ہوئے کہا۔
"آپ تو مجھے پہچان بھی نہیں رہے ہیں ۔۔۔!"
وجے نے بڑے پرسکون لہجہ میں کہا۔
" پہچان جانے کے بعد پہچاننے کی ضرورت نہیں رہتی "
اور پھر اس نے ملی سے کہا ۔۔۔ چلئے ۔۔۔ آپ کا ماتاجی سے مل
آئیں ۔۔۔!"
یہ کہہ کر وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھی ۔۔۔ ملی کئی سیڑھیاں
اوپر چڑھ کر رکی۔
فریدہ بابو جائیے بغیر بھاگ نہ جانا۔۔!"
فریدہ نے کوئی جواب نہ دیا ۔۔۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے
وجے نے اس کی توہین کر دی ہو ۔۔۔ وہ بے حس و حرکت کھڑا
رہا ۔۔۔ چند لمحوں کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ وجے کا یہ برتاؤ
نفرت کا حامل نہیں ۔۔۔ اس برتاؤ کے تحت کوئی جذبہ کارفرما ہے
جسے وہ سمجھ نہیں سکتا ۔
چند منٹوں کے بعد اوپر سے چائے کی دعوت آئی ۔۔۔ اس نے
دیال بابو کے اصرار کرنے پر بھی نیچے ہی بیٹھنا مناسب سمجھا۔ دیال بابو نے
بھی اوپر جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر فریدہ نے کہا۔
" میں تو آپ کے گھر کا آدمی ہوں دیال بابو۔ میری فکر نہ کیجئے ۔
۔۔۔ اپنے مہمان کی سدھ لیجئے ۔۔۔!"
دیال اوپر جاتے ہوئے بولے ۔
" آپ یہاں بیٹھے رہیں گے نا ۔۔۔؟"

جی ہاں — ''

نوکر لال ٹیس رکھ گیا — مریدر کتاب پڑھنے لگا۔
آدھ گھنٹے کے بعد ملنی، دیال اور وجے تینوں پیچھے آ گئے
مریدر نے کتاب میز پر رکھ دی۔

ملنی بولی۔

''آپ کے لئے چائے لانے کو کہہ دیا ہے مریدر بابو — آتی
ہی ہوگی — ''

وجے نے اس سے کوئی بات نہ کی — یہاں تک کہ آنکھ اٹھا
کر بھی اس کی طرف نہ دیکھا — وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی ہوئی
باہر نکل گئی — دروازے پر کنہیا سنگھ لاٹھی لئے ہوئے بیٹھا تھا۔
وجے کو آتا ہوا دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

وجے سر جھکائے ہوئے چل رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے
بہہ رہے تھے۔ اس نے اپنے آپ سے کہا۔

'' اب مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا — اب مجھ سے
برداشت نہیں ہو سکتا — ''

گھر آتے ہی خبر ملی کہ راس بہاری کسی کام سے بڑی دیر سے
باہر کے کمرے میں بیٹھے انتظار کر رہے ہیں — وجے نے یہ سنا تو تلملا
اٹھی اور ساتھ والی سیڑھی سے اوپر اپنے کمرے میں چلی گئی —
وجے جانتی تھی کہ چاہے کتنی ہی دیر کیوں نہ ہو جائے۔ راس بہاری
ملاقات کئے بغیر نہیں جائیں گے — تھوڑی دیر کے
بعد دروازہ پر کھڑے ہوتے ہرلتیں نے بتایا کہ راس بہاری بابو

اوپر آرہے ہیں ۔۔۔ ان کے قدموں کی آہٹ
"آیئے ۔۔۔!"
راس بہاری کمرے میں داخل ہوتے ہی کرسی پر بیٹھ گئے
اور بولے ۔
" میں نے تو نوکر سے بہت کہا کہ وہ آپ کے لئے لالٹین
لیکر جائیں ۔۔۔ دیال ماٹر کو بھی سوچنا چاہیئے تھا ۔ آپ کے ساتھ
ایک لالٹین بھیجی چاہیئے تھی ۔"
اور پھر انہوں نے ایک لمبا سانس لیکر کہا ۔
میں نے سارا انتظام کر رکھا ہے ۔۔۔ صرف تم اس پر اپنا
نام لکھ دو بیٹی ۔۔۔!"
یہ کہہ کر انہوں نے جیب سے ایک کاغذ نکالا اور وبھے کے
ہاتھ میں دے دیا ۔۔۔ وبھے سمجھ گئی کہ یہ اس کے پریم بیاہ کو قانونا
رجسٹری کرانے کا کاغذ تھا ۔۔۔ وہ کاغذ دیتیں بار پڑھ کر اس
نے منہ اٹھایا ۔۔۔ وہ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی ۔ اسے ایسا
محسوس ہو رہا تھا کہ دنیا کے سارے مرد ایک ہی سانچے میں ڈھلے
ہوتے ہیں ۔۔۔ راس بہاری ، دیال ، بریندر ، ملاس ۔ ان میں
کوئی فرق نہیں تھا ۔ جب کوئی فرق ہی نہیں ہے تو پھر ملاس کے
خلاف ہی اسے کوئی شکایت کیوں پیدا ہو ۔۔۔؟ ملاس ان سے
سب سے کم قصوروار اور گناہگار رہے ۔ اس کی محبت سچی ہے ،
جبھی تو وہ حسد سے جل اٹھتا ہے ۔۔۔!"
راس بہاری وبھے کے سپید چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے ۔

انہوں نے کہا۔
"بیٹی ۔۔۔ اس کمرے میں قلم دوات ہے کہ پیچھے سے لاؤں؟"
وہ جیسے چونک کر دیکھا ۔۔۔۔۔ اسے ایک سوال آیا ۔۔
اس نے پوچھا ۔۔
"چاچا جی ۔۔۔ ایک بات بتاؤ ۔۔۔ کیا روپیہ سارے
عیب ڈھانپ لیتا ہے ۔۔۔؟
راس بہاری اس سوال کا مطلب نہ سمجھ سکے اس لئے
بولے۔
"کیوں ۔۔۔ کیا ہے بیٹی ۔۔۔؟"
"آپ مجھ پر اتنا بڑا الزام لگانے کے بعد بھی قبول کر رہے
ہیں ۔۔۔ آخر کیوں ۔۔۔؟"
راس بہاری بہت شرمندہ ہوا ۔۔۔۔ مگر اپنا خدشہ کو
دور کرتے ہوئے بولا۔
"وہ تو جھوٹی بات تھی ۔۔۔ تم پر تو کوئی دشمن بھی الزام نہیں
لگا سکتا ۔۔۔!"
"دشمن شاید یہ الزام نہ لگا سکے لیکن میں پوچھتی ہوں کہ
کیا بابا اس بابو جیسے عقیدت و محبت کی نگاہوں سے دیکھ
سکیں گے ۔۔؟"
راس بہاری نے کہا۔
"کیوں نہیں دیکھ سکیں گے ۔۔!
پھر انہوں نے دور سے آواز دی "بابا۔ بابا۔ ۔۔؟"

ملاس نزدیک ہی کہیں انتظار کر رہا تھا۔ فوراً اندر آ گیا۔

راسں بہاری بولے۔

" ذرا میٹی کی بات تو سنو ملاس ــــ میٹی کہتی ہے کہ تم اسے عقیدت و محبت کی نگاہوں سے نہیں دیکھ سکو گے یہ ملاس۔

ملاس فوراً کوئی جواب نہ دے سکا ــــ سوال اس کی سمجھ ہی میں نہیں آیا تھا ــــ!

دبے رلی۔

" اس دن بابا جی نے نوکروں سے پوچھ تاچھ کر کے میرے پاس آکر کہا تھا کہ رات گئے تک تنہائی میں رتیندر بابو سے ہنسی مذاق کرنے میں میرا جی نہیں بھرا اور رتیندر بابو نے رات نہیں گزاری۔ تو ایسی حالت میں "

" تم اپنا تیاگ پورا نہ کر سکی ــــ راسں بہاری کی اونچی آواز میں دبے کی بات نہ کر رہ گئی ــــ نہیں ــــ نہیں ــــ ہرگز نہیں ــــ یہ بالکل جھوٹ ہے ــــ!"

ملاس کا چہرہ سیاہ پڑ گیا ــــ اس نے آہستہ سے کہا۔

" میں نے نہیں سنا ــــ!"

راسں بہاری چلانے لگے۔

" کیسے سن سکتے تھے بابا ملاس ــــ یہ تو سفید جھوٹ ہے تم دیکھنا کہ میں درباں اور ہرلیس کو ابھی کیسی سزا دیتا ہوں ــــ!"

ملاس نے کہا۔

" اگر ساری دنیا بھی اس بات کی گواہی دے تو بھی یقین نہیں

کرسکتا ۔"
وجے نے کرخت لہجہ میں کہا
"کیوں نہیں کرسکتے ۔۔۔ کیا میری جائیداد کے لئے ۔؟"
راس بہاری اس بات پر جھینپ گئے۔
ملاس نے کہا۔
"نہیں تمہاری جائیداد کا ذرہ بھر لالچ نہیں ۔"
وجے نے دیکھا کہ دونوں باپ بیٹے ایسی حرکتیں کر رہے تھے
جیسے بازار میں سودا پٹانے کے لئے زور لگا رہے ہوں۔
چند لمحوں تک کمرے میں گہرا سکوت مسلط رہا۔ ملاس نے
پھر خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔
"وجے ۔۔۔ پتا جی چاہتے ہیں کچھ سعی کریں ۔۔۔ کچھ بھی کہیں
ایک بات نہیں ہرگز نہیں سوچنی چاہئیے کہ جن لوگوں نے دھرم کے لئے اپنی اپنی
زندگی وقف کردی ہے ۔۔۔ وہ نا انصافی کبھی نہیں کرسکتے۔ مجھے
صرف تمہارا لالچ ہے۔ تمہاری رہیں اور جائیداد کا نہیں ۔"
ملاس آگے بڑھ کر وجے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے

بولا۔
"اگر تم سمجھتی ہو کہ مجھ میں کوئی صداقت ہے تو میں آج تم
سے سچی بات کہہ رہا ہوں ۔۔۔"
دونوں چند لمحوں کے لئے چپ رہے ۔۔۔ وہ ہچکچائی
اور پھر اس نے قلم اٹھا لیا ۔۔۔ اپنا نام لکھ کر کاغذ اس نے
راس بہاری کے حوالے کردیا ۔۔۔"

راسں بہاری نے وہ کاغذ تہہ کر کے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور ماں کی یاد میں آنسو بہانے لگے۔ پھر وہ وہاں سے چلے گئے۔"

باپ کے چلے جانے کے بعد ملاسں نے بڑے سنجیدہ لہجہ میں کہا۔

" میں جانتا ہوں تم مجھ سے محبت نہیں کرسکتی ہو۔ لیکن مجھے رسم سماج سے عشق ہے ——— صداقت سے عشق ہے۔ اسی لئے میں اس کے لئے ہر ایک بات کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں ——— میں ایک دن ثابت کر دکھاؤں گا کہ مجھے صداقت سے کتنی محبت ہے۔"

رچنے نے کچھ کہنے کے لئے منہ اٹھایا مگر اس کے ہونٹ لرزنے لگے ——— اس کا گلا بھر آیا۔ وہ کچھ کہہ نہ سکی۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر نمستے کی اور ساتھ والے کمرے میں چلی گئی۔

•

بارہواں باب

وجے نے جب تک اپنے آپ کو کسی کے حوالے نہیں کر دیا تھا تب تک وہ یہ نہیں جان سکی تھی کہ جدائی کی آگ نے اس کا دل کتنا جلا کر برباد کر رہا تھا — آج جب وہ بیدار ہوئی تو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی ساری جلن دور ہو گئی ہو — وہ آج دیر سے جاگی تھی۔ اس نے سوچا اتنی بڑی زمینداری ہے۔ گھر میں نوکر ہیں اور اتنا آرام ہے۔ ساری زندگی یوں ہی آرام سے کٹ جائے تو کیا حرج ہے۔ بلکہ اُس نے جو قدم اٹھایا تھا اب اسے واپس نہیں لیا جا سکتا تھا۔ وہ اسی بےحسی کو سکون سمجھ رہی تھی — اسے پتہ نہیں چل رہا تھا کہ اس سکون کی تہہ میں ایک طوفان پل رہا ہے اور وہ فالج کے مریض کی طرح چارپائی پر پڑی ہے — اس میں نقل و حرکت کی سکت نہیں ہے۔ اتنے میں ہرلیس نے آکر کہا۔

بہت دیر ہو چکی ہے۔ اب اٹھیے — اما!

وہ ہاتھ منہ دھوکر اور کپڑے بدل کر نیچے آئی تو اس نے دیکھا کہ راس بہاری
اپنی نگرانی میں مزدوروں سے کام لے رہے ہیں پیاہ میں دو دن رہ گئے
تھے اور اتنی قلیل مدت میں گھر کو سجایا جا رہا تھا۔
راس بہاری کو دیکھتے ہی نہ جانے کیوں اس کے قدم رک گئے۔ وہ اس
طرف جانے کی بجائے برآمدہ میں ٹہلنے لگی ——— اس کو ایسا حال پڑتا
جیسے ساری دنیا سے اس کا رابطہ ٹوٹ چکا ہو ——— بہت دنوں سے
اس کی کسی سے ملاقات نہیں ہوئی تھی ——— اس کے نام کسی کا خط
نہیں آیا تھا ——— اس نے بھی کسی کو خط نہیں لکھا تھا۔ برآمدے
میں ٹہلتے ٹہلتے جب وہ اکتا گئی تو وہ خط لکھنے بیٹھ گئی خط لکھتے لکھتے
اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی ——— ہرلیس کی ماں بیر
آئی۔ اس نے کہا۔
"مالکن آنک، بج گیا کیا کھانا نہیں کھاؤ گی ——؟"
وہ کوئی جواب دیئے بغیر لکھنے میں مصروف رہی۔ اتنے میں
ہرلیس کی ماں نے حیرت سے کہا۔
"اوہ ——— اربیدر بابو آرہے ہیں ——!"
یہ کہہ کر ہرلیس کی ماں چلی گئی ——— وجے نے آنکھ اٹھا کر دیکھا
اربیدر بابو ہرلیس کے پیچھے پیچھے اوپر ہی آرہے تھے۔ آج تک وہ
اجازت لئے بغیر اوپر نہیں آئے تھے لیکن اس وقت وہ بے دھڑک
بڑھے چلے آرہے تھے۔ ان کا چہرہ سوکھ گیا تھا۔ ان کے بال بکھرے
ہوئے تھے۔ انہوں نے کمرے میں قدم رکھتے ہی کہا۔
"آپ نے تو مجھے اس دن پہچاننے ہی سے انکار کر دیا تھا ——" یہ

یہ کہہ کر وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گئے۔
وجے نے آہستہ اٹھا کر دیکھا اور پوچھا۔
" یہ آپ کو کیا ہو گیا ریدھا بانو ——— آپ کی طبیعت خراب تو نہیں ——— ؟"
ریدھا نے گردن ہلا کر کہا۔
" اب تو ٹھیک ہے ——— بہت معمولی سا بخار آیا تھا ——— اسی نے ساری طاقت سلب کر لی ——— اس دل میں نے کیا تصور کیا تھا کہ آپ نے میری بات کا جواب تک نہ دیا ———؟"
ہرلیس قریب ہی کھڑا تھا۔ وجے نے اس سے کہا۔
" جاؤ ——— اپنی ماں سے کہو کہ کچھ کھانے کو بھجوائے ———"
اور پھر وہ ریدھا سے مخاطب ہوئی۔
" ایسا معلوم ہوتا ہے آپ نے صبح سے کچھ کھایا ہی نہیں ہے ——"
" میں کچھ کھانے کے لئے بیقرار نہیں ہوں ——"
" میں تو بیقرار ہوں ———" یہ کہہ کر وجے ہرلیس کے پیچھے پیچھے چلی گئی۔
چند لمحوں کے بعد وہ کھانا اور ایک تھال میں دودھ کا گلاس لئے ہوئے آ گئی ——— ریدھا نے ہنستے ہوئے کہا۔
" آپ بھی ایک عجیب لڑکی ہیں ——— دوسرے کے مکان میں آپ مجھے بہیا تک نہیں اور اپنے مکان میں اتنی بے تکلف ہو جاتی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے ——— اس دل کے واقعہ کے بعد جب میں ادھر آیا تو میں نے سوچا کہ اگر میں نے آپ کو اپنی آمد کی اطلاع دی تو

آپ مجھ سے ملنے سے انکار کر دیں گی ـــ اس لئے اطلاع دیئے بغیر اوپر چلا آیا ــ"

"نہ کچھ نہ لونی ـــ" رشید رمحی تھوڑی دیر تک خاموش رہا اور پھر اس نے کہا۔

معمولی سا بخار تھا ـــ لیکن اس نے ایسا کمزور کر دیا ہے کہ ہلا نہیں جاتا ـــ"

وہ اب بھی خاموش تھی ـــ وہ شاید رشید کی بات کو سمجھ نہیں رہی تھی ـــ رشید نے دردوہ کا گلاس خالی کر دیا اور بولا۔

"آپ کی شادی کا دعوت نامہ مجھے مل گیا ہے ـــ"

یہ کہہ کر اس نے سرخ رنگ کا خط جیب سے نکال کر کہا۔

میں آپ کی شادی کے جشن میں شرکت کی خوشی حاصل نہیں کر سکوں گا ـــ اسی دن ہمارا جہاز کراچی سے روانہ ہو رہا ہے"

وہ کچھ افسردہ ہو کر بولی۔

"کراچی سے ـــ آپ کہاں جا رہے ہیں ـــ"

"میں جنوبی افریقہ جا رہا ہوں ـــ پنجاب کی طرف سے مجھے ایک نوکری ملی تھی لیکن میں نے سوچا کہ جب نوکری ہی کرنی ہے تو کوئی بڑی نوکری نہ کی جائے میرے لئے جیسا پنجاب ویسا ہی جنوبی افریقہ ـــ اب شاید ہماری ملاقات نہیں ہوگی ـــ"

آخری بات شاید وہ نے سنی ہی نہیں اس نے بڑے افسردہ لہجہ میں پوچھا ـــ "کیا بات طے ہو گئی ہے ـــ اگر یہ کبھی مانی ہو تو آپ

اس قدر جلد کیوں کر جا سکتے ہیں ۔ کیا آپ نے اس سے ساری باتیں صاف صاف کہہ دی ہیں ۔۔۔ ؟ اس نے آپ کو اتنی دور جانے کی اجازت کیسے دیدی ۔۔۔؟"

مریدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ابھی تک تو میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا تھا ۔۔۔ لیکن"

مریدر کی بات ابھی ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ بیچ ہی میں بول اٹھی ۔۔۔

"نہیں ۔۔۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ۔۔۔ مرد نہیں ستار اور صندوق سمجھتے ہیں ۔۔۔ جیسے ہماری کوئی مرضی ہی نہ ہو ۔ رسی سے باندھ کر گاڑی میں ڈال دیتے ہیں ۔۔۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا ۔۔۔ آپ ملنی کی اجازت کے بغیر ہرگز ہرگز دور نہیں جا سکتے ۔۔۔!"

مریدر حیران و پریشان تھا ۔۔۔ اس نے کہا۔

"آخر یہ معاملہ کیا ہے ۔۔۔ مجھے بھی تو کچھ سمجھائیے ۔۔۔ یہاں آنے سے پہلے دیال بابو ملے تھے ۔۔۔ وہ بھی چونک پڑے تھے ۔۔۔ انھوں نے بھی کوئی ایسی ہی بات کہی تھی جسے میں سمجھ نہ سکا ۔۔۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میرا آنا جانا ملنی پر ہی کیوں منحصر ہے ۔۔۔۔ وہ مجھے کیونکر روک سکتی ہے ۔۔۔ یہ پہیلی میری سمجھ میں نہیں آرہی ۔۔ بات کیا ہے ۔ مجھے صاف صاف بتادو ۔۔۔!"

وجے نے ایک لمحہ کے لئے اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھا اور پھر دھیرے سے کہا۔

"کیا آپ نے نلنی کے سامنے بیاہ کی تجویز نہیں رکھی ہے ۔ ؟"

"ڈاکٹر کی عقل ذرا گول اور موٹی ہوتی ہے ـــــ اس عورت خود جیسے ڈاکٹروں کی جو جو دیں کے رابطہ ہزاروں بار ادب کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں ـــ"

"کیا آپ سمجھتے ہیں کہ کوئی بھی بڑا ہم کاری ایسی نہیں ہے جو آپ سے شادی کرنے کے قابل ہو ـــ آسا ئرورا اور رکمنڈ کیوں ـــ ؟ اگر آپ کے یہی خیالات ہیں تو یہ بات آپ نے پہلے سے کیوں نہ کہہ دی تھی ـــ ؟"

وجے کی آنکھوں میں آنسو آ گئے جن کو چھپانے کے لیے اس نے منہ پھیر لیا۔ لیکن وہ نریندر کی نگاہوں کو دھوکہ نہ دے سکی۔

نریندر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ نلنی کی خاطر کیوں رنجیدہ ہو رہی ہیں۔ نلنی کو معلوم ہے۔ کہ اس کا دل کہاں ستد جاہوا ہے ـــ وہ یہی جان جائیگی کہ میں کیوں دنیا کے دوسرے کنارے کی طرف بھاگا جا رہا ہوں ـــ ؟"

وجے نے تلخی کی سی تیزی کے ساتھ کہا۔

"کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ جہاں چاہے جا سکتے ہیں ـــ ؟"

"آپ مجھے کیوں روکتی ہیں ـــ میں بہت محروس ہوں۔ اس دلیش میں رہ کر میں افلاس اور علالت کے سوا کیا حاصل کر سکتا ہوں ـــ ؟"

"آپ محروس کیوں ہیں ـــ آپ اگر ارادہ کریں تو آپ کو سب کچھ واپس مل سکتا ہے۔"

"میں خواہش کے باوجود کچھ بھی واپس نہیں لے سکتا۔ میں یہ بات ہمیشہ یاد رکھوں گا کہ آپ نے میرا سب کچھ واپس دیا

پریدر دم بخود رہ گیا ــــ اس نے کہا۔
"نہیں ــــ کسی کو بھی نہیں ــــ"
وجے کا چہرہ دور شرم سے سرخ ہو گیا ــــ اس نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا ــــ وہ بولی۔
"آپ نے کوئی تحریر پیش نہیں کی ــــ آپ کو یہ تحریر پیش کرنی چاہیئے تھی ــــ آپ کا کیا ارادہ ہے وہ کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے ــــ"
پریدر ایک پل کے لئے خاموش بیٹھا رہا اور پھر بولا۔
"ملی کو ایسا وہم کیوں کر ہوا ــــ اسے پہلے ہی سے معلوم ہے کہ ایسا ہونا ہرگز ممکن نہیں ــــ"
وجے نے پوچھا۔
"ممکن کیوں نہیں ــــ؟"
"اس بات کو رہنے دیجئے ــــ اس کی سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے کہ میں ہندو ہوں اور وہ برہمن ہے ــــ اور پھر ہماری ذات بھی ایک نہیں ــــ"
کیا آپ ذات پات کو مانتے ہیں ــــ؟" وجے نے پوچھا۔
"مانتا کیوں نہیں ــــ ہندو سماج میں ایک ذات والے کا دوسری ذات میں بیاہ نہیں ہوتا۔ آپ یہ تو مانتی ہیں نا ــــ"
"ہاں ــــ" وجے نے کہا ــــ "لیکن میں اس بات کو اچھا سمجھ کر نہیں مانتی ہوں ــــ آپ اس قدر تعلیم یافتہ ہیں پھر بھی ایسی باتوں کے قائل ہیں ــــ"

" ڈاکٹر کی عقل در اگول اور موٹی ہوتی ہے ـــ اس عزیز مجھ جیسے
ڈاکٹروں کی جو جو دیہہ کے [illegible] ہزاروں کا مطالعہ کرتے
رہتے ہیں ـــ"

"کیا آپ سمجھتے ہیں کہ کوئی بھی برہم کماری ایسی نہیں ہے جو آپ سے شادی
کرنے کے قابل ہو ـــ آشاعرور اور گھمنڈ کیوں ـــ؟ اگر آپ کے یہی خیالات ہیں
تو یہ بات آپ نے پہلے سے کیوں نہ کہہ دی ـــ"

وجے کی آنکھوں میں آنسو آگئے جن کو چھپانے کے لئے اس نے منہ پھیر لیا۔
لیکن وہ نرمیدا کی نگاہوں کو دھوکہ نہ دے سکی۔
نرمیدا نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ ناحق کیوں رنجیدہ ہو رہی ہیں۔ مجھ کو معلوم ہے۔
کہ اس کا دل کہاں بندھا ہوا ہے ـــ وہ یہ بھی جان جائیگی کہ میں کیوں
دنیا کے دوسرے کنارے کی طرف بھاگا جا رہا ہوں ـــ؟"

وجے نے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ کہا۔

"کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ جہاں چاہے جا سکتے ہیں ـــ؟"

"آپ مجھے کیوں روکتی ہیں ـــ میں بہت محروس ہوں۔
اس دیش میں رہ کر میں افلاس اور غلاظت کے سوا کیا حاصل
کر سکتا ہوں ـــ؟"

"آپ محروس کیوں ہیں ـــ آپ اگر اشارہ کریں تو آپ کو
سب کچھ واپس مل سکتا ہے۔"

"میں خواہش کے باوجود کچھ بھی واپس نہیں لے سکتا۔
میں یہ بات ہمیشہ یاد رکھوں گا کہ آپ نے میرا سب کچھ واپس دیا

جا رہا تھا ـــــ مگر واپس لینے کا کوئی حق تو ہونا چاہیئے ـــ"
وہ بولی ـ
حق کیوں نہیں ہے ـــ جائیداد میری نہیں ہے ـ پتاجی کی ہے ـــ ورنہ اسی روز مقدمہ دائر کرنے کی بات آپ از راہِ مذاق بھی زباں پر نہ لاتے اگر آپ کی جگہ میں ہوتی تو زبردستی اپنا سب کچھ واپس لے لیتی ـــ"
نریندر نے کوئی جواب نہ دیا ـــــ وہ بھی آنکھیں جھکاکر چپ چاپ بیٹھی رہی ـ
چند لمحوں کے بعد دو آنکھیں چار ہوئیں اور نریندر نے کہا ـ
"میں نے ٹھیک ہی سمجھا تھا وجے ـــ میں نے ہی یقین نہیں کیا تھا ـــــ کیا تم جیسے ساد ، لوح اور نکمے آدمی کا بھی کسی کو ضرورت ہو سکتی ہے ـــ میں نے اس بات کو ناممکن سمجھا تھا ـــ اگر تمہارے دل میں سچ مچ یہ خیال آیا تھا تو تم نے حکم کیوں نہ دیا ـــــ میرے لئے تو یہ خواب دیکھنا بھی پاگل پن کے مترادف تھا رجے ـــ"
آج اتنے دنوں کے بعد اس کے منہ سے اپنا نام سنکر وجے سر سے پاؤں تک لرز اٹھی ـــــ وہ اپنے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کرنے لگی ـ
نریندر ـ قدموں کی آہٹ سنکر پیچھے کی طرف دیکھا دیال بابو آرہے تھے ـــــ دیال بابو نے دروازے میں کھڑے ہوکر کچھ لمحوں کے لئے ان دونوں کی طرف دیکھا اور پھر وہ دھیرے دھیرے

چلتے ہوئے وجے کے پاس جاکر بیٹھ گئے اور اس کے ماتھے پر دیال بابو ہاتھ رکھ کر بولے۔

"ماں ــــ!"

وجے اپنے آنسو روکنے کی کوشش کر رہی تھی ــــ لیکن ماتھے پر دیال بابو کے شفقت بھرے ہاتھ نے اس کے آنسوؤں کا سد توڑ دیا وہ ان کی گود میں منہ چھپا کر دھاڑیں مار کر رونے لگی۔

دیال بابو کی آنکھیں بھی ڈبڈبا آئیں ــــ انہوں نے وجے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

میری ہی غلطی سے اتنی بڑی ناانصافی ہوئی ہے ــــ ماں!

اس غلطی سے میرا کیا یہ بات ہو رہی تھی ــــ وہ سب جانتا ہے۔

کون جانتا تھا کہ نرید زندہ ہیں ... "

دیوار پر ٹنگے ہوئے کلاک میں تین بج رہے تھے ــــ دیال بابو۔ نریدر اور وجے تینوں ہی بے حس و حرکت بیٹھے تھے۔ آخر کار دیال بابو نے وجے کی پیٹھ پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

"کیا اس غلطی کا کوئی تدارک نہیں ہو سکتا ــــ!"

"نہیں ــــ نہیں ــــ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ موت ہی اس کا علاج ہے ــــ!" وجے نے دیال بابو کی گود میں منہ چھپائے ہوئے کہا۔

دیال بابو بول اٹھے۔

"ایسا نہ کہو بیٹی ــــ!"

وجے نے مضبوط لہجے میں کہا ــــ "نہیں نہیں ــــ میں

وعدہ کرچکی ہوں۔" توڑ سکتی تھی۔" اس
گلا بھر آیا۔ دیال ۔۔۔ ئی لعطانہ نکل سکا وہ د
اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے رہے۔
اتنے میں باہر لیس کی ماں نے کہلوا بھیجا۔ تیس بج گئے ہیں۔
دیال بابو وجے کو نہانے دھونے کی ہدایت کرنے لگے
ہرلیس بولا۔
"ہاں جی۔ آپ نے ابھی کچھ بھی نہیں کھایا۔ اس لئے سبھی بھوکے بیٹھے ہیں۔"
وجے اٹھ بیٹھی اور کسی طرح تیسا دیکھے بغیر باہر نکل گئی۔
دیال بابو نے کہا۔
"ریدر۔ تم بھی تو ابھی تک نہیں نہائے۔ تم نے بھی تو کچھ نہیں کھایا۔"
رسید رگھری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر جواب دیا۔ "نہیں یہ
میرے ساتھ گھر چلو۔۔۔"
چلئے۔۔۔" ریدر اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور دیال بابو کے ہمراہ کمرے سے باہر نکلا

اسی دن شام کو جب راس بہاری اور ملاس بہاری دونوں باپ بیٹا بیاہ کے متعلق باتیں کرکے چلے گئے تو وجے اپنے کمرے میں آکر دیکھا کہ دیال بابو آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھے تھے۔۔۔ وہ کب آئے اور وہاں کب سے بیٹھے تھے وجے کو پتہ نہیں ملا تھا۔۔۔ ان پر محویت کا عالم طاری تھا۔ اس لئے وجے الٹے پاؤں واپس چلی گئی۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد اندر آئی تو اس وقت بھی دیال بابو اسی انداز میں بیٹھے تھے۔ وہ ان کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔ دیال بابو نے آنکھیں کھول دیں اور فوراً بول اٹھے "بیٹی!"

"۔۔۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا ۔۔۔!"

"آپ نے اندر پیغام کیوں نہ بھجوایا ۔۔۔؟"

"آپ لوگ باتوں میں مصروف تھے۔ اس لئے میں نے رخنہ اندازی کی جرأت نہ کی ۔۔۔ کل دوپہر کو میرے یہاں تمہارا کھانا ہے بیٹی۔ میں خط لکھ کر تمہیں اطلاع دینا چاہتا تھا مگر اس خیال سے تم کہیں انکار نہ کر دو میں دھوپ میں خود ہی چلا آیا ۔۔۔ کل دوپہر کو بھی دھوپ ہو گی۔ مگر گھبراؤ نہیں بیٹی ۔۔۔ میں نے پالکی کا انتظام کر دیا ہے ۔۔۔ وہ تمہیں آ کر لے جائیں گے ۔۔۔!"

"آپ نے خواہ مخواہ تکلیف کی ۔۔۔ رقعہ بھجوا دیا ہوتا۔ میں آپ کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتی ۔۔۔!"

دیال بابو نے وجے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بولے۔

"یاد رکھنا بیٹی۔ تم نے وعدہ کیا ہے۔ کل ضرور آنا ۔۔۔!"

"وجے نے گردن ہلا کر کہا۔ اچھا ۔۔۔!"

وجے دل ہی دل میں حیران ہو رہی تھی کہ دیال بابو نے کھانے پر کیوں بلایا ہے۔ انہوں نے آج تک اسے دعوت نہیں دی تھی۔ شام کے کھانے کی بجائے دوپہر کا کھانا کیوں کھلایا جا رہا تھا۔ آج دوپہر کو وہ آئے تھے اس وقت انہوں نے یہ دعوت کیوں نہ دی۔ اتنی دیر میں پالکی کا انتظام کیسے کر لیا ۔۔۔ اپنے دل کی بے کلی چھپاتے ہوئے وجے نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کل کیا بات ہے۔؟"

دیال بابو نے بڑے سکون سے جواب دیا۔

"کل دوپہر سے پہلے میں تمہیں کچھ بھی نہیں بتا سکتا ۔۔۔!"

چاہتا تھا ستے — آپ تو بتا دیجئے کہ کل کون کون آئے گا —؟"
"دیال بابو ہنسے — تم سب کو پہچان نہیں سکو گی بیٹی۔ وہ میرے دوست ہیں۔ جن لوگوں کو تم جانتی ہو — ان میں ایک نام ہے داس بہاری اور دوسرے کا نام ہے سریندر —"

دیال بابو کے چلے جانے کے بعد وجے بہت دیر تک بے حس و حرکت بیٹھی رہی وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ اس دعوت کا مطلب کیا ہے اس کے دل میں کئی وسوسے اٹھ رہے تھے۔

دوسرے دن صبح ڈیڑھ بجے تک بھی پالکی نہ آئی تو تیار بیٹھی ہوئی وجے کے اضطراب کی کوئی حد نہ رہی ہرلتیں کی ماں کو بھی اس کے ہمراہ جانا تھا۔ اس نے کئی بار آکر کہا: "بوڑھے دیال بابو کا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا" وجے کسی آدمی کو سماں ان کے گھر نہیں بھیج سکتی تھی۔ وہ کوئی بھی فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی جب اس کا کرب و اضطراب عروج کو پہنچ گیا تو ہرلتیں نے ہانپتے ہانپتے آکر کہا — "پالکی آ رہی ہے —!"

وجے تیسرے پہر پالکی میں روانہ ہوئی داس بہاری اپنے مزدوروں کے ساتھ کام میں مصروف تھے — وہ پالکی کے قریب آکر بولے: "دیال بابو نے مجھے بھی کہا ہے پر جانے کیوں بلایا ہے۔ میں تو شام ہی جاؤں گا خاص طور پر دعوت دے گئے ہیں۔ میں نے ان سے کہہ دیا کہ اگر پالکی بھجوانے میں رات ہو گئی تو پھر میں نہیں جا سکوں گا —!"

دیال بابو کے گھر کا دروازہ آم کے پتوں سے سجا ہوا تھا۔ وجے نے گھر کے اندر قدم رکھا تو اس نے دیکھا کہ دیال بابو گاؤں کے کئی لوگوں کے ساتھ باتیں کرنے میں مصروف تھے — وجے کو دیکھتے ہی دوڑتے ہوئے

آئے اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا مکان کے ایک گوشے میں شادی کا سامان رکھا تھا ــــ۔ وجے سوچنے لگا ــــ یہ سب کیا ہے؟ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ بہر حال سارا ساز و سامان دیکھ کر وجے کا دل کانپ اٹھا۔ اسے کسی سے کچھ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی ــــ۔"

دیال بابو نے بڑے سکون سے کہا ــــ شام کے بعد تمہارا لگن ہے۔ آج تمہاری شادی ہے وجے خوش قسمتی سے دن اور گھڑی سب کچھ مل گیا ہے۔ اگر نہ ملتے تب بھی آج ہی تمہارا بیاہ ہوتا ــ"

وجے کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ "کیا آپ میرا بیاہ ہندو رسم و رواج سے کریں گے؟"

"ہندو رسم و رواج سے بیاہ کیا بیاہ نہیں ہوتا بیٹا؟" دیال بابو نے پوچھا۔ میں تو کل وقت پھر پریشان رہا تھا میری مشکل ملی نے حل کر دی۔ بولی اسکے پتا نے کہا تھا جس شخص کے ہاتھ میں دے گئے ہیں ماما جی انکا ہاتھ اسی شخص کے ہاتھ میں، دیدو ــ اگر ہم رسمی ریتی سے تم نے اس کا ہاتھ کسی غیر کے ہاتھ میں دیدیا تو بہت بڑا ظلم کرو گے اور میں دلوں کا ملاپ ہی سچی شادی ہے۔ رسم و رواج سے کیا ہوتا ہے۔ اور پھر انہوں نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا "بھگوان میں ان دونوں کی شادی کسی بھی رسم و رواج سے کیوں نہ کراؤں تمہارے نزدیک یہ شادی ہی جائز شادی ہوگی۔ میں تمہارے سامنے قصور وار ثابت نہیں ہوں گا" اور پھر وہ ملی سے مخاطب ہوئے۔ "صرف ایک بات ہے ملی وجے نے ان سے وعدہ کر لیا ہے وہ لوگ اس وعدہ پر ہی مطمئن ہیں یہ وعدہ ٹوٹے گا کیسے۔؟"

ملی نے کہا "ماما جی تمہیں تو معلوم ہے وجے کا ضمیر اس رشتے سے اتفاق نہیں کرتا۔ دل کچھ کہتا ہے۔ اور زبان کچھ۔ دل کی صداقت زبان کی صداقت سے عظیم تر ہوتی ہے ماما جی ــــ"

میں تو اس بات پر حیران ہوں کہ تو نے یہ باتیں سیکھی کہاں سے ہیں ملی؟"
دیال بابو نے کہا۔

ملی بولی "یہ باتیں میں نے زمیندار بابو سے سیکھی ہیں وہ اکثر کہا کرتے ہیں
صداقت کی جگہ دل میں ہے منہ میں نہیں۔ منہ سے اگر کوئی بات نکلتی ہے
تو وہ ہمیشہ سچی نہیں ہوتی۔" چند لمحوں کے لئے خاموش رہنے کے بعد دیال
بابو بولے "تم زمیندار کو نہیں جانتیں بیٹی ۔۔۔ وہ تم سے بے حد پیار کرتا ہے۔
تم شاید یہ بات بھی نہیں جانتیں کہ وہ تمہارے سر پر جھوٹ موٹ کا الزام لگا کر
تمہیں ایذا پہنچانے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہو سکتا۔ تم خود ہی شروع سے
آخر تک اس کے برتاؤ کا تجربہ کر چکی ہو۔"

وجے خاموش رہی۔ سر جھکا کر ایک گمشدہ تتلی کی طرح کھڑی رہی۔

ملی اندر جا کر کام میں مصروف ہو چکی تھی ۔۔۔ چند لمحوں کے بعد باہر آ کر
وجے سے لپٹ گئی اور اس کے کان میں کہا۔ "تمہارے ساز سنگار کی ذمہ داری
مجھ پر عائد کی گئی ہے۔ چلو ۔۔۔" وہ وجے کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی اس کو اندر
کھینچ کر لے گئی۔

دو گھنٹے کے بعد پھولوں اور چندن سے سجا کر جب اس نے وجے کو
دلہن کی گدی پر بٹھایا اور گھونگھٹ کھولا۔ تو وجے کو یوں محسوس ہوا جیسے آسمان
پر اس کے ماں باپ اسے آشیرواد دے رہے ہوں۔"

جس عورت نے کنیا دان دیا وہ لوگوں کے کہنے کے مطابق وجے کی دور
کی رشتہ دار تھی اور اس کی تو لگتی تھی۔ پروہت نے منتر پڑھتے ہوئے
اعلان کیا کہ وہ زمیندار کے گھر کے پرانے پروہت تھے۔

شادی کی رسم تقریباً ختم ہو چکی تھی ۔۔۔ دولہا اور دلہن کو

ان کی گدّی یا سابرسے اٹھانے کا انتظام ہو رہا تھا کہ عین اس وقت
راس بہاری بیاہ کے منڈپ میں نمودار ہوئے۔
دیال بابو اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کا تڑے تپاک سے خیر مقدم کرتے
ہوئے بولے "آئیے — بھیّا آئیے — بیکا کام بڑی خوش اسلوبی سے
سرانجام پا گیا ہے۔ آج کے دن اپنے دل میں کو میل نہ رکھیئے بھیّا۔ آئیے۔
دونوں کو آشیرواد دیجئے —"
ایک لمحہ کے لئے راس بہاری بھونچکے رہ گئے — اور پھر
بڑے سکون کے ساتھ بولے — "بنمالی کی بیٹی کا بیاہ ہندو رواج
سے کروایا — دیال بابو تم نے مجھے اس کی خبر تک نہ دی —"
دیال بابو ذرا پریشان ہو کر بولے — "بھیّا — شادی بیاہ
جس طرح ہو آخر شادی ہے —"
راس بہاری نے ختم آنکھیں لہجے میں کہا — "نہیں — کیا بنمالی
کی بیٹی نے ایک بار بھی اپنے پتا کے گاؤں والوں کو اس سلسلے میں مطلع
کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی —؟"
پاس ہی نلنی کھڑی تھی — وہ بولی — "ان کی بیٹی نے اپنے
مرحوم پتا کے حکم ہی کی تعمیل کی ہے — رسم و رواج کے بارے میں
سوچنے کی فرصت نہ ملی — آپ بھی تو جانتے کہ بنمالی بابو کی آخری
خواہش کیا تھی —؟ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان کی خواہش پوری کرنے
میں کوئی کسر باقی نہ رہی۔ —"
راس بہاری بابو نے اس منہ پھٹ لڑکی کی طرف قہر آلود نگاہوں
سے دیکھا اور بولے — "ہوں —"

ملتی نے جب راس بہاری کو گھر واپس جاتے ہوئے دیکھا تو اس سے
آج بھاگت کے انداز میں کہا
دادا ـــ آپ شادی والے گھر میں آئے ہیں ـــ آپ یوں ہی کیسے
جا سکتے ہیں۔ کھانا ضرور کھانا پڑے گا۔ ہمارے ماما جی نے بہت زور دے کر
آپ کو یہاں بلوایا ہے ـــ !!

راس بہاری نے کوئی جواب نہ دیا ـــ اس کی طرف ایک
اور قہر آلود نگاہ پھینک کر وہ دھیرے دھیرے باہر نکل گئے ـــ !!

ختم شد

(کتبہ) محمد تصنیف حسین پوریوی
۹/ جون ۱۹۸۸ء

ठण्डी आग

लेखक

शरत चन्द्र